Scanned with CamScanner

۷۸۶
ان اللہ لطیف خبیر
اللطیف
زیر ظل حمایت و سرپرستی
شیخ المشائخ علامۃ العصر مولٰنا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری
دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطب ویلور
مدیر مؤسس
حضرت مولٰنا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری رحمۃ اللہ علیہ
سابق ناظم دار العلوم لطیفیہ
تاریخ اجراء: بر موقعہ تقسیم اسناد، دوشنبہ ۹ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۹ر مارچ ۱۹۸۵ء
مطبوعہ الیکٹرک قومی پریس بنگلور

زیر نگرانی

مولانا مولوی سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ بی کام (عثمانیہ)

ادیب فاضل (مدراس) ناظم دار العلوم لطیفیہ

مولانا سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری عرف ہلال پاشاہ صاحب

نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ

مدیران مسئول:

مولٰنا مولوی پی۔ محمد ابوبکر صاحب ملیباری لطیفی قادری

مدرس دار العلوم لطیفیہ

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی قادری ادھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ۔

نمائندگان طلباء

(۱) محمد علیخان غوری نمن پلی (آندھرا) متعلم جماعت مولوی عالم

(۲) سید ریاض الدین کڈلور۔ متعلم جماعت ششم

(۳) حافظ عبد اللہ خان باپٹلا (آندھرا) متعلم جماعت پنجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین سالنامہ اللطیف
سنہ ۱۴۰۸ھ

اللطیف ۱۴۰۸ھ
مظہر
از قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
شیخ المشائخ حضرت رکن الدین
سید شاہ ابوالحسن قادری المتخلص بہ
قربی ویلوری رحمۃ اللہ علیہ
پیشکش: مولانا سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری المعروف بہ ہلال پاشاہ
نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور۔
خدا ہونا بھی مشکل ہے بندہ ہونا بھی مشکل ہے
سمجھتا ہے یو نکتہ کوں جو عارف صاحب دل ہے
خدا ہے مصدرِ مطلق بندا بی اس سوں ہے مشتق
جدھر دیکھے اودھر ہے حق ولے پندار حائل ہے
خدا معبودِ مطلق بندا موجود ہے مطلق
یو دونوں مطلقِ برحق سمجھ ہر اک کا مشکل ہے
خدا ہے بندہ بندہ ہے خدا چشم سو دیک
بھی دونوں غیر یک دیگر یہی عرفانِ کامل ہے
بندا ہے اپنی تفصیلات سوں ذات خدا مطلق
صفت ہور فعل و قول اسکا بی مطلق پن کو شامل ہے
مظاہر اسکے کیوں پیچے سوں ہوینگے خارج
یو صورت غور سوں دیک آئینہ میں حاصل ہے
نکاتِ عشق اسرارِ خدا ہیں بے گماں قربی
جنے اسرار کو بوجیا وہی حق سات واصل ہے۔

عجیب سماں
از حضرت امجد حیدر آبادی
طلب رحمت
میدان قیامت میں تماشا نہ بنا
یارب مجھے مضحکۂ ہر اک کا نہ بنا
رحمت کا تیری بیاں کیا ہے سب سے
کل سامنے سب کے مجھ کو جھوٹا نہ بنا
محیای و مماتی للّٰہ
میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے
غم میں تیرے زندگی بسر کرتا ہوں
زندہ ہوں مگر تیرے لئے مرتا ہوں
تیری ہی طرف ہر اک قدم اٹھتا ہے
ہر سانس کے ساتھ تیرا دم بھرتا ہوں
انا عند القلوب المنکسرۃ
یعنی خدائے تعالیٰ شکستہ دلوں میں رہتا ہے
تا عرش پہنچتی ہے فغاں کی آواز
کس درجہ قوی ہے ناتواں کی آواز
ہے رحمت درد عشق رحمت کا سبب
آتی ہے شکستہ دل سے جاں کی آواز

وحئ محمدی کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس کا آغاز ہی علم و قلم کے ذکر سے ہوا جس کی برکت و تاثیر سے مسلمانوں نے مذہبی و دینی علوم کے علاوہ مختلف علوم و فنون کے اندر بھی کمال اور اختصاص پیدا کیا۔ اور اپنی ذہانت و تحقیق اور انکشاف سے نت نئے علوم و فنون کو وجود بخشا جن سے ساری دنیا فیضیاب رہی ہے۔ چنانچہ:

الخوارزمی (م ۸۵۰/۲۳۶) نے سب سے پہلے عالمی جغرافیہ پر کتاب لکھی اور پھر محمد بن محمد الادریسی (م ۱۱۵۳/۵۶۰) نے الممالك والمسالك میں عالم اسلام کے تجارتی راستوں کے نقشہ جات وضاحت سے بیان کیا۔ ابن الہیثم (م ۱۰۳۹/۴۳۱) نے تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سینتالیس[47] علم ہندسہ پر اور اٹھاون[58] انجینیرنگ کے موضوع پر تھیں — وہ پہلا شخص تھا جس نے اسوان ڈیم کی تعمیر کی تجویز پیش کی اور علم بصارت (OPTICS) میں مفید انکشافات کیئے۔ اس نے اپنی کتاب "المناظر" میں بصری ادراک کے سلسلہ میں یہ نظریہ پیش کیا کہ کسی شئ کی بصارت اس سے ٹکرا کر واپس آنے والی شعاعوں پر منحصر ہے۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی (م ۸۵۰/۲۳۶) نے علم ہندسہ میں ایک سے نو تک اعداد کے بعد صفر کا اضافہ کیا اور سب سے پہلے اعداد کی حیثیت کا تعین کیا۔ الخوارزمی نے ہی الجبرا ایجاد کیا۔ البتّانی (م ۹۲۹/۳۱۷) جسے مغرب (ALBATEGNI) اور الباطینوس (ALBATENUS) کے نام سے یاد کرتا ہے عظیم ماہرِ فلکیات تھا جس نے گہن کی کجی کا بالکل صحیح اندازہ لگایا۔ شمسی سال کی مدت، موسموں کی تبدیلی اور سورج کے اوسط مدار کا پتہ چلایا اور بطلیموس کے اس نظریہ کی تردید کی کہ سورج کا مدار غیر متحرک ہے۔

ابوبکر محمد الرازی (م ۹۳۲/۳۱۱) جسے مغرب نے (RHAZES) کا نام دے رکھا ہے، عہدِ وسطیٰ کا سب سے بڑا طبیب ہونے کے ساتھ عظیم فلسفی اور ماہر کیمیا بھی تھا۔ اس نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "الحاوی" میں یونانی، مصری، قدیم عرب اور ہندوستانی طب کا جائزہ پیش کیا۔ ابن البیطار (م ۱۲۴۸/۶۴۶) اپنے زمانہ میں عظیم ترین ماہر ادویات تھا اس نے اپنی

دو مشہور تصانیف "المغنی فی الادویہ" اور الجامع لمفردات الادویۃ والاغذیۃ" میں مختلف بیماریوں کے علامات بیان کئے ہیں۔ اور حروف تہجی کے اعتبار سے تقریباً چودہ سو حیوانات، نباتات اور معدنیات کا تفصیلی تذکرہ خود اپنے یا دوسرے (ڈیڑھ سو) ماہرین کے مشاہدات کی بنا پر پیش کیا ہے۔

مشہور عالم ابو علی سینا (م ۱۰۳۷/۴۲۸)

جسے مغربی دنیا آوی سینا (AVICENNA) کے نام سے جانتی ہے، نے فلسفہ کے موضوع پر "النجاۃ" "الشفاء" اور طب کے موضوع پر "القانون فی الطب" اور نفسیات کے موضوع پر احوال النفس تصنیف کی۔ اب تک اس کی ۱۳۱ تصنیفات کا انکشاف کیا جا چکا ہے۔ اور ۱۱۰ دوسری کتابوں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی لکھی ہوئی ہے۔ طب میں اسکی مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی کتاب منظر عام پر آنے کے بعد تقریباً پانچ سو برسوں تک یعنی سترھویں صدی کے اختتام تک اپنے موضوع پر سب سے مستند کتاب سمجھی جاتی تھی۔ علم کے ان درخشاں ستاروں میں ابن خلدون (م ۱۴۰۶/۸۰۸) بھی شامل ہے، جو دنیا کا سب سے پہلا ماہر سماجیات ہے اور جس نے انسانی سماج کو رخ دینے والے قوانین تلاش کرنے کی جانب توجہ دلائی اور مغرب کے فلسفی (COMTE) کامٹے سے پچاس سال پہلے سماجی علوم کی جانب توجہ دلائی۔

دنیائے علم و فن ابو ریحان البیرونی (م ۱۰۵۱/۴۴۳) کی سعی بھی مشکور ہے جیسے طبعیات مابعد الطبیعیات علم الادویہ، کیمیا، جغرافیہ اور تاریخ پر یکساں مہارت حاصل کی تھی۔ اس نے اور دوسرے مسلمان سائنس دانوں مثلاً ابن الہیثم نے موجودہ سائنسی تحقیقات کی بنیاد ڈالی تھی۔

(انسانیت کی رہنمائی میں اسلام کا تاریخی کردار)

یہ تو ان علوم و فنون کی بات تھی جن میں سے بعض مسلمانوں نے ایجاد کیا تو بعض میں مہارت تامہ پیدا کر لی۔ لیکن ان کے علم و فضل اور کمال کا اصلی مرکز اور آسمانی مذاہب کے پیرو افراد میں انہیں ممتاز و جداگانہ کرنے والی چیز جس کی جانب سے انہوں نے کبھی بے اعتنائی اور غفلت نہیں برتی، وہ ہے کتاب و سنت جس کو وہ نسلاً بعد نسلاً پوری امانت کے ساتھ منتقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی طویل تاریخ میں کوئی دور بھی ایسا نہیں گذرا جس میں کتاب و سنت کی تعلیم اور تبلیغ سے عدم التفات کا اظہار کیا گیا ہو اور کہیں خلا پیدا ہو گیا ہو۔

اس کا واحد سبب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہر زمانے کے باشعور و حساس مسلمانوں کو اس احساس نے بیدار رکھا کہ جو مذہبی اثاثہ ہم تک پہنچا ہے

اس کے ہم امین ہیں اور اگلی نسل کے ہاتھوں میں تھا دینے کے پابند ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں نے قرآن مجید حفظ کرنے اور اس کی دعوت عام کرنے میں سعی بلیغ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال اور آپ کی حرکات وسکنات تک محفوظ رکھا اور کتاب وسنت کی حفاظت و تبلیغ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی روشنی میں فقہی مسائل اور احکام کا استنباط و استخراج کیا اور مذہبی ضرورت کے تحت متعدد علم اور فن مثلاً علم الفرائض، علم الدرایہ، علم اسماء الرجال، علم النحو، علم الکلام، علم البیان، علم المعانی وغیرہ ایجاد کیا۔ اور کچھ بزرگوں نے مستقل طور پہ تعلیم و تدریس اور تصنیف کی زمام اپنے ہاتھوں میں لی تو کچھ اہل دل حضرات نے تطہیر قلوب کا بیڑا اٹھا رکھا اور در کف جام شریعت و در کف سندان عشق کے مصداق تعلیم اور تزکیہ دوش بدوش چلتے رہے۔ اس کی ایک روشن و تابناک اور قابل تقلید مثال خانوادۂ حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۷ھ سنہ ۱۱۹۴ھ) کے باتوفیق بزرگان اور اس کے فیض یافتگان کے ذریعہ جنوبی ہند میں قائم ہوئی۔ چنانچہ قدوۃ السالکین حضرت رکن الدین محمد سید شاہ ابوالحسن قربی قادری ویلوری علیہ الرحمہ (۱۱۱۶ھ سنہ ۱۱۸۲ھ) نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا جس سے سارا جنوبی ہند فیض یاب ہو رہا ہے اور جنوب کے اکثر وبیشتر علماء وفضلاء بلا واسطہ یا بالواسطہ آپ ہی کے خرمن علم وادب کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت باقر آگاہ مدراسی لکھتے ہیں :-

"واکثر مردمان تدریس نسخ متداولہ فارسیہ از حضرت ایشاں حظ کامل و نفع شامل گرفتہ اند و دریں ملک ہر کہ ہست از شاگردان ایشان ہست یا شاگرد شاگردان ایشاں۔ (تحفۃ الحسن)

حضرت قربی علیہ الرحمہ نے علم وادب اور تزکیۂ احسان کی خدمت کے علاوہ رفض وتشیع اور بدعات وخرافات کے خلاف بھی آواز اٹھائی اور یادگار روشاہکار کتابیں تحریر کیں۔ بدعت نامہ = ہدایت نامہ = رد ملحدان و مبتدعان رسالۂ دلائل المنیفہ فی رد مذہب شیعۃ الشنیعہ = منہج التحقیق فی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ عنہ اور سید العرفاء و تاج الغرباء حضرت غلام محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقی ویلوری علیہ الرحمہ (۱۱۵۱ھ سنہ ۱۱۹۳ھ) نے درس و تدریس، وعظ ونصیحت اور بیعت وارشاد کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون میں ساٹھ سے زائد معرکۃ الآراء و مایۂ ناز تصانیف اور تین لاکھ سے زائد اشعار کا ذخیرہ چھوڑا۔ زیادہ از سہ لک بیت نظماً ونثراً از افکار اوست وزود فکری او خارج از حوصلہ گفتگو۔ (تذکرہ گلزار اعظم)

باطل عقائد کی اصلاح و تردید کی باب میں آپ کی قابل ذکر کتابیں یہ ہیں :-

انشائے عقائد ذوقی۔ دلائل امامت حضرت علیؓ۔ باب النجاۃ۔ سلالۃ العقائد فی رد الروافض تصفیۃ الاذھان فی رد الروافض۔

اور مجدد جنوب حضرت سید شاہ عبد اللطیف المعروف بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ ۱۲۰۷ھ سنہ ۱۲۸۹ھ کی علمی و عبقری شخصیت کے مبارک ہاتھوں پر تقریباً سات لاکھ بندگان خدا نے تعلیم و تربیت اور سلوک باطنی کی نعمت پائی اور آپ نے مکاتیب کے ذریعہ ملکۂ برطانیہ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں، ایجاد نگر، صبح کونگرو- کالسترونکٹ اور ترونذرم کے راجاؤں کو اسلام کی دعوت دی تاکہ ان کے اثر سے ساری رعایا مسلمان ہوسکے۔

موجودہ زمانے میں اصحاب علم و بصیرت کے اس تاریخی عمل و کردار کے احیاء و تجدید کی غیر معمولی اہمیت و ضرورت پیدا ہوچکی ہے جس سے چشم پوشی اور غفلت ایک بھیانک تاریخی غلطی ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ

دارالعلوم لطیفیہ کا شمالی دلکش نظارہ

پیشکش :- سیدّ مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، دارالعلوم لطیفیہ کو منصب شہود پر جلوہ گر ہوئے تین صدیاں بیت گئیں۔ اور آج بھی وہ تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف اور تزکیہ و تطہیر کی خدمات میں مصروف ہے۔ اس کے صاحب دل بزرگ سرپرست حضرات ماضی میں بھی مسلمانوں کی دینی و مذہبی تعلیم و تربیت کے لئے ہمہ تن کوشاں رہے اور موجودہ سرپرست حضرات اور اساتذہ بھی اسی مزاج و منہاج پر قائم ہیں اور انشاء اللہ المستعان اس کا یہ مبارک و مسعود اور خوش آگین سفر ہمیشہ جاری و ساری رہے گا۔

آغاز سالِ نو

حسب عادت اس سال بھی تعلیم کا آغاز ۱۰ر شوال المکرم ۱۴۰۷ھ مطابق ۸ر ماہ جون ۱۹۸۷ء بروز دوشنبہ ہوا۔ اور مختلف علاقوں سے آنے والے طلبۃ العلوم کا داخلہ عمل میں آیا۔

دورۂ حدیث

خانقاہ عالیہ قطبیہ میں صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز تقدس مآب اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی دعاؤں سے مورخہ ۲۴ر شوال المکرم ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۲ر ماہ جون ۱۹۸۷ء کو ہوا نیز مورخہ ۲۵ر رجب المرجب ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷ر ماہ مارچ ۱۹۸۸ء کو بروز دوشنبہ اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

افتتاحی اجلاس

حسب عادت اس سال بھی انجمن دائرۃ المعارف کے افتتاحی جلسہ کے موقع پر جناب مولانا مولوی قاضی صلاح الدین محمد ایوب صاحب گورنمنٹ چیف قاضی مدراس کو مدعو کیا گیا۔ یہ وہی موقعہ ہے جس میں لائق و فائق علمی و دعوتی اور ادبی شخصیتوں کو مدعو کر کے اپنے طلبۃ العلوم کو ان کے خیالات اور تجربات سے روشناس کرایا جاتا

ہے۔ اس موقعہ پر مولانا موصوف نے اپنے انوکھے و دلنشین انداز میں جامع طور پر سورۃ العلق کی تفسیر فرمائی اور طلباء کو حصولِ علم کے لئے جد و جہد کی ترغیب فرمائی اور دنیا کے مال و متاع سے بے نیاز ہوکر مستقل مزاجی سے اسلامی علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کرنے کی نصیحت فرمائی۔ بعد ازاں ناظم دار العلوم لطیفیہ مولنٰنا سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف سید فصیح پاشاہ صاحب B.Com. نے طلبا اور اہلِ جلسہ سے مفید اور پر از معلومات خطاب فرمایا۔ بانی دار العلوم لطیفیہ کی مایۂ ناز و تاریخ ساز شخصیت مولنٰنا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری B.A سابق ناظم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی دینی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ان کی حیات اور خدمات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

دار التصنیف والاشاعت

مولانا حضرت ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری سابق ناظم دار العلوم لطیفیہ نے دار التصنیف والاشاعت کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا اور اپنی زندگی میں کئی ایک نادر و نایاب کتابوں کو شائع فرمایا اور رسالہ اللطیف کے بانی مبانی بھی آپ ہی ہیں۔

الحمد للہ اس سال اللطیف اپنی عمر کی انتیسویں ۲۹ بہار سے لطف اندوز ہو رہا ہے اور یہ جدید شمارہ بھی سابقہ روایات سے پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہے۔ امسال بھی بزرگانِ حضرت مکان کی بلند پایہ معرکۃ الآراء تصانیف کے تراجم و تلخیصات اور اساتذۂ کرام و بیرونی اہلِ قلم اور طلباء کے مضامین کا متنوع و دلکش مجموعہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

نوید مسرت

امسال بھی مدراس یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء، منشی فاضل، ادیب فاضل میں اکثر طلباء نے شرکت کی۔ بحمد اللہ انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

امتحانات

مورخہ ۲۷ ر ماہ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹ ر ڈسمبر ۱۹۸۷ء روز شنبہ ششماہی امتحانات شروع ہوئے اور مسلسل ایک ہفتہ امتحانات چلتے رہے۔ نیز مورخہ ۲۵ ر رجب المرجب ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹ ر ماہ مارچ ۱۹۸۸ء کو سالانہ امتحانات ہوئے اور یہ تمام امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ہوتے رہے۔

عبا پوشی و عطائے اسناد

فضیلت مآب

اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کے زیر صدارت ۹ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ بروز شنبہ دار العلوم کا سالانہ تعلیمی اجلاس وسیع پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں علمائے کرام عمائدین شہر علم دوست حضرات مدعو تھے اعلیحضرت مدظلہ العالی نے اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عبا اور اسناد عطا فرمایا۔

اسباب صحت

دار العلوم کے میدان میں بعد نماز عصر مختلف گیمس والی بال، بیٹ منٹن، ٹنی کاٹ، کبڈی، وغیرہ کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ طلباء کے دل و دماغ اور ان کی صحت اچھی اور قائم رہ سکے۔

تقسیم انعامات

سالانہ جلسہ کے دن شام میں ایک دوسری نشست منعقد ہوئی، جس میں دینیات، مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیۂ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے، جنہوں نے وقتاً فوقتاً طلباء کی تشخیص و علاج فرمایا، نیز ادارہ مدیران اخبارات کا بھی تہِ دل سے مشکور ہے جنہوں نے دار العلوم کی تمام کارروائیوں کو شائع فرمایا۔

بالخصوص ادارہ جناب الحاج حکیم عبد المتین صاحب مالک ایلکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے سالنامۂ اللطیف کی کتابت وطباعت کا کام بروقت پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

ہم بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ اللہ ان تمام اشخاص کو جو دار العلوم سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا کرے۔

آمین۔ ثم آمین

شیخ الاسلام وارثی

از: مولوی حافظ
ابوالنعمان بشیر الحق قریشی
قادری ادہونی
استاد
دارالعلوم لطیفیہ
ویلور

ذیل کا مضمون تفسیر "سورۃ الجمعہ" کا تکملہ اور تتمہ ہے، جو سالانہ اللطیف سنہ ۱۴۰۲ھ میں شائع ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے اندر اسباب و وسائل اور ذرائع کا ایک وسیع اور ہمہ گیر سلسلہ پھیلا رکھا ہے جس کی وجہ سے یہاں ہر چیز کا حصول سبب اور ذریعہ کے راستہ ہی سے ممکن ہے اور انسان کے رزق کا معاملہ بھی اس اصول اور ضابطہ سے مستثنیٰ نہیں۔ اسی لئے اسلام نے اپنے متبعین کو حصولِ معاش کے لئے اسباب اور ذرائع کو اختیار کرنے ترغیب دلائی۔ اسی لئے کہا گیا فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (سورۃ الجمعہ) نماز ادا کرچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اپنا رزق تلاش کرلو۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر بیہقی کی ایک حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت عبداللہ بن عمر نے کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد فریضۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' فرائض کے بعد رزق حلال اور جائز معاش کی تحصیل اور طلب بھی فرض ہے۔

حصولِ معاش کے ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ تجارت بھی ہے، جس کو اسلام نے حلال قرار دے کر مومن کی معاشی زندگی میں خوشحالی اور آسودگی کی راہیں کھول دی' ارشادِ ربانی ہے واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ (سورۃ بقرہ) اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا۔

اسلام میں کسبِ معاش کی تعلیم و ترغیب

قرآن کریم ناطق ہے:۔

ولقد مکنٰکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا

معایش (سورۃ الاعراف)

اور ہم نے تمہیں زمین پر رہنے کی جگہ دی اور اس میں سامان زندگی پیدا کیا۔

وجعلنا النھار معاشا (سورۃ النبا) اور ہم ہی نے کمائی کرنے کے لئے دن کو بنایا تاکہ تم دن کی روشنی میں بآسانی روزی تلاش کرسکو۔

وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ (سورۃ المزمل) اور کچھ لوگ تلاش معاش کے لئے زمین میں نکل کھڑے ہوں گے۔

اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی بھی بکثرت منقول ہیں۔ یہاں چند حدیثیں ملاحظہ کیجئے جن کے مطالعہ سے درج ذیل پہلو نمایاں ہو رہے ہیں۔:-

مومن کو اپنی روزی اور رزق حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کرنی چاہئے اور کسب معاش حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے۔ اور جو شخص اپنی ذات' اور اس سے متعلق افراد و اشخاص پر خرچ کرے گا وہ اس کے لئے صدقہ اور نیکی ہے اور جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے حقوق العباد ادا کرنے کے لئے دست سوال پھیلانے کی ذلت سے بچنے کے لئے اور فقر و افلاس میں خود کو' اور اپنے اہل و عیال کو مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے مال و دولت کا حاصل کرنا اور اس کا جمع کرنا مستحسن ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال طلب الحلال واجب علیٰ کل مسلم۔ (طبرانی)

حضرت انس بن مالک کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر مسلمان پر حلال مال کا طلب کرنا فرض ہے۔

عن المقدام بن معدیکرب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ وان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدہ (بخاری)

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' کوئی رزق اس رزق سے بہتر نہیں جس کو انسان نے خود اپنے ہاتھوں سے کمایا ہو۔ بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام محنت کرکے اپنا رزق حاصل کرتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسئلۃ وسعیا علی اھلہ وتعطفا علی جارہ لقی اللہ یوم القیامۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر ومن طلب الدنیا حلالا مکاثرا مفاخرا مرائیا لقی اللہ تعالیٰ وھو علیہ غضبان۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو شخص حلال' اور

جائز طریقہ سے دنیا کا مال و متاع حاصل کرے گا سوال کی ذلت سے بچنے کے لئے اور اپنے اہل و عیال کی روزی حاصل کرنے کے لئے اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کرنے کے لئے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا اور دمکتا رہے گا۔

اور جو شخص مال و دولت حاصل کرے گا، اگرچہ کہ جائز اور حلال طریقہ ہی پر ہو، لیکن وہ دنیاوی مال و متاع اور دولت و ثروت کی کثرت پر ناز و فخر کرنے والا ہو۔ نیکی کے کاموں میں ریاکاری سے کام لینے والا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض اور ناخوش ہوگا۔

ما کسب الرجل کسبًا اطیب من عمل یدہ وما انفق الرجل علےٰ نفسہ واھلہ وولدہ وخادمہ فھو صدقۃ۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی رزق اور کمائی اس رزق سے بہتر نہیں جس کو انسان نے خود اپنے ہاتھوں سے کمایا ہو اور وہ جو مال بھی اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال اور اپنی اولاد اور اپنے خدام پر خرچ کرے، وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے جس پر اسے اجر و ثواب دیا جائے گا۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل اکتسب مالا من حلال فاطعم نفسہ او کساھا فمن دونہ من خلق اللہ تعالیٰ کان لہ بہ زکوۃ۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کسی نے بھی جائز اور حلال طریقہ سے کمایا اور اپنی دولت کو اپنی ذات اور اللہ کی مخلوق پر صرف کیا، تو یہ بھی اس کے لئے اجر و ثواب ہے۔

عن ابی ھریرۃ وحکیم بن حزام قالا قال رسول اللہ علیہ وسلم خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی وابدأ بمن تعول۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہترین صدقہ وہ ہے جو غنا کو باقی رکھ کر کیا جائے یعنی اہل و عیال اور بیوی بچوں کی ضروریات اور حاجات کے مطابق رکھ لے اور اس کے بعد صدقہ و خیرات کرے اور صدقہ و خیرات اور انفاق کی ابتداء ان لوگوں سے کر دے جو تمہاری پرورش اور تمہارے ماتحت ہیں۔

بخاری اور مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے متعلق ایک حدیث وارد ہے۔ جب وہ بیمار تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت و مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے اس موقعہ پر حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے نزدیک مال و دولت کافی ہے اور میرے ورثاء میں صرف لڑکی ہے۔ لہذا میں اپنے کل مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ نہیں۔

میں نے عرض کیا نصف مال۔ آپؐ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کی، تہائی مال۔ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اگرچہ کہ یہ بھی زیادہ ہے۔ اس کے بعد حضورؐ اکرم نے فرمایا:

انك ان تذر ورثتك اغنياء خير من ان تذرهم عالة يتكففون الناس وانك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت بها حتى اللقمة ترفعها الى فى امراتك۔

تم اپنے وارثین کو خوشحالی اور غنا کی حالت میں چھوڑو۔ یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تم انہیں بدحالی اور محتاجی کی حالت میں چھوڑو کہ وہ اپنی زندگی گذر بسر کے معاملہ میں لوگوں کے سامنے دستِ سوال پھیلائیں۔ اور بلاشبہ تم جو چیز بھی اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے خرچ کروگے تو تمہیں اس کا اجر و ثواب دیا جائے گا یہاں تک کہ اس لقمہ پر بھی تمہیں ثواب عطا کیا جائے گا جسے تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔

اسلام میں گداگری اور دستِ سوال دراز کرنے کی ممانعت

اسلام نے اپنے متبعین کو روزِ اول ہی سے یہ سبق دیا کہ تمہاری معاشی خوشحالی و آسودگی اور مادی ترقی کا راز حرکت و عمل، عزیمت و حوصلہ اور خود اعتمادی میں پوشیدہ ہے، لہٰذا تم ہمیشہ اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرو اور اپنی مدد آپ کے اصول پر گامزن رہ کر حصولِ معاش کے وسیع ذرائع اور امکانات سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ۔ چنانچہ اسی مقصدِ عظیم کی تکمیل کی خاطر ہادیِ اعظم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گداگری کی مذمت فرمائی۔ "تاکہ امت کے افراد میں پستی و بے عملی، جمود و تعطل اور دوسروں کے رحم و کرم پر جینے کا مزاج پیدا نہ ہو۔ ذیل کی حدیثیں اس حقیقت کی ترجمانی کر رہی ہیں۔

عن ابی هريرة رضى الله تعالىٰ عنهُ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لان يحتطب احدكم حزمة على ظهره خير له من ان يسأل احدًا فيعطيه او يمنعه - (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' آدمی بھیک مانگ کر اپنا پیٹ پالنے سے بہتر ہے کہ وہ اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کو لاد کر اس کو بیچ کر کھائے۔

ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ عرض کیا ایک ٹاٹ کا ٹکڑا ہے' جس کا ایک حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور ایک حصہ بچھا لیتے ہیں اور ایک لکڑی کا پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں۔ آپؐ نے دونوں چیزوں کو حاضر کرنے کے لئے فرمایا۔ وہ لائے تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک میں لے کر نیلام کیا کہ اسے کون خریدتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا

کہ میں ایک درہم میں خرید تا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دیگا؟ کسی دوسرے صاحب نے کہا میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپؐ نے دونوں چیزیں ان کے حوالے کر دیں اور یہ دونوں درہم انصاری کے دیتے ہوئے فرمایا۔ ایک کا غلہ خرید کر گھر میں دے دو۔ اور ایک کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ خرید کر لائے تو آپؐ نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں دستہ ڈالا اور فرمایا:

جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور اب میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ وہ گئے اور لکڑیاں کاٹ کر بیچتے رہے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے روز سوال تمہارے چہرہ پہ بدنما داغ بن کر ظاہر ہوتا دستِ سوال دراز کرنا صرف تین ہی آدمیوں کے لئے درست ہے:

انتہائی مفلس و نادار کے لئے یا تاوان والے کے لئے یا دیت والے کے لئے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

ترمذی کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغیر حاجت سوال کرتا ہے وہ گویا آگ کے شعلے کو پیٹ میں داخل کر رہا ہے۔

کسبِ معاش اور توکل علی اللہ

طلب معاش اور تحصیل رزق کے لئے وسائل اور ذرائع کا اختیار کرنا توکل علی اللہ کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اسباب و وسائل کو اختیار کرتے ہوئے مسبب الاسباب کو ذہن و دل سے فراموش نہ کر دے۔ دست بکار و دل بیار۔

امام قشیری فرماتے ہیں، توکل کا تعلق دل سے ہے، لہٰذا اللہ کی رزاقیت پر یقین و اعتماد کے بعد ظاہری حرکت و عمل، توکل کے منافی نہیں ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور طلب ہی کو حقیقی علت نہ سمجھے بلکہ حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے۔

اس بات کا ہمیں اعتراف ہے کہ توکل کے معاملہ میں بعض اہل اللہ اور مصلحین نے اسباب و ذرائع کو بھی نظر انداز کر دیا ہے لیکن اولاً تو اس قسم کا کردار خال خال ہی رہا ہے۔ اور ثانیاً بزرگوں کا یہ طرزِ عمل قابل تنقید نہیں ہے کیونکہ یہ چیز تو ان کے کمال ایمان اور رزاقِ مطلق کی رزاقیت پہ کمال ایقان کی علامت ہے، اور جس کسی کو بھی ایمان و ایقان اور توکل و اعتماد کا یہ مرتبہ و مقام حاصل ہو جائے جو اس حدیث میں وارد ہے، تو اس کو بھی بغیر وسائل کے رزق حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:-

لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و

تو وح بطانا۔　(ترمذی)

اگر تم بھی اللہ پر توکل کرتے جیساکہ توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی روزی دیتا جیساکہ پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو اپنے آشیانوں کی جانب شکم سیر واپس آتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ توکل ایک خالص قلبی عمل ہے اور ہر ایک کے قلب کی کیفیت جداگانہ ہوتی ہے، اور جب کسی کا دل اللہ کی رزاقیت پر کامل اعتماد کے ساتھ ٹھہر جائے تو اسباب کی وقعت چنداں نہیں رہتی۔ مجذوب حضرت قطبؒ ویلور کی مجلس میں ایک درویش تشریف لائے اور آپ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ جو رازقِ مطلق ہے، اگر میں ویلور کے پہاڑ پر جا بیٹھوں تو کیا وہ مجھے وہاں رزق پہنچائے گا؟ حضرت قطبؒ ویلور نے فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں رزق نہیں پہنچائے گا۔"

درویش نے پوچھا، وہ رزاق ہے کیوں نہیں پہنچائے گا؟

اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"جب تک تمہارا دل نہ بیٹھے، اللہ نہیں دے گا۔"

درویش یہ کہتے ہوئے روانہ ہوگئے کہ آپ نے سچ فرمایا۔

فقر و افلاس اور ثروت و غنا

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں توسط و اعتدال ہی امن و سلامتی اور عافیت ہے۔ فقر اور غنا دونوں کی انتہا بھی آزمائش اور فتنہ کا باعث ہے۔ چنانچہ زبانِ نبوت نے فرمایا:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاد الفقر ان یکون کفرًا۔　(بیہقی)

قریب ہے کہ آدمی فقر و افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے کفر کے ارتکاب پر بھی آمادہ ہو جائے۔

اور اسی طرح دولت کی کثرت بھی آدمی کو کفر اور معصیت کی جانب ڈھکیل سکتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خدشہ بھی ظاہر کیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:

میری رحلت کے بعد جب تم پہ دنیا کھول دی جائے گی (یعنی تم پہ اسبابِ عیش و راحت کی فراوانی ہو گی) تو اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا؟

ایک صاحب نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا خیر سے شر پیدا ہو گا (یعنی مال و دولت کا حاصل کرنا تو خیر ہے بھلا یہ چیز شر کا باعث کیونکر ہو سکتی ہے)؟

اس سوال پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر براہِ راست شر کا سبب نہیں ہو گا بلکہ کسی امرِ عارض اور واسطہ کی وجہ سے اس کو شر لاحق ہو گا۔ مثلاً بخل و حرص، اسراف یا حدِ اعتدال سے تجاوز ان عوارض کی وجہ سے شر کا ظہور و حدوث ہو گا۔

جس طرح موسمِ بہار میں گھاس اور سبزے کی کثرتِ استعمال سے جانوروں کی موت واقع ہوتی ہے یا مرنے کے قریب ہو جاتے ہیں حالانکہ ان سبزوں اور پودوں میں بذاتِ خود شر اور ضرر نہیں بلکہ یہ ضرر اور ہلاکت کھانے میں حرص اور افراط کی وجہ سے پیدا ہوا، اسی طرح مال و دولت کا حال ہے۔

اسلام اور تجارت

قوموں اور ملکوں کی اقتصادیات اور معاشیات میں تجارت کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت ہمیشہ حاصل رہی ہے، اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت کو نہ صرف مستحسن نظروں سے دیکھا بلکہ اس باب میں مفید تبدیلیوں، صالح اقدار اور رہنما اصول سے دنیا کو روشناس فرمایا، چنانچہ خود آپ نے بھی مکّی دور میں تجارت کی تجارت سے متعلق آپ کے ارشاداتِ گرامی ملاحظہ کیجئے۔

ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا حدثوا لم یکذبوا۔ واذا ائتمنوا لم یخونوا۔ واذا وعدوا لم یخلفوا۔ واذا اشتروا لم یذموا۔ واذا باعوا لم یمدحوا۔ واذا کان علیهم لم یمطلوا۔ واذا کان لهم لم یعسروا۔ (ترغیب از فضائل تجارت)

بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے، جو جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے۔ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ بیچنے والا کم قیمت میں دے) اور جب خود بیچتے ہیں تو زیادہ تعریف نہیں کرتے تاکہ زیادہ ملے اور اگر ان کے ذمہ کسی کی ادائیگی ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے اور اگر دوسروں کے ذمہ ان کی ادائیگی ہو تو وصول کرنے میں سختی نہیں کرتے۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچا امانتدار تاجر قیامت میں انبیائے کرام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامۃ (ترغیب از فضائل تجارت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سچا تاجر قیامت میں عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔

تسعة اعشار الرزق فی التجارة

نو حصے رزق تجارت کے اندر ہے۔ (التراتیب الاداریة)

مسلمان اور تجارت

تجارت کی غیر معمولی اہمیت اور دنیا و آخرت میں

اس کے فوائد و برکات اور ثمرات کی وجہ سے مسلمانوں نے تجارت سے غفلت نہیں برتی چنانچہ حضرات صحابہ میں مہاجرین تجارت پیشہ اور انصار زراعت پیشہ رہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ تجارت کیا کرتے تھے خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی تجارت برقرار رکھی تو حضرات صحابہؓ نے باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کو فکرِ معاش اور اس کی تحصیل سے بے نیاز کردینا چاہئے تاکہ وہ خلافت کی ذمہ داریوں کو یکسوئی کے ساتھ پورا کرسکیں، اس لئے حضرت ابو بکرؓ کو بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تو اس موقعہ پہ آپ نے ارشاد فرمایا:

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی واستغابت بامر المسلمین فسیاکل آل ابی بکر من ھذا المال — (بخاری)

میری قوم بخوبی واقف ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال کی کفالت کے لئے کافی ہے۔ مگر اب میں مسلمانوں کے امور و مسائل میں مصروف ہو گیا ہوں اس لئے ابو بکر کے خاندان والے بیت المال سے کھائینگے۔

اور حضرت عمر فاروق رضؓ کا ذریعۂ معاش بھی تجارت تھا اسلام کے قبل سے ان کا یہی مشغلہ تھا۔ اور اسلام کے بعد بھی قائم رہا۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے مختلف شہروں کے سفر بھی کئے بعض احادیث سے متعلق اپنی لاعلمی کی وجہ اپنی تجارتی مصروفیات بتلائی ہے جیسا کہ بخاری میں ہے:

اخفی علی ھذا من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الھانی الصفق بالاسواق۔

خلافت کی ذمہ داری کے بعد آپ کا یہ تجارتی شغل جاری نہ رہ سکا چنانچہ آپ کو بھی حضرات صحابہؓ نے بیت المال سے بقدر کفاف روزینہ مقرر کرا کے تجارت سے علیحدہ کردیا تاکہ آپ کا سارا وقت امت کی صلاح اور فلاح میں صرف ہوسکے۔

حضرت عثمان بن عفان کی معاش کا ذریعہ بھی تجارت تھا اور آپ کا تجارتی کاروبار لاکھوں کا تھا۔ عرب کے دولت مندترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اپنی غیر معمولی دولت و ثروت کی وجہ سے غنی کہلاتے تھے۔ اسلام کے خاطر لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد بھی شہادت کے وقت کروڑوں کی جائداد کے علاوہ پینتیس لاکھ درہم اور ڈیڑھ لاکھ دینار نقد موجود تھے۔

اور خلیفۂ چہارم حضرت علی رضؓ سے متعلق بخاری کی روایت ہے کہ آپ نے بھی اذخر کی تجارت کی ہے۔

خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابۂ کرام مثلاً حضرت عباس، حضرت عبدالرحمان ابن عوف، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مقداد، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کی مختلف تجارتوں کا تذکرہ کتب احادیث و سیر میں موجود ہے۔

صحابہ کے علاوہ امت کے جلیل القدر بزرگوں

نے بھی تجارت کی ہے۔ چنانچہ ائمۂ اربعہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان علیہ الرحمہ کا نام گرامی بہت ہی مشہور ہے۔ آپ بھی تاجر تھے اور آپ کی تجارت بھی وسیع پیمانہ پر تھی۔ بہت سے شہروں میں خرید و فروخت کے لئے ملازم مقرر تھے اور شہر کوفہ میں آپ کا ایک بہت بڑا کارخانہ تھا، جس میں کپڑا تیار ہوتا تھا اور دُور دراز ملکوں میں کپڑا جاتا تھا۔

اس تفصیل سے ہمارا منشا اور مقصد یہ ہے کہ تجارت صرف دنیا دار انسانوں کا پیشہ نہیں ہے، بلکہ انبیاء، صحابہ اور اولیاء اللہ کا مشغلہ رہا ہے۔ لہٰذا اس کو اختیار کرنا اپنے بزرگوں کی سنت پر عمل کرنا ہے۔

مُسلمانوں کی معاشی و اقتصادی حالت کا سُدھار

مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی خوشحالی اور معاشرتی و تمدنی ترقی کا راز تجارت، صنعت و حرفت اور مفید علوم و فنون کی تحصیل میں پوشیدہ ہے۔ ان چیزوں سے غفلت ولاپرواہی اور بے دلی انہیں زندگی کے ہر شعبہ میں دوسری قوموں کی محتاج اور دست نگر بنا دیگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ کے مسلمانوں سے کہا تھا:

علیکم بالتجارۃ لا تفتننکم ھذہ الحمراء علی دنیاکم تم تجارت کو اپنے اوپر لازم کرلو

ورنہ دوسری قومیں تمہارے لئے ایک آزمائش اور امتحان بن جائینگی۔

المدخل ابن الحاج میں ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے دَورِ خلافت میں ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے اور وہاں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی تجارتوں پر بیرونی اشخاص کا غلبہ اور تسلط بڑھ چکا ہے۔ اس صورت حال سے بے چین ہوگئے۔ اور مخصوص حضرات کے سامنے یہ بات کہی، تو ان لوگوں نے عرض کیا' اللہ نے ہمیں فتوحات اور مال غنیمت کی وجہ سے تجارت سے مستغنی کردیا ہے۔

اس پر حضرت عمرؓ بول اٹھے: اگر تم نے تجارت ترک کردی تو سمجھ لو کہ تم دوسری قوموں کے محتاج اور دست نگر ہوگئے۔

حضرت عمرؓ کی یہ پیشین گوئی پوری طرح سچ ہوئی، چنانچہ مسلمانوں نے جیسا ہی تجارت، صنعت و حرفت اور مفید علوم و فنون سے غفلت برتی تو ان کی معاشی و اقتصادی حالت پر ضرب کاری لگ گئی اور وہ زندگی کے میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے ہوگئے۔

اگر آج بھی مسلمان اپنی پستی کا احساس کرتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ دیگر مسائل سے ہٹاتے ہوئے تجارت صنعت و حرفت اور جدید مادی علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی جانب مبذول کریں تو وہ پھر جدید دنیا میں امامت و قیادت کا منصب حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اس مقام پر جاپانی قوم کی مثال شاید بے محل

نہ ہو گی کہ وہ کس طرح پستی سے بلندی کی جانب پہنچ گئی۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپانی قوم پوری طرح زوال و پستی سے دوچار ہو گئی تھی، اس کے بعد اس نے اپنی تمام تر توجہات سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں موڑ دی۔ یہاں تک کہ تیس سال کی مدت میں اپنی فاتح امریکی قوم پر اقتصادی اعتبار سے بالادستی حاصل کرلی۔ جاپان نے الکٹرانکس اور دوسرے شعبوں میں اتنی اعلیٰ درجہ کی مصنوعات تیار کیں کہ خود امریکہ کے لوگ اپنے ملک کی چیزیں چھوڑ کر جاپان کی چیزیں خریدنے لگے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپان امریکہ کا مقروض ہو گیا تھا، اب خود امریکہ جاپان کا مقروض بننے لگا۔ سنہ ۱۹۸۶ء میں امریکہ کا جو سامان جاپان میں آیا ان کی قیمت ۲۶ بلین ڈالر تھی۔ اس کے مقابلہ میں جاپان کا سامان جو امریکہ گیا ان کی قیمت ۸۵ بلین ڈالر ہے۔ اس طرح جاپان اور امریکہ کے درمیان تجارتی توازن ٹوٹ گیا۔

سنہ ۱۹۸۶ء میں امریکہ کے مقابلہ میں جاپان کا ٹریڈ لیس ۸۵ بلین ڈالر سے زیادہ تک پہنچ گیا۔ امریکہ آج دنیا کا سب سے بڑا مقروض ملک ہے اور جاپان دنیا کا سب سے بڑا مہاجن ملک۔

(الرسالہ، ۸۷ء جون)

اللہ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو تجارت صنعت و حرفت اور مختلف علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کے ذریعہ تعمیر نو کی جانب متوجہ فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کا ایک نمایاں مظہر طبقۂ نسواں پر احسان ہے۔ آپ سے قبل یہ جنس لطیف انتہائی ذلت وپستی کا شکار تھی۔ لڑکیوں کی ولادت شرم وعار کا باعث تھی اور مختلف وجوہ واسباب کی بناء پر انہیں قتل اور زندہ درگور کیا جارہا تھا۔

آپؐ نے ہی قتل اولاد کی اس لعنت کو ختم کیا اور لڑکیوں کی پرورش کی زحمت کو رحمت سے بدل دیا کہ جس شخص نے تین لڑکیوں (یا تین بہنوں) کی پرورش کی اور انہیں تعلیم وتادیب اور تہذیب سکھلائی اور ان کے ساتھ رحم وکرم کا سلوک کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ نے جنت واجب فرمادی۔ (مشکوٰۃ) اور جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعہ آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرکے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائینگی۔ (مشکوٰۃ)

مرد اور عورت کے ازدواجی تعلق کو اخلاق اور روح کی ترقی کے منافی تصور کیا جارہا تھا اور تجرد و رہبانیت کو روح اور اخلاق کی ترقی کی معراج خیال کیا جارہا تھا، آپ نے اس منفی اندازِ فکر ہی کو مثبت پہلو سے بدل دیا اور دنیا پر واضح کردیا کہ ازدواجی زندگی کے ذریعہ ہی اخلاق اور روح کی تکمیل عمدہ اور بہتر طریقہ پر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ نکاح کو مرد وعورت کے درمیان باہمی انس ومحبت اور الفت ومودت کا سبب قرار دیا، اور عورت کو اس کے شوہر کی وفات کے بعد بیوہ رہنے کی رسم کا قلع قمع کیا اور بے شوہر والی عورتوں کو نکاح کی اجازت فرماکر انہیں پُر مسرت زندگی کے آغاز کا موقعہ عنایت فرمایا۔ اس اجازت ورعایت کے باوجود بھی اگر کوئی عورت بن شوہر رہ جائے تو اس کے ساتھ حسن سلوک کے خصوصی احکامات صادر فرمایا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی پیدائش کو مصیبت اور بوجھ تصور کرنے کی مسموم فضا ختم کردی اور اسکی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتہذیب کا حق دلایا اور نکاح میں اس کی رضامندی اور شوہر کی ظالمانہ

زندگی سے رہائی کے لئے خلع کا اختیار عطا کیا اور جا بجا
میں مختلف حیثیتوں سے وراثت کی حقدار بنایا اور حقوق
میں مساوات کی نعمت سے بہرہ ور کیا۔ یہ وہ انعامات و
اکرامات ہیں جو تاریخ میں پہلی مرتبہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ
وسلم کے صدقہ سے عورت کے حصہ میں آئے۔ ذیل میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ کیجئے:۔

من کانت له انثٰی فلم یئدها و
لم یهنها ولم یؤثر ولده علیها ادخله الله
الجنة۔ (ابو داؤد)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
جس کے گھر لڑکی تولد ہوئی اور اس نے اُسے زندہ در گور
نہیں کیا۔ اور نہ اس کو حقیر جانا۔ اور نہ لڑکے کو اس کے
مقابلے میں ترجیح دی تو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ جنت میں
داخل کرے گا۔ (ابو داؤد)

من عال ثلاث بنات فادّبهنّ
وزوّجهنّ واحسن الیهنّ فله الجنة۔ (ابو داؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس
شخص نے تین بیٹیوں کی پرورش کی اور ان کو اخلاق
و آداب سکھایا۔ اور ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ حسن
سلوک کیا تو ایسے آدمی کے لئے جنت ہے۔ (ابو داؤد)

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا کلها متاع وخیر متاع
الدنیا المرأة الصالحة۔ (مسلم)

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دنیا کی ہر چیز متاع ہے،
اور دنیا کی بہترین متاع اور پونجی صالح بیوی ہے۔

عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود فانی
مکاثر بکم الامم (ابو داؤد)

معقل بن یسار فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
شوہر سے محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا
کرنے والی عورت سے نکاح کرو تاکہ میں تمہاری کثرت پر
دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر اور ناز کر سکوں۔

عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم انه یقول ما استفاد المومن بعد تقوی
اللہ خیراً له من زوجة صالحة۔ ان امرها
اطاعته وان نظر الیها سرّته وان اقسم علیها
ابرته وان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله
(ابن ماجه)

ابو امامہ کہتے ہیں کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بخدا، اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد سب سے زیادہ بہتر و
مفید چیز جو ایک مومن اپنے لئے انتخاب کرتا ہے وہ صالح
بیوی ہے۔ اگر وہ اس کو کسی بات کا حکم دے تو وہ فوراً اس
پر عمل کرے۔ اور اگر وہ اس کو قسم دے تو وہ قسم پورا
کرے اور اگر غائب ہو تو اپنی عصمت اور اس کے مال کی

حفاظت کرے۔

جاءت نعیبة بنت عمرو الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقول یا رسول اللہ، ذھب الرجال بالاجور۔ یشھدون الجمع والجماعات والجھاد فی سبیل اللہ فما ذا بقی لنا؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یانسیبةُ ان حسن تبعّل احداکن لزوجھا وطلبھا لمرضاتہ یعدل کل ما ذکرتِ من اجور الرجال۔ (حدیث)

حضرت نعیبہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! مرد اجر و ثواب کے معاملہ میں ہم سے آگے بڑھ گئے۔ وہ جمعہ اور اجتماعات اور جہاد میں شریک ہوتے ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اے نعیبہ! تم میں سے ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ بہتر طریقہ سے زندگی بسر کرے، اور اس کی مرضی کو پورا کرے تو یہ ان تمام اعمال کے برابر ہے، جن کا تم نے مردوں کے سلسلہ میں ذکر کیا۔

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفرك مومن مومنة ان اکرہ منھا خلقًا رضی منھا آخر۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کوئی مومن شخص کسی مومن عورت سے نفرت نہ کرے۔ اگر اس کی کوئی خصلت و عادت اس کو ناپسند ہوگی تو کوئی خصلت اس کی پسند کے موافق ہوگی۔

عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی واذا مات صاحبکم فدعوہ۔ (ترمذی)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو۔ اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم میں سب سے اچھا ہوں اور جب تم میں سے کوئی شخص رحلت کر جائے، تو اس کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کیا کرو۔

عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ۔ (ترمذی)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کامل ترین مومن تو وہی شخص ہیں، جس کے اخلاق اچھے ہوں، اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ لطف و کرم اور مہربانی سے پیش آتے ہیں۔

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائھم۔ (ابو داؤد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کامل ترین مومنین تو وہی ہیں، جو اخلاق حسنہ سے آراستہ ہوں اور تم میں بہترین اشخاص وہی

ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہوں۔

عن ابی هریرة قال۔ قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ای النساء خیر قال التی تسرہ اذا نظر وتطیعه اذا امر۔ ولا تخالفه فی نفسها ولا فی مالها بما یکرہ۔ رواہ النسائی۔ (مشکوٰۃ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے بہتر عورتیں کون ہیں؟ فرمایا وہ عورت کہ مرد جب اسے دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے۔ اور مرد جب کسی کام کا حکم دے تو وہ اس کو پورا کرے اور اپنے نفس اور اپنے مال میں وہ مرد کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کرے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خیر نساء رکبن الابل صالح نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی ازواج فی ذات یدہ۔ (بخاری)

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عرب کی خواتین میں قبیلہ قریش کی صالح عورتیں بہترین ہیں جو چھوٹے بچوں پر شفیق و مہربان ہوتی ہیں اور شوہروں کے مال کی حفاظت کرنے والی اور امانت دار ہوتی ہیں۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اربع من اعطیهن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرة قلب شاکر ولسان ذاکر وبدن علی البلاء صابر وزوجة لا تبغیه خونا فی نفسها ولا ماله رواہ البیهقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار چیزیں ہیں جن کو وہ دی گئیں، تو اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی دے دی گئی۔ لسان ذاکر بدن صابر اور ایسی بیوی جس کے نفس اور اپنے مال میں اس کو کوئی ڈر نہ ہو۔

الا ان لکم علی نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آگاہ رہو تمہاری عورتوں کے اوپر تمہارا حق ہے اور تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کا حق ہے۔

عن حکیم بن معٰویه القشیری عن ابیه قال قلت یا رسول اللہ ما حق زوجة احدنا علیه قال ان تطعمها اذا طعمت و تکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه و لا تقبح ولا تهجر الا فی البیت۔ (ابوداؤد)

حکیم معاویہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم پر بیوی کا حق کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ جب تم کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ۔ جب تم پہنو تو انہیں بھی پہناؤ۔ اور انہیں زد و کوب اور گالی نہ دیا کرو اور اپنے گھر کے

باہر نہ چھوڑو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المرأۃ خلقت من ضلع لن تستقیم لک علی طریقۃ فان استمتعت بھا و بھا عوج وان ذھبت تقیمھا کسرتھا و طلاقھا۔ (مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے لہٰذا اس کے مزاج ہی میں کجی رہے گی، تم اس چیز کو برداشت کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاؤ، اس کے برعکس اس کو سیدھا کرنے کے درپے ہو جاؤ گے تو اس کو توڑ دو گے۔ اس کا توڑنا طلاق دینا ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا۔ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی مانند ہے (یعنی وہ کمزور و نازک اور انفعالی طبیعت پر بنائی گئی ہے) اگر تم اس کو شدت و سختی کی راہ سے سیدھا کرو گے تو تم اس کو توڑ دو گے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استوصوا بالنساء فان المرأۃ خلقت من ضلع وان اعوج شئی فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اس کے اوپر کے حصہ میں ہوتی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو تو تم اس کو توڑ دو گے۔ اور اگر ایسا ہی چھوڑ دو تو وہ ویسی ہی رہے گی (اور اس سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو) لہٰذا تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک اور شریفانہ برتاؤ کرنے کی میری نصیحت مان لو۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت آمرا احداً ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا۔ (ترمذی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

عن طلق بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ فلتاتہ وان کانت علی التنور۔ (مشکوٰۃ)

طلق بن علی کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شوہر جب اپنی بیوی کو کسی ضرورت سے بلائے تو فوراً اس کا حکم ماننا چاہئے خواہ وہ کیسے ہی ضروری کام میں مشغول ہو۔

عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ ماتت وزوجھا عنھا راض دخلت الجنة ۔ (ترمذی)

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت اس حال میں وفات پائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثہ لاتقبل لھم صلوۃ ولا تصعد لھم حسنۃ ۔ العبد الآبق حتی یرجع الی موالیہ فیضع یدہ فی ایدیھم ۔ والمرأۃ الساخط علیھا زوجھا والسکران حتی یصحو ۔ (بیہقی)

حضرت جابر کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین آدمی ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی شمار کی جاتی ہے ۔ ایک غلام جو اپنے آقا سے بھاگ جائے جب تک کہ وہ واپس آکر اپنے آپ کو آقا کے حوالے نہ کرے ۔ دوسری عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو ۔ تیسرا شرابی جب تک کہ وہ ہوش میں نہ آئے ۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ اذا صلت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنة شأت ۔ (مشکوٰۃ)

انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا عورت پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور بدکاری سے خود کو بچائے رکھا اور شوہر کی اطاعت و فرماں برداری کی تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے ۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی (مشکوٰۃ)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نکاح کیا اس نے نصف دین مکمل کیا اب اس کو چاہیئے کہ باقی نصف دین میں تقوے اختیار کرے ۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تر للمتحابین مثل النکاح (مشکوٰۃ)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے نکاح کے سوا کوئی اور طریقہ ایسا نہیں دیکھا ہوگا جو دو اجنبی کے درمیان میں انتہائی درجہ کی محبت پیدا کر دے ۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک ۔ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی عورت سے نکاح
چار چیزوں کو دیکھ کر کیا جاتا ہے' اس کا مال' اس کا حسن
اس کا حسب ونسب اور اس کی دینداری۔ اور جس نے دینداری
دیکھ کر شادی کی تو وہ کامیاب رہا۔

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ (ابوداؤد)

ابن عمر رضی اللہ عنہ' کا کہنا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' حلال چیزوں میں خدا
کے نزدیک سب سے بری چیز طلاق ہے۔

الا ادلك على افضل الصدقة بنتك
مردودة اليك ليس لها كاسب غيرك (ابن ماجہ)

ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ افضل صدقہ کیا ہے؟
تمہاری بیٹی جو بیوگی یا طلاق کی وجہ سے تمہارے گھر پہنچ
گئی ہو اور تمہارے سوا کوئی اس کا کمانے والا نہ ہو'
یعنی ایسی لڑکی کے ساتھ حسن سلوک اور اسکی دیکھ بھال
افضل ترین صدقہ اور نیکی ہے۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایما امراة سالت زوجها طلاقا فی
غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة (ترمذی)

ثوبان رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جو عورت اپنی نفسانی خواہشات
اور بلا کسی وجہ اپنے شوہر سے طلاق چاہے اس پر جنت کی
بو حرام ہے۔

عن اسامة بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ما ترکت بعدی فتنة اضر علی
الرجال من النساء۔ (مسلم)

اسامہ رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں
فتنہ کوئی نہیں ہے۔

عن جابر قال' قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الا لا یبیتن رجل عند امراة ثیب
الا ان یکون ناکحا او ذا محرم۔ (مسلم)

جابر رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ کوئی شخص کسی جوان
عورت کے ساتھ تنہائی میں رات بسر نہ کرے سوائے اس
کے شوہر یا محرم کے۔

عن عقبة بن عامر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی النساء
(بخاری)

عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ:
حضور اکرم نے تاکید کی کہ اجنبی عورتوں کے
پاس ہرگز مت جاؤ اور نہ اس سے راہ و رسم رکھو۔

انی لاقوم فی الصلوٰة ارید ان اطول
فیها فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلاتی
کراهیة ان اشق علی امه۔ (بخاری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں مسجد میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، یہ چاہتا ہوں کہ اسکو لمبا کروں، لیکن کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو اپنی نماز کو مختصر کرلیتا ہوں تاکہ اس کی ماں کو تکلیف نہو۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہٗ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال - یارسول اللہ من احق الناس بحسن صحابتی - قال امك قال ثم من - قال امك - قال ثم من قال امك - قال ثم من قال ابوك - (الادب المفرد)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور پوچھا، اے خدا کے رسول - میرے نزدیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں - اس نے پوچھا پھر کون ہے - ارشاد فرمایا تمہاری ماں - اس نے کہا پھر کون؟ اس پر آپ نے جواب دیا - تمہارے والد -

ان الجنۃ تحت اقدام امھاتکم (حدیث)

جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے -

یعنی ماں کی خوشنودی اور خدمت گذاری کے ذریعہ جنت حاصل کریں -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ احادیث سے جن مطالب و معانی اور مقاصد کی نشان دہی ہو رہی ہے ان کا ایک مختصر جائزہ ملاحظہ کیجیے :-

اولاد کو کبھی اور کسی شکل و صورت میں ضائع نہیں کرنا چاہئے - بیٹیوں کی ولادت پر مایوس اور بد دل نہ ہونا چاہئے اور نہ بیٹوں کو ان پر ترجیح دینی چاہئے - لڑکیوں کو تعلیم اور تہذیب سکھلانی چاہئے - جو دوسرے لفظوں میں خاندانوں اور قبیلوں کو تعلیم و تربیت دینا ہے - لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی شادی بیاہ کی خدمت پہ باپ کو دوزخ سے رہائی نصیب ہوگی - بیوگی یا طلاق کی وجہ سے بیٹی گھر پہنچ جائے تو اس کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہئے جو ایک افضل ترین نیکی ہوگی -

آدمی کو نکاح کرنا چاہئے - یہ نصف دین کی تکمیل ہے اور اس کی برکت سے ایک مرد اور عورت کے درمیان حقیقی محبت و الفت پیدا ہوتی ہے - بیوی کے انتخاب میں مال و دولت، حسن و جمال اور حسب و نسب سے بڑھ کر اسکی دینداری اور اخلاقی حیثیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے - دنیا کی بہترین پونجی اور سرمایہ نیک اور صالح بیوی ہے -

شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرنا چاہئے اور اس کو اپنی طرح کھلانا پلانا اور پہنانا چاہئے اور مار پیٹ اور گالی دینے سے پرہیز کرنا چاہئے اور معقول عذر کے بغیر طلاق دینے سے اجتناب کرنا چاہئے -

عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت ہر حال میں کرے - اس کے مال کی حفاظت

کرے، اپنی عزت آبرو کی حفاظت کرے، بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان پر شفقت و مہربانی کرے۔ نماز اور روزہ کی پابند رہے۔ شوہر کی ناراضگی کے باعث عورت کی نماز مقبول نہ ہوگی اور اس کا کوئی نیک عمل بھی نیکی میں شمار نہیں ہوگا۔ اور جب وہ دنیا سے وفات پائے تو اس کا شوہر اس سے راضی رہے تو ایسی عورت جنت میں داخل ہوگی۔ عورت کو اپنی نفسانی خواہشات کے تحت شوہر سے خلع طلب نہیں کرنا چاہئے۔

مردوں کو اجنبی عورتوں سے راہ و رسم نہیں رکھنا چاہئے اور تنہائی میں ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہئے۔ عورت ایک آزمائش اور فتنہ ہے۔

ماں کو اس کے بچہ کے تعلق سے کسی بھی قسم کی ایذا رسانی سے اجتناب کرنا چاہئے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ ماں کی خدمت گذاری کا صلہ جنت ہے۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی زندگی کی تین منزلوں (بیٹی، بیوی، ماں) میں اس کی عزت و شان اور مرتبہ و مقام کو بلند رکھا۔ عورت کے موضوع پر تمام حدیثوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح نمایاں ہو جائیگی کہ رحمت عالم نے عورت پر کیا کیا رحمتیں، عنایتیں اور نوازشیں کی ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

اللطیف 1986ء میں "چہار پیر چودہ خانوادے" کے موضوع پر لکھتے ہوئے میں اس بات کو بھی زیر بحث لانا چاہا تھا کہ گو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ختم ہو چکی لیکن آپ کی ولایت سلاسل فقراء میں اب بھی باقی و جاری ہے۔ خرقۂ فقر اور علوم باطنی کی وراثت انہی سلاسل سے جاری ہے جو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتے ہیں۔ یہی علمائے ربانی ہیں بر عکس علمائے ظواہر کے۔ اگر علماء ظاہر دین اسلام اور زمین کی زینت ہیں تو علماء ربانی ملکوت کی زینت چونکہ اس موضوع کی نوعیت اور حدود میں یہ تفصیل سما نہیں سکتی اس لئے "ورثۃ الانبیاء" کے موضوع پر یہ الگ ہی مضمون ناظرین کے پیش خدمت ہے، ناچیز نے اس مضمون کے لئے کئی ذرائع سے استفادہ کیا ہے جس میں خاص طور پہ شیخ اکبرؒ کی فتوحات مکیہ اور مشہور و معروف اہل تصوف ڈاکٹر میر ولی الدین اور محمد فاروق خاں حضرات کے تصانیف قابل ذکر ہیں۔

کامی ویلوری

حدیث شریف ہے: "انّ الانبیآء لم یورثو دینارًا ولا درھما وانما ورثو العلم"

ترجمہ: انبیاء کرام دینار اور درہم میراث میں نہیں چھوڑتے بلکہ علم کو میراث میں چھوڑتے ہیں۔

یہ علوم شریعت و طریقت و حقیقت انبیاء علیہ السلام کا سرمایہ تھا اور ان کی میراث قرار پایا۔ ان کا انحصار قرآن اور سنت پر ہے۔

علم شریعت: حدود اللہ، الحقوق والفرائض حقوق العباد کے لئے یہ علم اولین ضروریات سے ہے۔ اس پہ وصُول الی اللہ کا انحصار ہے۔

علم طریقت: مقام قرب الٰہی کے حصول کے لئے اس علم کا جاننا ضروری ہے۔ اس علم کا تعلق تزکیۂ نفس۔ نفس کے پوشیدہ خواہش شہوات سے نجات کے لئے جد و جہد۔ اعمال کا محاسبہ

نفس کی نگرانی، آفات کی شناخت، متعینہ اشغال اعمال اذکار و نوافل جیسے عبادات تخلیہ سے ہے۔

علم حقیقت: قرب الٰہی علم حقیقت کے جاننے سے بھی وابستہ ہے، حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا علم جس سے اس کی روز نئی شان ظاہر ہے۔ یہی علوم انبیاء علیہ السلام کا سرمایہ تھے۔ اس وراثت کے وہی حقدار کہلائیں گے جو دل وجان سے افعال واشغال۔ اقوال و اعمال اور حال سے انبیاء علیہ السلام سے منسوب ہو سکیں۔

منصب نبوت کیا ہے؟

یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔

وحی کے ذریعے حاصل کیا ہوا پیام سنانا، نفس کا تزکیہ کرنا۔ کتاب اور اس کی حکمت کی تعلیم دینا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرشد، ہادی، شارع۔ قاضی، حاکم سب کچھ تھے۔ اگر کتاب یونہی نازل ہو جاتی تو اس کے مفہوم کی وضاحت میں اختلافات کا ہونا لازمی تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کے صحیح مفہوم کی فیصلہ کن وضاحت کے لئے کسی کا تقرر ہو جائے۔ ایسا تقرر حق تعالیٰ کی جانب سے بندوں پہ واقعی بڑا احسان تھا۔ (لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً ۔۔۔۔ آل عمران ۱۶۴) یہ حق تعالیٰ کا احسان تھا کہ رسول کو بھیجا جس نے اپنی عملی زندگی کے ذریعے نمونہ پیش کیا جس کو اپنا کر بندہ ایسی زندگی بسر کر سکے جیسا اس کا

باقی آئندہ

اس رو سے اختلاف (غرضی و بے غرضی) کی بیخ کنی ہو گئی یہی نہیں بلکہ اس کتاب کے صحیح مفہوم و منشاء کو سمجھنے میں صحیح غلطیوں کا امکان بھی روک دیا گیا۔ اس تفہیم کی ضرورت کسی فرشتے سے پوری نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے کہ فرشتہ انسانی تقاضوں سے جیسے بھوک و پیاس و دیگر ضروریات زندگی سے بے نیاز ہے اس لئے ضروری تھا کہ جو بھی اس کتاب کی تفہیم کر سکے وہ تقاضائے بشریت کا پورا پورا حامل ہو۔ انسان کو انسانیت کی تعلیم کے لئے۔ اولاد آدم کو آدمیت سے واقف کرانے کے لئے کسی نبی کو انسان کی شکل ہی میں آنا ضروری اور لازمی تھا۔ یہی تقاضا تھا کہ جو (کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین) آدمؑ سے آگے نبی ہو عرش سے فرش پر آئے تو انساں ہی کی شکل میں آئے۔ انسانوں کو پاس بلانے کے لئے صورتِ انسان میں انسانی زندگی بسر کرے تاکہ انسانوں کی سمجھ میں آسکے۔ نیز کتاب اللہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ نبیٔ کریم کو اللہ نے انسانوں کے بیچ فیصلہ کا بھی اختیار دے دیا۔

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ۔ (النساء ۱۰۵)

اے نبی ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اللہ کی دکھائی ہوی روشنی میں فیصلہ کرو۔

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما

شجر بینھم ثم لا یجد فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (النساء ۶۵)

بس (اے نبی) تمہارے رب کی قسم یہ لوگ ایمان لانے والے نہ ہوں گے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو تصفیہ کرانے والا نہ مان لیں اور اس کی طرف سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔

ومن یطع اللہ ورسولہٗ فقد فاز فوزاً عظیما۔ (الاحزاب ۷۱)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچیگا۔

اس طرح نبی کریمؐ کا شارح ہونا تشریعی اختیارات سے مامور ہونا قرآن سے اور آپؐ کی عملی زندگی کے کئی واقعات سے ثابت ہے۔ الغرض قرآن کریم ایسی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے جس سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کی حد نہیں تھی۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔ نبوت سے پہلے بھی ان کی زندگی بے داغ ہوتی ہے۔ یہ قرب فرائض کے مقام پہ ہوتے ہیں۔ جہاں خدا عامل اور بندہ فاعل ہوتا ہے، کلام اس کا، لیکن زبان اس کی۔ ارادہ اس کا لیکن حرکت اس کی۔ وعدہ اس کا لیکن ذمہ اُس کا! یہ سارا انتظام وحی کے ذریعے فرماتا ہے اور نبیؐ کی ہر حرکت پر نگران اور متوجہ رہتا ہے اور یہ رابطہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

وحی کے ذریعے صرف کتاب ہی کا نزول نہیں ہوتا۔ "کتاب" کے "علاوہ" بھی خدا کی طرف سے وحی آتی رہی ہے۔ کتنے انبیاء گزرے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ پھر بھی وحی کے ذریعے وہ "معلوم" تھے۔ ان کی قوم بھی ان کی تعلیمات پہ مامور تھی۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت توریت عطا ہوئی جب فرعون غرق ہوگیا اور قوم بنی اسرائیل کو لے کر وہ طور کے دامن میں پہنچے۔

(الاعراف ۱۳۸ تا ۱۴۷)

جب تک مصر میں رہے کوئی کتاب نہیں اُتری۔

قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ "کتاب" کے علاوہ بھی خدا نے نبیوں پر وحی کے ذریعہ حکم فرمایا۔ مثلاً موسیٰؑ کا فرعون کے دربار میں جادوگروں کے سانپوں سے ڈر جانا اور حق تعالیٰ کا فوری ارشاد "لا تخف۔ انت الاعلیٰ" رات کے اندھیرے میں جب موسیٰؑ قوم کو لے کر چلے پیچھے سے اور جب دریائے نیل پر پہنچے تو حکم ہوا "اضرب بعصاک البحر" (مار اپنے عصا سے دریا پہ) اسی طرح نوحؑ کو بھی وقتاً فوقتاً وحی حاصل ہوتی رہی ہے۔

قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی آخر الزمانؐ پر بھی وحی خفی نازل ہوتی تھی۔ چنانچہ حضورؐ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور بیت الحرام کو قبلہ بنانے کا حکم نازل ہوا۔ اس سے لازمی طور پہ ماننا پڑے گا کہ قبلۂ اول کو خدا نے ہی مقرر فرمایا تھا وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من تتبع

الرسول عن ینقلب علیٰ عقبیہ ۔ (البقرہ ۱۴۳)

(جس قبلہ پر تم تھے اسے تو ہم نے اسی لئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ کون رسول کا اتباع کرتا ہے اور کون الٹے پھر جاتا ہے اس سے ۔)

کوئی آیت قرآن کی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں اول قبلہ کے تقرر کا اور اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ کو وحی خفی کے ذریعے ان باتوں کا علم دے دیا جاتا تھا جو قرآن میں درج نہیں ہوا۔

جنگ اُحد کے دوسرے ہی دن مسلمانوں کو حضورؐ نے حکم فرمایا کہ کافروں کا پیچھا کرو تا کہ وہ دوبارہ ہم پر غفلت میں حملہ نہ کر بیٹھیں ۔ یہ حکم اس وقت دیا گیا جبکہ مسلمان شدید زخمی ہو چکے تھے اور کفار کا پیچھا کرنے کے لئے تیار ہو گئے ۔ قرآن سے اس بات کی تصدیق ہے کہ کفار کا پیچھا کرنے کا حکم حق تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا ۔ حالانکہ قرآن میں کہیں بھی ایسی آیت نہیں ہے جس میں کافروں کا پیچھا کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

(.... الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح = (آل عمران ۱۷۲) جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا ۔ اور لڑنے کے لئے تیار ہو گئے جبکہ وہ زخم کھا چکے تھے ... اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی وحیٔ خفی کا نزول ہوتا تھا ۔

جنگ بدر کے خاتمے پر سورۂ انفال نازل ہوئی اس پر حق تعالیٰ کا تبصرہ ملاحظہ ہو ۔

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ ویقطع دابر الکافرین ۝ (الانفال ۷)

(اور تم اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجاوے گی اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد (قوت) کو قطع کر دے) اس آیت سے ظاہر ہے کہ نبیؐ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ایمان والوں کو دو گروہوں میں سے ایک پر قابو عطا کیا جائے گا۔ لیکن قرآن میں اس "وعدہ" کی جو جنگ سے پہلے کیا گیا تھا کوئی آیت نہیں ملتی ۔ تو ظاہر ہے کہ یہ "وعدہ" قرآن کے علاوہ کسی دوسری وحی کے ذریعہ کیا گیا تھا ۔

اسی طرح حضور صلعم نے ایک بار اپنی کسی بیوی سے راز میں کوئی بات کہدی ۔ انہوں نے یہ راز دوسری کو بتا دیا ۔ حضورؐ کو وحی کے ذریعہ اس کی خبر ہو گئی ۔ (التحریم)

(جب نبیؐ نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے راز میں ایک بات کہی ۔ جب اس بیوی نے اس کی خبر دوسری بیوی کو کر دی اور اللہ نے نبیؐ پر اس کو ظاہر کر دیا تو اس کا کچھ حصہ بتا دیا اور کچھ حصہ ٹال دیا ۔ جب اس بیوی نے پوچھا کہ آپ کو کس نے خبر دی تو نبیؐ نے کہا مجھے خبر دی بڑے خبر رکھنے والے نے) ۔ مگر قرآن میں نبیؐ کو ایسی خبر دیے جانے کی کوئی آیۃ

نہیں کہ تمہاری بیوی نے راز کی بات دوسری سے کہدی۔

اسی طرح جنگ بدر کے سلسلے میں حق تعالےٰ کا ارشاد: اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین (الانفال ۹)

اس وقت کو یاد کرو کہ جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے۔

یہاں مسلمانوں کی "فریاد" کا ذکر جو انہوں نے کی تھی کسی آیت سے نہیں ملتا حالانکہ مذکورہ آیت اس فریاد کے جواب میں ہے۔ اس قسم کی وحی خفی کو وحیٔ غیر متلو بھی کہتے ہیں۔

السُنّۃ ایضاً تنزل علیہ بالوحی کما ینزل بالقرآن الا انما لا یتلیٰ کما یتلیٰ القرآن - (ابن کثیر)

سنت بھی آپ پر وحی کے ذریعہ نازل ہوئی جس طرح کہ قرآن نازل ہوا۔ لیکن فرق یہ کہ قرآن وحی متلو ہے اور سنت و حدیث وحیٔ غیر متلو۔ تو معلوم ہوا کہ:-

(۱) ایک وہ وحی ہے جس کے ذریعہ قرآن نازل ہوا جبرئیل امین کے ذریعے حضور ؐ کے قلب مبارک پر

(۲) براہ راست وحی جسے القاء و الہام کہا جاتا ہے۔ یا حق تعالیٰ کے حضور کا خاص قرب میں ہونا جیسے فرمایا آپ نے ایکوقت حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (میرے اور رب کے درمیان ایک خاص وقت ہوتا ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ پر مار سکتا ہے نہ کوئی نبی مرسل)۔

(۳) پردہ کے پیچھے سے یوں کلام کیا جاتا کہ آواز آئے لیکن بولنے والا دکھائی نہ دے' باور نہیں تو دور کا نہیں طور کا واقعہ لیجئے۔ ایک درخت سے اچانک آواز آئی "یا موسیٰ" لیکن بولنے والا دکھائی نہ دیا۔

(۴) خواب کے ذریعہ بھی خدا نے اپنے نبی ؐ کو ہدایت دی' اس کی تصدیق بھی قرآن کرتا ہے۔ حضور ؐ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہو گئے اور کعبہ کا طواف کر رہے تھے آپ کا خواب پورا ہوا۔ خدا نے آپ ؐ کو یہ خواب دکھایا تھا۔ اس کی تصدیق قرآن سے ثابت ہے۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام (بے شک اللہ نے اس کے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے) یہ ہیں مثالی طور پہ وہ ذرائع جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم سے آگہی ہوا کرتی تھی' ------

------- اس کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جو خطراتِ رحمانی کی صورت میں آشکار ہوتے ہیں جو محسوسات کے منت کش نہیں۔ مثلاً خیال کو لیجئے۔ خیال سب کو ملا ہے اس پر کسی کا پہرہ نہیں۔ یہ آزاد ہے۔ خیال کا آزاد رہنا اور ہے' آزاد خیالی اور ہے۔ خیال محدود نہیں رہتا۔ یہ کب آتا ہے کب جاتا ہے' کچھ پتہ نہیں۔ خیال آتا رہا خبر نہ ہوئی۔

خیال جاتا رہا۔ خبر نہ ہوئی۔ انسان کو اسیر کر سکتے ہو' خیال
کو نہیں۔ چادر اوڑھ لو' تو بھی نہیں بلکہ اور بھی تیز ہو جاتا
ہے۔ تاریکی میں اور بھی زور پکڑتا ہے۔ فطرت کا تقاضا تو
یہ ہے کہ چاہوں کہ کوئی خیال نہ آوے لیکن یہ بھی ایک خیال
ہے' یہ وہیں جاتا ہے جہاں آنکھوں نے دیکھا ہو۔ نامعلوم
جگہ پر نہیں جا سکتا۔ قوتِ متخیلہ اک نعمت ہے تاکہ آنکھوں
سے دیکھی ہوئی چیزیں یا مناظر اس خزانۂ خیال سے لیں ـــ

نورِ محمدیؐ نے عرش سے فرش تک کائنات کے
احاطۂ بے انتہا میں کیا کچھ نہیں دیکھا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی نبوت میں خاص تھی قوتِ متخیلہ۔

(کیمیائے سعادت) انسان آنکھوں سے دیکھتا
ہے۔ محسوسات سے موجودات کا علم حاصل کرتا ہے۔ گو آنکھ بند
ہو اور محسوسات سے بھی فارغ ہو' یعنی سوتا رہے تو "خواب"
سے علم حاصل کرتا ہے۔ حواس ظاہر کو اس میں دخل نہیں۔ پھر
خیال باقی رہتا ہے' اس لئے جو کچھ دیکھتا ہے مثالی خیال کے
لباس میں دیکھتا ہے۔ صریح و ظاہر نہیں دیکھتا۔ جب مر جاتا
ہے تو خیال بھی نہیں رہتا اور نہ حواس۔ بغیر خیال کے دیکھتا
ہے۔ خطرات رحمانی "الہام" بن کر معلوم ہوتے ہیں۔ نتیجہ
یہ کہ سارے علوم محض محسوسات کی راہ سے نہیں ہیں۔ یہ
عام انسانوں کے لئے بھی صحیح ہے۔ لیکن نبیؐ کے علوم محسوسات
اور الہامات کے بھی منت کش نہیں' وہ بیداری میں ہی سب
کچھ دیکھنے کا کمال رکھتے تھے جو انسان مرنے کے بعد بھی عموماً
بغیر خیال کے بھی دیکھ نہ سکے۔ ایسے علوم "علوم الاسرار"
کہلائیں گے۔ عموماً بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی شئی کا پتہ لگانا
علم عقلی ہو گا۔ مثلاً کسی نے دھواں دیکھا تو آگ کے ہونے کا
"یقین" کر لیا۔ یہ "علم الیقین" کہلائے گا۔ اور اگر آگ کو
دیکھ بھی لیا تو "عین الیقین" کے درجے پہ ہو گا اور اگر فرض
کر لو کہ اس آگ میں داخل ہو گیا تو "حق الیقین" ہو گیا۔

ایک اور مثال بھی یوں دی جا سکتی ہے' کہیں سے
ساز بجنے کی آواز آرہی ہو تو علم الیقین حاصل ہوا گو ساز
کو نہیں دیکھا۔ آگے بڑھ کر ساز کو بھی دیکھ لیا تو "عین الیقین"
حاصل ہوا۔ اور اسی آواز کو سحر کی شکل میں ساز کے ساتھ اس
طرح ملالیا کہ ساز اور آواز میں امتیاز باقی نہ رہے' ـ تو
"حق الیقین" حاصل ہوا۔ سماعت سے بھی علم الیقین حاصل
ہوتا ہے۔ مکۂ معظمہ نہیں دیکھا۔ سنا اور یقین کر لیا۔ کسی ملک کے
بادشاہ کو نہیں دیکھا۔ سنا اور یقین کر لیا۔ بعض علوم حواس سے
بھی حاصل ہوتے ہیں جیسے "قوتِ شامہ" سے خوشبو کا معلوم کرنا۔
"قوتِ ذائقہ" سے نمکین اور شیرینی کا معلوم کرنا۔ "قوتِ لامسہ"
سے گرم یا سرد ہونے کا معلوم کرنا۔ "علم الیقین اور عین الیقین"
کو "علم الاحوال" بالواسطہ کہا جائے تو "حق الیقین"
"علم الاسرار" کہلائے گا جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے علم
طور پہ علم الہیات "علم الیقین" کے ہی درجہ پہ ہوں گے۔

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان
امنوا بربکم فامنا ... (آل عمران ۱۹۳)

یہ علم الہیات مرتبۂ "عین الیقین" کو تب پہنچتا ہے جب
بلاواسطہ "الہام" پاویں۔ ایسا علم مرتبۂ عقل سے بالاتر ہے۔

روح القدس فرشتہ دل میں ڈال دیتا ہے۔ اسکو "علم لدنی" بھی کہتے ہیں۔ یہ انبیاء اور اولیاء کے حصہ میں ملا، جو انبیاء کو بالواسطہ "وحی" اور اولیاء کو بالواسطہ "کشف"، اور "الہام" ہوتا ہے۔ انبیاء کی تعلیم کا بہت سا حصہ فوق العقل ہے۔ مثلاً یہ کہ فرشتہ اس طرح جان نکالتا ہے۔ یوں آسمان پر جاتا ہے۔ قبر کا حساب یوں لیا جاتا ہے۔ بہشت، دوزخ، پلصراط ایسے ہیں، عرش کا نقشہ یوں ہے۔ یہ ان کے لئے علم "حالی" ہے۔ جیسے ہبیرہ بصری نے عرش کو دیکھ لیا، اور رونے لگے۔ فرمایا ہبیرہ مجھے جانتا ہے اور تو عرش و کرسی دکھلاتا ہے"؟ اب یہاں غور کا مقام یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کا "علم الاحوال" ہمارے لئے جب "علم الاسرار" ہوگا تو انبیاء اور اولیاء کا علم الاسرار ہمارے لئے کیا ہوگا؟ ؟؟۔ "علم لدنی" کا فوق العقل ہونا اس حقیقت سے بھی واضح ہے کہ یہ علوم بعض وقت ظاہری شریعت کے برخلاف بھی ہوسکتے ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے۔

قرآن کہتا ہے: لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ (جان بوجھ کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔) لیکن موسیٰ کی ماں کو حکم ہوتا ہے کہ بچے کو دریا میں ڈال دو۔ موسیٰ کو حکم ہوتا ہے کہ دریا کو چیر کر نکل جاؤ۔ ابراہیم کو حکم ہوتا ہے کہ بیٹے کو ذبح کر دو ۔۔۔ یہ علوم ظاہری شریعت سے وراء الورا ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے خواب ایک غیر مادی علم کا جوہر ہے۔ (جو علم لدنی کا بکی ہے) خواب میں تم خود کو بھی دیکھتے ہو، اوروں کو بھی۔ خواب میں دن رات، باغ سب کچھ دیکھتے ہو۔ وہاں نہ چاند ہے نہ سورج! پھر کونسی روشنی سے دیکھتے ہو؟

خواب میں "سنتے ہو"۔ کانوں پر کونسی آواز کے صدمے سے سنتے ہو؟ بعض اوقات تو خواب میں آنے والے حالات بھی معلوم کر لیتے ہو۔ یہ سب کچھ "نوم بے اختیاری" سے حاصل ہوتا ہے۔ اولیاء کو ایسا ہی علم بیداری میں حاصل ہوتا ہے۔ دن میں رات کے مناظر نظر آئیں، رات میں دن کے نظارے اور روشنی نظر آوے۔ یہ سب "نوم بے اختیاری" سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی کو کشف اور الہام کہا جاتا ہے۔ اس کا مادہ یا جوہر وہی ہے جو انبیاء کے حق میں "وحی" کا ہوتا تھا۔

علم کے مختلف ذرائع کی اس تفصیل کے بعد منبع العلوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے حیات بابرکات کے دو رخ پر غور فرمائیے جو اس طرح پیش کئے گئے "وحی" کا لفظاً لفظاً امت کے پاس پہنچا دینا "نبوت" کا کام تھا۔ تنہائی میں اسکے اسرار باطنی بتلانا "ولایت" کا کام تھا۔ نبی کی نبوت "بات" بتاتی ہے۔ نبی کی ولایت "ذات" بتاتی ہے۔ نبی کی نبوت ختم ہوگئی۔ نبی کی ولایت ان کے وارثوں میں جاری ہے اور ابدی ہے۔ اسی سے علوم "ورثۃ الانبیاء" کا فیض جاری رہے گا۔

بطور نمونہ مذکورہ ذیل حقائق پیش کرتا ہوں:۔

قول علیہ السلام: ان للقرآن ظھرًا و بطنًا وحدًّا و مطلعًا۔

مقدام ابن معدیکرب کی روایت (ابو داؤد۔ ابن ماجہ

الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وانما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ (جان رکھو مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ ویسی ایک چیز بھی۔ خبردار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا اپنی مسند پر بیٹھا ہوا کہنے لگے کہ تم پر بس قرآن کی پیروی لازم ہے جو کچھ اس میں حلال پاؤ حلال سمجھو حالانکہ جو کچھ خدا کا رسول حرام قرار دے وہ ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ کا حرام کیا ہوا۔)

عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: (ابو داؤد) ایحسب احدکم متکئاً علی اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم شیئاً الا ما فی القرآن الا وانی واللہ قد امرت و وعظت ونھیت عن اشیاء انھا کمثل القرآن واکثر (کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی ہے سوائے ان چیزوں کے جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں؟ خبردار رہو! خدا کی قسم میں نے جن باتوں کا حکم دیا ہے اور جو نصیحتیں کی ہیں اور جن باتوں سے منع کیا ہے وہ قرآن ہی کی طرح ہیں — بلکہ کچھ زیادہ۔)

احیاء العلوم میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی۔ علمائے ظاہری معنی کی تحقیق کرتے ہیں اور صوفیائے کرام باطنی معنی کی یعنی اسرار باطنی کی تحقیق کرتے ہیں۔ قرآن کے حروف مقطعات کی مثال حاضر ہے جس نے ملک عرب کے دو مشہور قبیلوں کے غرور کو توڑ کے رکھ دیا۔ یعنی عدنان اور قحطان جو عربی فصاحت میں مشہور تھے۔

صحیح بخاری میں ابو جحیفہ سے یوں مروی ہے:۔

انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا ھل عندکم شیئ من الوحی ما فی الکتاب اللہ (کیا آپ کے یہاں کوئی چیز وحی سے ہے جو قرآن میں نہیں) حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا لا والذی خلق الجنۃ برا النسمۃ ما علم الا فھما یعطیہ اللہ رجلاً فی القرآن (نہیں، اس ذات کی قسم جس نے جنت کو پیدا کیا اور دانہ کو شگاف دیا۔ کہیں سوائے اس فہم کے خدا کسی شخص کو قرآن کو سمجھنے کے لئے عطا کرتا ہے، اس کی تصدیق اس کلام سے بھی ملتی ہے ففھمنا ھا سلیمان، وکلا اتینا حکما وعلما (ہم نے سلیمانؑ کو سمجھایا ہر ایک کو حکم اور علم عطا کیا) اس کی وضاحت اس عبارت سے بھی ہوتی ہے، جو محب طبریؒ نے ریاض النضرۃ میں لکھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

کنت ادخل علی رسول اللہ وھو ابو بکر یتکلمان فی العلم التوحید فاجلس بینھما کانی زنجی لا اعلم ما یقولون (میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں داخل ہوا اس حال میں کہ آپؐ حضرت

ابو بکرؓ سے علم توحید کے بارے میں گفتگو فرمارہے تھے اور میں
ان دونوں کے درمیان ایسا بیٹھا کہ گویا میں زنگی ہوں نہیں
جانتا وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک
دفعہ اپنے سینۂ پاک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

ان ھٰھنا العلوما جمۃً لو وجدت
لھا حملۃً (یہاں علوم کا ایک انبوہ ہے کاش میں ان کے
حاملین کو پاتا۔

نیز حضرت علیؓ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو
سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے اونٹ بھردوں اور یہ اشعار پڑھے:

رضیت بما قسم اللہ بی
افوضت امری الی خالقی
لقد احسن اللہ فی ما مضیٰ
کذا احسن اللہ فی ما بقیٰ

(راضی ہوں میں ساتھ اس چیز کے جو حصہ لگایا اللہ نے
میرے لئے، میں نے اپنے احکام سپرد کئے اپنے خالق کو تحقیق
بہتر کیا اللہ جو کچھ کہ گزرا۔ اسی طرح بہتر کریگا اللہ جو کچھ
کہ باقی ہے۔)

امام زین العابدینؓ کے مشہور اشعار یہ ہیں:۔

انی لاکتم من علمی جواھرہ
کیلا یری الحق ذو جھل فیفتننا
وقد تقدم فی ھذا ابو الحسن
الی الحسین ووصّی قبلہ الحسنا
ورُبّ جوھر علم لو ابوح بہ
لقیل انک ممن یعبد الوثنا
ولاستحل رجال مسلمون دمی
یرون اقبح ما یاتونہ حسنا

(یعنی میں اپنے علم کے جواہر کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ جاہل
حق کو نہ دیکھے اور ہمیں دروغ گو نہ جانے۔ ابوحسن (علی کرم)
نے اسکو حسین رضؓ پر پیش کیا اور ان سے قبل حسنؓ کو اس کی
وصیت کی۔ بہت سارے جواہر علمی ہیں کہ اگر میں انکو آشکارا کردوں تو کہا جائیگا کہ
تو ان لوگوں میں سے ہے جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور مسلمان میرے خون کو حلال
جانیں گے اور اپنے اس بدترین کام کو اچھا سمجھیں گے۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا اللہ الذی
خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن یتنزل
الامر بینھن اس آیت کی تفسیر بیان کردوں تو تم مجھے
سنگسار کردو گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تم مجھے کافر قرار
دے دو گے۔ (شیخ اکبر فرماتے ہیں فتوحات مکیہ میں کہ یہ حدیث
مجھ سے ابوعبداللہ بن عیشون نے بیان کی اور اس نے
ابوبکر قاضی محمد بن عبداللہ بن عربی معافری سے سنی اور
اس نے ابی حامد بن محمد طوسی غزالی سے سنی۔)

شیخ الطائفہ ابو یزید بسطامی فرمایا کرتے تھے۔
اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت۔ یعنی تم نے اپنا مردہ علم
مردہ سے لیا اور ہم نے اپنا علم اس سے زندہ سے لیا جو
نہیں مرتا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

حملت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائین من العلم اما الواحد فبثثه بینکم واما الآخر فلو بثثتہ قطع منی هذا البلعوم (میں نے حضور سے دو ظرف حاصل کئے۔ ان میں ایک تو میں نے تم پر فاش کر دیا اور دوسرے کو فاش کرتا تو یہ میرا حلق کاٹا جاتا)

غایت التحقیق میں حضرت قطب ویلور فرماتے ہیں :۔

جب حضرت سے پوچھا گیا کیا عوام سے اسرار حقائق وغوامض ودقائق کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں تو جواب میں یہی فرمایا :۔

" حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ کو جو حضورؐ نے بتلایا ہے اسے اگر ظاہر کر دوں تو قطع البلعوم و ذبح الحلقوم۔"

گو کہ ایسی اور بھی دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں مذکورہ امثال و شواہد کو کافی سمجھتا ہوں، اس حقیقت کو پیش کرنے کے لئے کہ بمصداق "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم بھی کئی ایسے ہیں جن کا دارومدار (قرآن اور سنت کے احاطہ ہی میں) وصیت "کشف" و الہام" پر ہے۔

شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القادر بن عبد اللہ سہروردیؒ (فی آداب المریدین) لکھتے ہیں کہ وہ علماء جو متابعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجاہدہ کرتے ہیں اور صحابہ کی اقتداء کرتے ہیں ۳ قسم کے ہوتے ہیں :۔

۱	۲	۳
اصحاب حدیث	فقہا	صوفیاء

اصحاب حدیث نے ظاہر حدیث سے اپنا تعلق پیدا کیا اور اس کے سماع و نقل میں مشغول ہو گئے۔ ان میں صحیح اور سقیم کی تمیز کرنے لگے۔ وہ دین کے محافظ و نگہبان ہیں۔

فقہا کو اصحاب حدیث پر فضیلت ہے۔ اس لئے کہ یہ فقہ اور استنباط فقہ و حدیث سے متحقق ہوئے اور نظر دقیق سے ان پہ غور کیا۔

صوفیاء نے ان دونوں سے معتقدات میں اتفاق کیا اور ان کے علم کو قبول کیا اور اپنے معاش و رسوم میں کہیں بھی ان سے اختلاف نہیں کیا۔ لیکن اس کے ساتھ علوم عالیہ اور احوال سینہ و قلب سے ممتاز ہوئے۔ جیسے توبہ۔ زہد۔ ورع۔ صبر۔ رضا۔ توکل۔ محبت مشاہدہ و یقین۔ قناعت۔ صدق و اخلاص۔ شکر۔ ذکر و فکر و مراقبہ۔ اعتبار۔ وجد۔ جمع و تفرقہ فنا و بقا۔ معرفت نفس۔ مجاہدات و ریاضات۔ دقائق ریا۔ شہوات۔ کیفیت اخلاص۔ ادائے نوافل وغیرہ۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (مراج البحرین) فرماتے ہیں :

یہ گمان کرنا کہ صوفیا کا ایک خاص فرقہ ہے، جو اہل سنت وجماعت کے مذہب کے مخالف ہے۔ غلط ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حاشا وکلا اس ملت اقوام کا خاصہ و خلاصہ محققین صوفیہ ہی ہیں جنہوں نے انوار سنت سے اقتباس کیا

ہے۔ اور سرِ حقیقت کو منکشف کیا ہے۔ سلوک و طریقت میں اتباع۔ عمل و حال کے لحاظ سے اختیارِ عزیمت۔ ظاہر و باطن میں صدق و اخلاص کے معنی کی تحقیق۔ نفس کے مکائد اور روح کے دقائق کی معرفت اور تہذیب اخلاق و تصفیۂ باطن میں ان سے برتر کوئی دوسرا نہیں۔ انہیں اعمال و اخلاق احوال و مقامات۔ نکات حقائق و دقائق۔ اشارات و کمالات جو حاصل ہوئے ہیں کسی دوسرے فرقہ کو حاصل نہ ہو سکے۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ جو متاخرین علماء محدثین میں سب سے زیادہ باعظمت ہیں اپنے عقائد میں فرمایا ونعتقد ان طریق الجنید وصحبه مقوم۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جنیدؒ اور ان کے اصحاب کا طریقہ سیدھا اور مضبوط ہے۔ اور جنیدؒ سے منقول ہے کہ "ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب و سنت پر قائم ہے اور جو کچھ کتاب و سنت سے خارج ہے وہ مردود و باطل ہے"۔ علمنا مشیدة بالکتاب والسنة الخ۔

امام ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب ارشاد الطلبه والمریدین میں فرماتے ہیں:

(ترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین) جان اے میرے بھائی: کہ صوفیاء کا طریقہ ہی صراط مستقیم بزرگ ترین راستہ ہے اور روشن ترین راہ ہے۔ راستے اپنے فوائد کے مطابق نکالے جاتے ہیں۔ اور یہ راستہ حق تعالیٰ کی غایت معرفت کا راستہ ہے۔ اور آداب متعلقہ حق تعالیٰ کی معرفت کا راستہ ہے اور یہ انکار نہیں کہ معرفت حق اشرف العلوم ہے کیونکہ اس کا معروف اشرف و عزیز ترین وجود ہے۔ اس کی طرف رہنمائی کرنے والا شیخ تمام رہنماؤں سے افضل ہوگا۔ اور سب سے زیادہ کامل بزرگ ہوگا اور اس راستے پر چلنے والے تمام سالکین سے سعید اور نیک بخت ہوں گے۔ یہی راہ سعادت سے مربوط اور علوم شریعت و طریقت پر حاوی ہے۔ اور اس طریق کا تابع عارف مقامِ مشیخت اور وراثت نبویہ کاملہ کے لائق ہوگا اور اس کو جو حاصل کرتا ہے وہی شیخ "وارث" اور "استاد" کہلائے گا۔

شیخ محی الدین عربیؒ فتوحاتِ مکیہ میں فرماتے ہیں "السعید من وقف عند حدود الله ولم یتجاوزها"۔ سعید وہ ہے جو حدود اللہ پر توقف کرتا ہے اور ان سے تجاوز نہیں کرتا۔

وانا والله ما تجاوزنا منها حد ولکن اعطانا الله من الفهم عنه تعالیٰ ما لم یعطیه کثیرا من خلقه فدعونا الی الله علیٰ بصیرة من امره اذ کنا علیٰ بینة من ربنا اور ہم نے خدا کی قسم حد سے تجاوز نہیں کیا ہے لیکن ہمیں خدائے تعالیٰ نے وہ فہم اور بصیرت عطا کی ہے جو بہتوں کو نہیں دی گئی۔ ہم نے خدا ہی کی طرف بلایا - - - - - - - - -

- - - - - - - - - اس بصیرت کی بنا پر جو ہم کو دی گئی۔ اور ہمیں اپنے رب سے روشن دلیل ملی ہے۔ اس سلسلے میں بھی پیش ہے کہ امام فخر الدین رازی نے شیخ نجم الدین کبریٰ سے پوچھا کہ بما عرفت ربك (اپنے پروردگار کی معرفت تم نے کس چیز سے حاصل کی۔) جواب دیا بواردات ترد علی القلوب فتعجز النفوس

عن تکذ یبھا (ان واردات کی وجہ سے قلب پر نازل ہوتے ہیں اور نفوس ان کی تکذیب سے عاجز ہوتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا: تا چراغ فقراء افروختہ ام وشفا سوختہ ام' جب سے میں نے فقراء کا چراغ روشن کیا ہے بوعلی سینا کی "شفا" جیسی دس کتابوں کو آگ لگا دی ہے۔

خود شیخ شہاب الدین سہروردی کے بارے میں ملا علی قاری حنفی ہروی نے شرح آداب المریدین میں لکھا ہے کہ ان سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ میں ابتدا میں علم کلام کے حصول میں مشغول رہتا تھا اور اس مقصد سے کئی کتابیں حفظ کر لی تھیں۔ اس سے میرے چچا مجھے منع کیا کرتے تھے لیکن میں نے ایک نہ سنی۔ ایک روز انہوں نے قطب ربانی غوث الصمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت بابرکات میں مجھے ساتھ لیکر حاضری پیش کی۔ میرے چچا نے مجھ سے کہ دیا تھا "حاضر قلب رہ کہ تو ایک ایسے شخص کے حضور میں جا رہا ہے جس کا قلب اپنے رب سے خبر حاصل کرتا ہے"۔ اور اسکی برکات نظر کا منتظر رہ۔

جب ہم بیٹھ گئے تو میرے چچا نے ان سے کہا: یا سیدی یہ بھائی کا لڑکا ہے اور علم کلام کے حصول میں بڑا حریص ہے۔ میرا اس کو منع کرنا مفید ثابت نہ ہوا' وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔ حضرتؒ نے پوچھا' تو نے کونسی کتابیں حفظ کی ہیں۔ میں نے عرض کیا "فلاں فلاں"۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے سینہ پر مسح کیا اور خدا کی قسم مجھے ان کتابوں میں سے ایک بھی یاد نہ رہا جیسے حضرتؒ نے اپنے دست مبارک سے وہ سب کچھ مٹا دیا جن کو میں ساری عمر حفظ کرتا رہا۔ دوبارہ جو اسی طرح میرے سینہ پر مسح کیا تو میرا سینہ علم لدنیہ وعوارف سے بھر گیا۔ بس میں لسان ناطق وقلب صادق لے کے ان کے پاس سے اٹھا۔ پھر حضرتؒ نے فرمایا "اے عمر! تو عراق کی آخری مشہور ہستی ہو گا ——— اور یہی ہوا۔

امام حجۃ الاسلام (المنقذ من الضلال) مطبوعہ قاہرہ میں فرماتے ہیں:

" ان خلوتوں اور عزلتوں میں بہت سے اسرار مجھ پر منکشف ہوئے جن کا شمار یا احاطہ ناممکن ہے۔ ہاں صرف اس قدر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ اس عرصے میں مجھے یقیناً معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کے راستے پر چلنے والے صوفیاء کرام ہی ہیں اور صحیح معنوں میں " ورثۃ الانبیاء "۔

علماء ظاہر زمین اور ملک کی زینت ہیں۔ یہ علماء "باحکام باللہ" ہیں۔ اور "علماء باطن" آسمان اور ملکوت کی زینت ہیں۔ ان میں ایسے بھی گزرے ہیں جنہیں ہژدہ ہزار عالم کا علم تھا۔ یہ علماء ربانی وحقانی اس لئے افضل ہونگے۔ ان کا علم دقیق ترین' لطیف ترین اور شریف ترین ہے۔

بقول جنیدؒ اگر کوئی علم اس نیلے آسمان کے نیچے تصوف سے زیادہ شریف ہوتا تو ہم اور ہمارے ساتھی اس کو حاصل کرنے میں صحیح سعیٔ بلیغ کرتے"۔ یہ لوگ کسی بھی معمولی ادب کو چھوڑ دیں تو وہ اعتراض کا باعث ہو جاتا ہے۔ "حسنات العارفین سیئات الابرار"

جیسے کوئی چیز جتنی ہے پاک اور لطیف ہوتی ہے اس میں کسی بھی معمولی نقص یا عیب کا ظہور سترو ریات سے زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے جیسے کسی سفید کپڑے پر سیاہ دھبا"۔

امام مالکؒ نے فرمایا :

"لیس العلم بکثرۃ الروایۃ انما العلم نور یقذف بالقلب" علم کثرت روایات سے حاصل نہیں ہو جاتا۔ یہ اک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے قلب میں ڈالتا ہے علم باطن اسرارِ الٰہی میں کا اک راز ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام کو مذکورہ شواہد و دلائل اور امثال کے ذریعے یہ حقیقت منکشف ہو چکی ہوگی کہ علم حقیقی و نورانی کیا چیز ہے اور اس کے حاملین ہی صحیح معنوں میں "العلماء ورثۃ الانبیاءؑ" کی بشارت کے مستحق و سزاوار ہیں۔ حضرت قرنی ویلوری کے ارشادِ گرامی پر اپنے مضمون کو ختم کئے دیتا ہوں جنہوں نے خوب وضاحت فرمائی ہے کہ :-

علماء اشراقین نے کشف سے پایا اور انبیاء کے تابعین نہ ہوئے۔ علماء متکلمین نے دلیل سے پایا اور انبیاء کے تابعین ہوئے، صوفیاء نے کشف سے پایا اور انبیاء کے تابعین ہوئے۔ (رسالۂ حق الحق)

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه بجاه سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم آمین۔

حافظ شیرازی کی ادبی خدمات

از افضل العلماء
مولوی شاہ محمد انوار اللہ
سرقاضی قادری
لطیفی یم۔اے
استاذ دار العلوم لطیفیہ
وگورنمنٹ قاضی
ضلع شمالی آرکاٹ حضرت مکان ویلور

تاریخ شاعری کا کوئی واقعہ اس سے زیادہ افسوسناک نہیں ہوسکتا کہ خواجہ حافظ کے حالاتِ زندگی اس قدر کم معلوم ہیں کہ تشنگان ذوق کے لب بھی تر نہیں ہوسکتے ہیں، اگر یہ شاعر یورپ میں پیدا ہوا ہوتا تو اس کثرت اور تفصیل سے اس کی سوانحعمریاں لکھی جاتیں کہ اسکی تصویر کا ایک ایک خدوخال آنکھوں کے سامنے آجاتا' لیکن ہمارے تمام تذکرہ نویسوں نے جو کچھ لکھا ان سب کو جمع کر دیا جائے، تب بھی ان کی زندگی کا کوئی پہلو نمایاں ہوکر نہیں نظر آتا، جس قدر تذکرے ہیں، سب ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں اور وہی چند واقعات ہیں جن کو باختلاف الفاظ سب نقل کرتے آئے ہیں۔ اس سب میں عبد النبی فخر الزمانی نے اپنے تذکرہ میخانہ میں جو جہانگیر کے عہد میں ۱۰۳۲ھ میں لکھا گیا' ابتدائی حالات اوروں کی نسبت اچھے بہم پہنچائے ہیں۔

حبیب اسیر میں جستہ جستہ کچھ واقعات ملتے ہیں۔ خود حافظ کے کلام میں جابجا واقعات کے اشارے ہیں' ان سب کو ترتیب دے کر ان کی زندگی کی تصویر کھینچتا ہوں لیکن دراصل یہ تصویر نہیں بلکہ خاکہ ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ خاکہ بھی کما حقہ' خاکہ نہیں ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا ادیب' شاعر' ادب کا طالب علم' اور ادب کا شوقین ایسا نہیں ہے جو حافظ شیرازی کو نہیں جانتا ہو' ایک بلند پایہ اور صفِ اوّل کے شاعر کی حیثیت سے' سارے عالم میں مشہور ہیں۔ یوں شاعری گویا ایران کے حصّے میں آئی ہے اور اس ملک نے سینکڑوں ہزاروں شاعر پیدا کئے ہیں' تاہم ان میں سے چار کو آفاقی شہرت حاصل ہے۔ فردوسی۔ سعدی' حافظ اور خیام۔ دنیا کی مختلف اور متعدد زبانوں میں ان کے کلام کے ترجمے ہوئے ہیں اور دنیا بھر میں ان کے کلام کا مطالعہ کیا گیا اور قدر و منزلت ہوئی ہے۔ خود فارسی دنیا میں ان کے زمانے سے لے کر آج تک ان کا سکہ چلتا ہے۔ آئندہ بھی ان کی عزّت اور عظمت میں کوئی کمی نہ آئے گی بلکہ مرور زمانہ کے ساتھ ان کے کلام کی قدر و قیمت گوہر نایاب کی طرح بڑھتی ہی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ ان کا کلام زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اور اسی لئے اس کو کلاسیک کہا جاتا ہے۔

کسی نقاد نے فارسی میں یہ قطعہ کہا تھا :-

در شعر سہ تن پیمبر اند، ہر چند لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را فردوسی و انوری و سعدی

یعنی شعر و سخن کے تین پیمبر ہیں، اگرچہ فرمان رسول کریمؐ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ ابیات یعنی مثنوی کے لئے فردوسی، قصیدہ کے لئے انوری اور غزل کے لئے سعدی۔ کسی نے پوچھا کہ حافظ کا کیا مقام ہے؟ کہا "او خدائے سخن بود" وہ تو خدائے سخن تھے۔ درحقیقت عاشقانہ غزل کے استاد سعدی تھے اور عارفانہ یا رندانہ غزل کے استاد حافظ، دوسری طرف سعدی کی گلستان اور بوستان نے ان کی غزل گوئی پر پردہ ڈال دیا ہے۔ جس طرح سورج نکلتا ہے تو چاند تارے ماند پڑ جاتے ہیں مگر حافظ کی عظمت کا دار و مدار ان کی بے نظیر و بے مثل غزلیات پر ہے۔

خواجہ صاحب کے دادا اصفہان کے رہنے والے تھے تابکان شیراز کے زمانے میں شیراز میں آئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ خواجہ صاحب کے والد کا نام بہاؤ الدین تھا۔! انہوں نے یہاں تجارت شروع کی اور کاروبار کو اس قدر ترقی دی کہ دولتمندوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔

بہاؤ الدین نے جب انتقال کیا تو تین بیٹے چھوڑے اگرچہ کہ ان کو ان کے باپ سے بہت بڑا ترکہ ملا تھا، لیکن کسی کو انتظام کا سلیقہ نہ تھا۔ چند روز میں باپ کی کمائی سب ختم ہو گئی بیٹے پریشان ہو کر کہیں کے کہیں نکل گئے لیکن شمس الدین خواجہ حافظ کمسنی کی وجہ سے اپنی ماں کے ساتھ شیراز ہی میں رہ گئے۔ گھر میں فاقے ہونے لگے تو ان کی ماں نے ان کو محلہ کے ایک آدمی کے حوالے کر دیا کہ اپنی خدمت میں رکھے اور کھانے پینے کی کفالت کرے لیکن یہ شخص بد اطوار تھا۔ خواجہ سن شعور کو پہنچے تو اس کی صحبت ناگوار ہوئی۔ چنانچہ اس سے قطع تعلق کر کے خمیر بنانے کا پیشہ اختیار کیا۔ آدھی رات سے اٹھ کر صبح تک خمیر گوندھتے۔ گھر کے پاس ہی ایک مکتب خانہ تھا۔ محلے کے سب لڑکے اس میں پڑھتے تھے۔ خواجہ صاحب اکثر ادھر سے نکلتے، تو دل میں تعلیم کی تحریک پیدا ہوتی۔ رفتہ رفتہ شوق اس قدر بڑھا کہ مکتب میں داخل ہو گئے۔ خمیر سے جو کچھ حاصل ہوتا اس میں سے ایک تہائی ماں کو اور معلم کو دیتے۔ بقیہ خیرات کرتے۔ مکتب میں قرآن مجید حفظ کیا، معمولی لکھنے پڑھنے کی بھی لیاقت حاصل کی۔ اس زمانہ میں شعر و شاعری کا گھر گھر چرچا تھا۔ محلے میں ایک بزاز رہتا تھا وہ سخن سنج اور موزوں طبع تھا۔ اس مناسبت سے اور ارباب ذوق بھی اس کی دکان پر آ بیٹھتے تھے، اور شعر و سخن کے چرچے رہتے تھے۔ خواجہ صاحب پر بھی اس مجمع کا اثر ہوا، چنانچہ شاعری شروع کی۔ لیکن طبیعت موزوں نہ تھی۔ بے تکے شعر کہتے اور لوگوں کو تفریح طبع کا سامان ہاتھ آتا۔ رفتہ رفتہ ان کی شعر گوئی کی شہرت تمام شہر میں پھیل گئی۔ لوگ تفریح کے لئے ان کو صحبتوں میں بلاتے اور لطف اٹھاتے۔ دو سال تک یہی حالت رہی۔ لوگوں کا استہزاء حد سے بڑھا تو ان کو بھی احساس ہوا۔ ایک دن نہایت رنجیدہ ہوئے اور بابا کوہی کے مزار پر جا کر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ رات میں خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ان کو لقمہ کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

جا اب تجھ پر تمام علوم کے دروازے کھل گئے۔ نام دریافت
کیا تو معلوم ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام ہیں۔ صبح کو اٹھے تو
یہ غزل لکھی، ؎

" دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند
اندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند "

شہر میں آئے تو لوگوں نے حسب معمول شعر پڑھنے
کی فرمائش کی، انہوں نے وہی غزل پڑھی۔ سب کو حیرت
ہوئی اور سمجھے کہ کسی سے یہ غزل لکھوالی ہے۔ امتحان کے
لئے طرح دی۔ انہوں نے طرح میں بھی عمدہ غزل لکھی۔ اسی وقت
گھر گھر چرچا پھیل گیا۔ یہ تمام واقعات عبد النبی نے میخانہ
میں لکھے ہیں۔

آپ نے اپنے وطن ہی میں جید علماء اور فضلاء
سے علوم و فنون کی تحصیل کی اور دینیات اور ادبیات
میں کمال حاصل کیا اور خصوصاً عربی زبان و ادب میں ید طولیٰ
پیدا کر لیا۔ قبل ازیں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اپنے کمال
سخن کا موجب اسی کو سمجھتے رہے کہا ہے ؎

" ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ
بقرآنے کہ تو در سینہ داری "

اور کہتے ہیں ؎

" ز حافظان جہاں کس چو بندہ جمع نہ کرد
لطائف حکماء با کتاب قرآنی "

آپ عمر بھر اپنے وطن شیراز ہی میں مقیم رہے
صرف تین سفر اصفہان، ایزد، اور ہرمز تک کئے۔

آپ کو شیراز اور اس کے مقامات سے اتنی محبت تھی کہ ان کو
چھوڑ کر باہر جانا نہ چاہتے تھے، چنانچہ کہا ؎

" نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر
نسیم باد مصلے و آب رکن باد "

آپ کا زمانہ بڑے انقلابات اور قتل و خون کا زمانہ
تھا۔ شیراز میں آپ نے پانچ بادشاہوں کی حکومت دیکھی۔ آپ
کی جوانی کا آغاز میں اتابکوں کی حکومت ختم ہوئے مدت گزر
چکی تھی اور مغلوں کے عامل شیراز میں حکومت کرنے لگے تھے۔ ان کے
بعد اینجو خاندان کا محمود شاہ حکومت پر فائز ہوا۔ پھر اس کا بیٹا
ابو اسحاق نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھوں میں لے لی جو بڑا لائق
و فائق آدمی تھا اور اپنی غزلوں میں بھی آپ نے بادشاہوں کا
مدحیہ ذکر کیا ہے۔

آپ کے غزلیہ کلام میں برے اور بھلے حالات و واقعات
کا ذکر بھی موجود ہے۔ جس سے اس زمانہ کی تاریخ اور تہذیب کا
پتہ چلتا ہے۔ حافظ کے کلام کی شہرت خود آپ کی زندگی میں
ایران اور آس پاس کے ممالک یہاں تک کہ ہندوستان کے
دور دراز علاقوں یعنی بنگالہ اور دکن تک پہنچ چکی تھی ــــ
سلطان احمد نے آپ کو بغداد آنے کی دعوت دی۔ آپ نے
ایک غزل لکھ کر بھیج دی اور دعوت کو ٹال دیا۔

گلبرگہ (دکن) کے بہمنی بادشاہ محمود سلطان نے
آپ کو دکن آنے کی دعوت دی اور زادِ سفر بھی روانہ کیا۔ آپ
ہرمز پہنچے اور کشتی میں سوار ہوئے، لیکن بحری سفر سے اتنے
گھبرائے کہ سفر کا ارادہ ہی ترک کر دیا اور واپس چلے گئے۔ ایک

غزل لکھ کر محمود شاہ کو بھیج دی جس کا مطلع ہے: ؎

" دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمے فروش دلق ما کزیں بہتر نمی ارزد "

بنگال کے بادشاہ سلطان غیاث الدین ابن سکندر نے بنگال آنے کی دعوت دی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دعوت آپ کی وفات کے بعد شیراز پہنچی۔ یزد کے حاکم شاہ نصرت الدین کی خواہش پر آپ البتہ یزد گئے۔

آپ کا پسر جوانی میں داغ مفارقت دے گیا' تو آپ عمر بھر رنجیدہ اور ملول رہے۔ اس حادثہ کا اثر آپ کے کلام میں موجود ہے۔ کہا ہے۔ ؎

" دلا دیدی کہ آں فرزند
چہ دید اندر خم ایں طاق رنگیں
بجائے لوح سیمیں در کنارش
فلک برسر نہادش لوح سنگیں

حافظ کا انتقال لگ بھگ پینسٹھ سال کی عمر میں ۷۹۱ھ میں شیراز میں ہوا۔ آپ کی تدفین آپ کے محبوب مقام مصلےٰ رکنا باد کے پاس ہوا جو حافظیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہیں آپ عام طور پر سیر و تفریح کے لئے جاتے اور دوستوں کی محفلیں منعقد کرتے تھے۔

بابر کے زمانہ میں مقامی حاکم نے آپ کا مقبرہ تعمیر کر دیا تھا۔ یہ مقام شیراز کی ایک عام زیارت گاہ بنا ہوا ہے' جہاں خود اہل شیراز اور دوسرے سیاح اور زائرین ضرور جاتے ہیں۔ کسی نے آپ کی وفات کی تاریخ "خاک مصلےٰ" سے نکالی ہے۔ ۷۹۱ھ

روایت ہے کہ معاصر عالم' حافظ سے ہمیشہ خواہش کرتے رہے کہ اپنا کلام ایک مجموعہ کی شکل میں مرتب کر دیں' مگر حافظ نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ آپ کی وفات کے بعد ایک معتقد گل اندام نے آپ کا دیوان مرتب کیا جو اسی ترتیب اور شکل میں آج بھی موجود ہے۔ اس دیوان میں سینکڑوں غزلیات کے علاوہ چند افراد۔ متعدد رباعیات' چند قطعات۔ ایک مخمس' ایک مسدس ایک مثنوی' پانچ قصیدے' ایک ترکیب بند' ایک ترجیع بند اور چار ساقی نامے شامل ہیں۔

حافظ نے ان سارے اصناف میں طبع آزمائی کی لیکن آپ کی اُستادی کا سارا دار و مدار آپ کی غزلیات پر ہے۔

فارسی ادب کے ایک مورخ دولت شاہ سمرقندی نے اپنے مشہور "تذکرۃ الشعراء" میں یہ روایت لکھی ہے کہ شاہ شجاع نے جو خود بھی بڑا قابل لائق شاعر تھا حافظ کی غزل پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کی غزلوں کی ابیات میں کوئی ربط' ہم آہنگی اور ہم رنگی نہیں ہے۔ ایک بیت وصال میں ہے تو ایک فراق میں ہے۔ ایک شعر میں آپ زہد و اتقا کا دعوی کرتے ہیں تو ایک رندی و میخواری پر ناز کرتے ہیں۔ کہیں بے نیازی کا اظہار کرتے ہیں تو کہیں مدح و ثنا پر اتر آتے ہیں۔ اس تناقص و اختلاف کو سننے والا سمجھ نہیں سکتا بلکہ پریشان ہو جاتا ہے۔ یہ بلاغت

کے متضاد ہے اور اس سے قدر شعر باقی نہیں رہتی۔ یہ اعتراض حافظ ہی پر نہیں بلکہ عام طور پر صنف غزل پر ہی عائد ہوتا ہے، جو مسلسل بھی ہوتی ہے اور غیر مسلسل بھی، لیکن حافظ کی غزل غیر مسلسل قسم کی ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا' ہاں! لیکن ان سب برائیوں و خامیوں کے ساتھ بھی میری غزلیں میری زبان سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل جاتی ہیں۔ بخلاف اوروں کے کہ ان کا قدم شہر کے دروازے سے بھی باہر نہیں نکلتا۔ شجاع کو اس آزادانہ جواب پر زیادہ ملال ہوا۔ اتفاق یہ کہ اسی زمانہ میں خواجہ صاحب نے ایک اور غزل لکھی جس کا مقطع تھا۔ ؎

"گر مسلمانی ایں ہست کہ حافظ دارد
وائے اگر در پسِ امروز بود فردائے"

شجاع نے یہ غزل سنی تو اس بہانہ سے کہ اس سے قیامت کا انکار یا کم از کم شبہہ پایا جاتا ہے خواجہ صاحب کو ستانا چاہا' خواجہ صاحب بہت پریشان ہوئے، حسن اتفاق یہ کہ مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی حج کو جاتے ہوئے شیراز سے گذرے۔ خواجہ صاحب نے ان سے یہ ماجرا بیان کیا' انہوں نے صلاح دی کہ مقطع کے اوپر ایک شعر لکھ دو' جس سے مقطع دوسرے کا مقولہ بن جائے۔ خواجہ صاحب نے اسی وقت کہا:

"ویں دو بیتم چہ خوش آمد کہ سحر گہ می گفت
بادف و بربط و نے مغبچہ ترسائے"

جو اعتراضات خواجہ صاحب کی غزلیات پر کئے گئے تھے اس پر مولانا حالی نے مقدمۂ شعر و شاعری میں اس کا معقول جواب دیا ہے۔

حافظ شیرازی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں' فارسی غزل کو آپ نے نیا رنگ و آہنگ بخشا اور اسے اس درجۂ کمال کو پہنچا دیا جس سے آگے کوئی اور شاعر بڑھ نہ سکا۔ آپ سے نصف صدی قبل سعدی شیرازی نے سادہ عاشقانہ غزلیں کہی تھیں' ان سے قبل قصیدے کا رواج تھا۔ سعدی نے غزل کا بازار گرم کیا۔ حافظ شیرازی نے غزل میں صوفیانہ اور فلسفیانہ مطالب پیدا کر کے اسے اور بلند کر دیا۔

آپ کے زمانہ میں شیراز اور فارس فتنہ و فساد بن رہے تھے۔ قتل و خون کا بازار گرم تھا۔ تخت حکومت پر بادشاہ بدلتے جا رہے تھے۔ لیکن حافظ کی شاعری پر رنگ و آہنگ پر ان حوادث کا کوئی اثر نہ ہو سکا۔ کبھی کبھی ان واقعات پر آپ نے روشنی ضرور ڈالی ہے، لیکن آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ بہت پریشان ہوئے تو کہہ دیا۔ ؎

ایں چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم
ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم

ایسا لگتا ہے کہ ان پُر آشوب حالات میں بھی آپ اپنے فکر و تخیل کی دنیا میں بڑے اطمینان کے ساتھ جی رہے ہیں۔ جو آسمان سے بھی زیادہ وسیع ہے اور اپنی غزل گوئی میں پناہ لیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ؎

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است

صراحی می ناب وسفینۂ غزل است

آپ نے قصیدے بھی کہے اور غزلوں میں مدح بھی کہی مگر کہیں خوشامد وتملق سے کام نہیں لیا۔ تعریف میں حد سے زیادہ تجاوز اور مبالغہ نہیں کیا بلکہ سعدی رح کی طرح اپنے ممدوحوں کو پند ونصیحت کا پیام دینے سے بھی باز نہیں رہے۔

حافظ کی غزل عارفانہ ہے یا رندانہ، اس کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوسکا اور اس بارے میں بہت اختلاف آراء ہے۔ مطالب دونوں طرح کے نکالے جاسکتے ہیں۔ آپ قرآن مجید کے حافظ اور پرہیز گار آدمی تھے۔ چوں کہ اس زمانہ میں شراب وشاہد کا بازار گرم تھا ممکن ہے، بلکہ غالباً آپ نے اپنے عرفانی مطالب کے اظہار اور صوفیانہ مسائل کی ترجمانی کے لئے انہیں اصطلاحوں سے کام لیا ہوگا۔

بہر طور آپ کو عام طور پر صوفی شاعر ہی قرار دیا جاتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو جو مضامین آپ سے قبل شیخ فریدالدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی رح نے اپنے رنگ میں بیان کئے تھے۔ حافظ نے ان کو اپنے رنگ میں رنگ کر اپنی شیریں غزلوں میں بڑے اختصار کے ساتھ پیش کیا اور ان کو انتہائے کمال پر پہنچا دیا۔ یوں آپ کی ہر غزل کا مطلع عموماً عارفانہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حافظ کی زبان سادہ اور شیریں ہے۔ فصاحت اور بلاغت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ اسلوب اور طرز بیان میں تاثیر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ہر بات گویا دل میں اتر جاتی ہے۔ ایجاز اور اختصار ایسا باکمال ہے کہ مختصر سے الفاظ میں بڑے بڑے اور وسیع مطالب کامیابی کے ساتھ ادا کر دیتے ہیں۔ کلام میں ایسی فطریت اور خلوص ہے کہ ہر بات دل سے نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اسی لئے دل میں اتر جاتی ہے۔ حافظ نے نزاکت خیال اور باریک بینی کا حق ادا کیا ہے۔ چنانچہ زبان وبیان اور معانی ومطالب کے حسن وکمال نے ایسا شیریں سخن پیدا کر دیا ہے جو شاید ہی کسی اور شاعر کے یہاں ملتا ہو۔

توحید حافظ کے کلام کی جان ہے۔ آپ ساری کائنات کی وسعت اور تعدد واختلاف میں وحدت کا نظارہ کرتے ہیں۔ اسی لئے کثرت عالم اختلاف ادیان ومذاہب، جنگ وجدل اور بیہودہ اور دور از کار بحثوں سے بے قرار ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

"جنگ ہفتاد ودو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند"

آپ نے اپنے کلام میں جابجا توحید کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور اختلاف ونفاق کی برائی کو بیان کیا ہے۔ آپ کی نظر میں کائنات کی حقیقت ایک خدا کی ذات ہے اور وہ دنیا میں ہر طرف جلوہ گر ہے۔ وہ ہر چیز میں موجود ہے اور قلب انسانی اس کا مقام ہے۔ لیکن آدمی اس سے بے خبر ہے۔ اسے جاننے کے لئے باطن بھی

توجہ روح اور نفس کی پہچان، پیر و مرشد کی رہبری اور
خدا کی تائید کی ضرورت ہے، کہا ہے ؎ :-

" بارہا دل طلب جام جم از ما می کرد
آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا می کرد
گوہرے کہ صدف کون و مکاں بیرون نیست
طلب از گم شدگان لب دریا می کرد
مشکل خویش بر پیر مغاں بردم دوش
کو بتائید نظر حل معما می کرد
دیدمش خرم و خنداں قدح زدہ بدست
و ندراں آئینہ گونہ تماشا می کرد
گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کے داد حکیم
گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا می کرد
بے دلے در ہمہ احوال خدا با او بود
او نمی دیدش و از دور خدایا می کرد "

خدا کے ساتھ اس مضبوط تعلق کا نتیجہ ہے کہ حافظ کی فکر وسیع، نظر جہاں بیں، اور دقیقہ رس، ہمت عالی اور تخیل بلند ہے۔ اس لئے آپ دنیا کے مصائب و حوادث سے بے غم اور عالم حقیقت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ زاہدان ریاکار اور صوفیان ظاہر دار کے تو آپ سخت مخالف ہیں۔ ان کی خوب خبر لیتے ہیں۔ اور ان کی ظاہر داری اور ریاکاری کا پردہ چاک کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ؎

" آتش زرق و ریا خرمن دیں خواہد سوخت
حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بینداز و برو "

حافظ نے اپنے کلام میں چند اچھوتی اصطلاحات وضع کی ہیں جو خود آپ کی طبعزاد ہیں۔ نہ آپ سے پہلے کسی کے یہاں ان کا پتہ چلتا ہے نہ آپ کے بعد کسی نے ان کو استعمال کیا ہے۔ آپ نے ان سے مخصوص معنوں کی تعبیر کی ہے۔ یہ اصطلاحات آپ کے کلام میں کثرت سے ملتی ہیں اور ان سے عرفانی معانی اور مطالب ہی نکالے جا سکتے ہیں۔ مثلاً طامات، خرابات، پیر مغاں، مغبچہ، سالوس، رطل گراں، صومعہ، زنار وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے کلام میں تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کے علاوہ صنائع بدائع بھی جا بجا ملتے ہیں۔ مثلاً ایہام، مراعات النظیر، تجنیس وغیرہ۔

خواجہ صاحب کے کلام میں روانی اور سلاست چھائی ہوئی ہے۔ ثقل کا کہیں شائبہ تک نہیں ہوتا۔ مئے اور میکدہ کے مضامین تو اتنی کثرت سے آئے ہیں کہ مئے سے شراب انگور اور میکدہ سے رندوں کی عشرت گاہ کے معنی بھی لئے جائیں تو بھی عرفانی مطالب ہی برآمد ہوتے ہیں۔ شراب سے مراد وہ تازیانہ ہے جس سے حافظ ریاکار اور فریبی زاہدوں کی پردہ دری کا کام لیتے ہیں۔ میخواری سے ہر جگہ عالم صفاء بے ریائی اور بے خودی مراد ہے۔ آپ کا عشق عشق حقیقی ہے، ہوس پرستی نہیں، آپ ریاکاری کو ہوس پرستی سے بڑا گناہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ ریاکاری خدا کی مخلوق کو گمراہ کرتی ہے اور ہوس پرستی فقط اس شخص کی ذات تک محدود رہتی ہے۔ اسی طرح آپ شریعت

کی ریاکارانہ پابندی اور ظاہر داری کی بھی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ آپ ترک دنیا کے بھی مخالف ہیں، بلکہ رضائے الٰہی کے ساتھ دنیاداری کرنا اور زندگی کے مزے لینا بھی نیکی اور کارِ ثواب ہے۔ یہ دنیا خدا نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے۔ اور اسکی لذتوں سے کنارہ کشی مشیّت الٰہی کے برخلاف ہے۔ دنیاداری کے ساتھ ہی ساتھ روحانی اور عرفانی ارتقاء کی منزلیں بھی طے کرنی چاہئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حافظ کے کلام میں یاس و حرمان کو کوئی جگہ نہیں بلکہ شوق حیات بلند ہمتی اور امید کی روشنی جلوہ گر ہے۔ آپ مصائب اور حوادث کا مقابلہ سینہ سپر ہو کر کرتے ہیں۔

آپ کے دیوان اور غزلیات کا ترجمہ ایشیا اور یورپ کی اکثر اہم زبانوں میں بار بار ہوا ہے اور مشرق و مغرب میں آپ کا کلام بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا ہے۔ آپ کی حیات اور شاعری پر مختلف اور متعدد زبانوں میں بے شمار کتابیں اور مقالے لکھے گئے ہیں۔ آپ کے دیوان کی ایران، ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں سینکڑوں اشاعتیں ہوئی ہیں۔

دیوان حافظ کا ایک اہم استعمال یہ رہا ہے کہ اس سے فال نکالی جاتی ہے اور آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ اس بنا پر حافظ اور دیوان حافظ دونوں کو لسان الغیب کہا جاتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے دیوان حافظ سے فال لی ہے، جیسے اکبر، ہمایوں، جہاں گیر، اورنگ زیب وغیرہ۔

خواجہ صاحب کی ادبی خدمات ان کے سینکڑوں غزلیات، قصائد، رباعیات، افراد، قطعات، مثنوی اور ساقی نامہ وغیرہ روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی گراں مایہ قدر کتاب "دیوان حافظ" دنیا کے مختلف مقامات میں پڑھائی جاتی ہے۔ خصوصاً ہند و پاک کے جامعات میں نصابی کتاب بن چکی ہے۔ چنانچہ سینکڑوں تشنگان علوم اس ادبی دیوان سے فیضیاب ہوتے جا رہے ہیں، اور یہ سلسلہ سینکڑوں سال اسی طرح جاری اور ساری رہے گا۔

بندگانِ خدا کے اوصاف

از محمد علی غوری
بنت پلی (آندھرا)
متعلم جماعت مولوی عالم
دار العلوم لطیفیہ
ویلور

اللہ تعالیٰ کا صد شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم کو اُمّتِ محمدؐیہ میں پیدا فرمایا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہمیں ایمان کی دولت عطا کی اور امت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احسان وکرم ہے کہ آپؐ نے اپنی ایمانی وربانی زندگی کا ایک ایک نقش جمیل صحابۂ کرام کی زندگیوں پر بٹھادیا تاکہ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا عکس نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوسکے، سورۂ الفرقان میں اللہ نے اپنے بندوں کے اوصاف کا ذکر کیا ہے، جو دوسرے لفظوں میں قیامت تک امتِ محمدیہؐ کے افراد واشخاص کو یہ پیغام ہدایت دے رہا ہے کہ ان میں کا ایک ایک فرد بھی ان اوصاف سے متصف رہنا چاہئے۔

اور (حضرت) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ ان کے مزاج میں تواضع ہے تمام امور میں) اور اسی کا اثر چلنے میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور خاص چال کی ہیئت بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ دماغ داری کے ساتھ نرم رفتاری موجب مدح نہیں اور یہ تواضع تو ان کا طرح خاص اپنے اعمال میں ہے) اور (دوسروں کے ساتھ ان کا طرز یہ ہے کہ) جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں۔ (مطلب یہ کہ اپنے نفس کے لئے انتقام قولی یا فعلی نہیں لیتے اور جو خشونت تادیب واصلاح وسیاست شرعیہ یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہو اسکی نفی مقصود نہیں) اور جو (اللہ کے ساتھ اپنا یہ طرز رکھتے ہیں کہ) راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں لگے رہتے ہیں اور جو (باوجود ادائے حقوق اللہ وحقوق العباد کے اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ)

دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دُور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے، بے شک وہ جہنم برا ٹھکانا اور بُرا مقام ہے۔ (یہ تو ان کی حالت طاعت بدنیہ میں ہے) اور طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں، تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں (کہ معصیت میں صرف کرنے لگیں) اور نہ تنگی کرتے ہیں (کہ طاعات ضروریہ میں بھی خرچ کی کوتاہی کریں اور اسراف میں وہ خرچ بھی آگیا کہ بلا ضرورت استطاعت سے زیادہ مباحات میں یا طاعات غیر ضروریہ

میں خرچ کریں جس کا انجام اخیر میں بے صبری اور حرص و بدنیتی ہو کیونکہ یہ امور معصیت ہیں اور جو چیز معصیت کا سبب بنے وہ بھی معصیت ہے اس لئے وہ بھی معصیت ہی میں خرچ کرنا انجام کار ہو گیا۔ اسی طرح طاعات ضروریہ ہیں بالکل خرچ نہ کرنے کی مذمت لم یقتروا سے مفہوم ہو گئی، کیونکہ جب خرچ میں کمی کرنا جائز نہیں تو عدم انفاق تو بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہو گا پس یہ شبہ نہ رہا کہ خرچ میں کمی کرنے کی تو نفی اور نہیں ہو گئی لیکن عدم الانفاق بالکلیہ کی نفی اور نہی نہ ہوئی۔ غرض وہ انفاق میں افراط و تفریط دونوں سے مبرا ہیں) اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (اور یہ حالت مذکورہ، تو طاعات کی ادائیگی سے متعلق تھی) اور جو (گناہ سے بچنے میں یہ شان رکھتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے (جو معصیت متعلق عقائد کے ہے) اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے (قواعد شرعیہ کی رُو سے) حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر (یعنی جب قتل کے وجوب یا اباحت کا کوئی سبب شرعی پایا جاوے اسوقت اباحت ہے) اور وہ زنا نہیں کرتے (کہ یہ قتل و زنا اعمال کے متعلقہ گناہوں میں سے ہیں) اور جو شخص ایسے کام کرے گا (کہ شرک کرے یا شرک کے ساتھ قتل ناحق بھی کرے یا زنا بھی کرے جیسے مشرکین مکہ تھے) تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا جیسا کہ کفار کے حق میں دوسری آیات میں آیا ہے زدناھم عذابا فوق العذاب۔) اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (و خوار) ہو کر رہے گا۔ (تاکہ عذاب جسمانی کے ساتھ ذلت کا عذاب روحانی بھی ہو اور شدت عذاب یعنی تضاعف کے ساتھ مقدار کی زیادتی یعنی خلود بھی ہو اور مراد اس ومن یفعل ذلک سے کفار و مشرکین ہیں۔ بقرینۂ یضٰعف و یخلد و مھانا و آمن کیونکہ مومن گنہگار کے لئے عذاب میں زیادتی اور خلود نہ ہو گا۔ بلکہ اس کا عذاب اس کو پاک صاف کرنے کے لئے ہو گا نہ کہ اہانت کے لئے، اور اس کے لئے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔ صرف توبہ کافی ہے۔ جس کا آگے بیان ہے۔

ومن تاب وعمل الخ نیز قرائن مذکورہ کے سوا صحیحین میں ابن عباسؓ سے شان نزول بھی اس کا یہی منقول ہے کہ مشرکین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی)۔ مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کر لے اور (اس توبہ کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ) ایمان (بھی) لے آوے اور نیک کام کرتا رہے (یعنی ضروری طاعات کو بجا لاتا رہے) تو (اس کو جہنم میں خلود تو کیا ہوتا جہنم سے ذرا بھی مس نہ ہو گا بلکہ) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گذشتہ) گناہوں (کو محو کر کے ان) کی جگہ (آئندہ) نیکیاں عنایت فرمائے گا (یعنی چونکہ گزشتہ کفر و گناہ زمانہ کفر کے بعد اسلام کی برکت سے معاف ہو جاویں گے اور آئندہ بوجہ اعمال صالحہ کے حسنات لکھی جاتی رہیں گی اور ان پر ثواب

ملے گا، اس لئے جہنم سے ان کا کچھ تعلق نہ ہوگا پس لا استثناء منقطع ہے اور من تاب کی خبر فاولٰئک الخ ہے اور مقصود بالحکم تبدیل سیئات بالحسنات ہے جو مجموعۂ ایمان و توبہ و عمل صالح پر مرتب ہے اور جہنم کی آگ سے محفوظ رہنا اس کا لازمی اثر ہے اور جہنم میں دخول ہی نہیں تو خلود نہ ہونا ظاہر ہے، یا استثنائے متصل ہو اور عدم خلود کے لئے مجموعہ ایمان و توبہ و عمل صالح شرط نہ ہو، مگر مجموعہ کے ساتھ عدم خلود کا پایا جانا اس آیت میں مذکور ہوا. اور صرف ایمان پر عدم خلود کا مرتب ہونا دوسرے دلائل سے ثابت ہو) اور (یہ محو سیئات و ثبت حسنات کو قائم فرمایا. یہ تو تائب عن الکفر کا بیان تھا) اور (آگے اُس مومن کا ذکر ہے جو گناہ سے توبہ کرے تاکہ مضمون توبہ کا پورا ہو جائے و نیز مقبول بندوں کے بقیہ اوصاف کا بیان ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ طاعات کے پابند اور سیئات سے پرہیز کے عادی رہتے ہیں، لیکن اگر احیاناً صدور معصیت ہو جائے تو توبہ کر لیتے ہیں۔ اس لئے تائبین کا حال ارشاد فرمایا یعنی) جو شخص (جس معصیت سے) توبہ کرتا ہے، اور نیک کام کرتا ہے (یعنی آئندہ معصیت سے بچتا ہے) تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے۔ (یعنی خوف و اخلاص کے ساتھ کہ شرط توبہ ہے آگے پھر عباد الرحمٰن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں یعنی) اور (ان میں یہ بات ہے کہ) وہ بیہودہ باتوں میں (جیسے لہو و لعب خلاف شرع) شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً بلا قصد) بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گزریں تو سنجیدگی (و شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں (یعنی نہ اس کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور نہ ان کے آثار سے گنہگاروں کی تحقیر اور اپنا ترفع اور تکبر ظاہر ہوتا ہے) اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ (جس طرح کافر قرآن پاک پر ایک نئی بات سمجھ کر تماشے کے طور پر اور نیز اس میں اعتراضات پیدا کرنے کے لئے اس کے حقائق و معارف سے اندھے بہرے ہو کر اندھا دھند بے ترتیب ہجوم کر لیتے تھے جیساکہ دوسری جگہ قرآن کا ارشاد ہے کادوا یکونون علیہ لبدا (علی البعض التفاسیر) سو عباد مذکورین ایسا نہیں کرتے، بلکہ عقل و فہم کے ساتھ قرآن پر متوجہ اور اس کی طرف دوڑتے ہیں جس کا ثمرہ زیادہ ایمان و عمل بالاحکام ہے۔ پس مقصود آیت میں اندھے بہرے ہونے کی نفی کرنا ہے، نہ کہ قرآن کی طرف شوق کے ساتھ متوجہ ہونے، اُس پر گرنے کی، کیونکہ وہ عین مطلوب ہے اور اس سے کفار کے لئے بھی قرآن پہ گرنا تو ثابت ہوتا ہے مگر وہ مخالفت اور مزاحمت کے طور پر اور اندھے بہروں کی طرح تھا۔ اس لئے وہ مذموم ہے) اور وہ ایسے ہیں کہ (خود جیسے دین کے عاشق ہیں، اسی طرح اپنے اہل و عیال کے لئے بھی اس کے ساعی اور داعی ہیں، چنانچہ عملی کوشش کے ساتھ حق تعالیٰ سے بھی) دُعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے

پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما (یعنی ان کو دیندار بنادے اور ہم کو ہماری اس سعیٔ دینداری میں کامیاب فرما کہ ان کو دینداری کی حالت میں دیکھ کر راحت اور سُرور ہو) اور (تو نے ہم کو ہمارے خاندان کا افسر تو بنایا ہی مگر ہماری دعا یہ ہے کہ ان سب کو متقی کر کے) ہمسکو متقیوں کا افسر بنادے (تو اصل مقصود افسری مانگنا نہیں ہے گو اس میں بھی قباحت نہیں مگر مقام دلالت نہیں کرتا بلکہ اصل مقصود اپنے خاندان کے متقی ہونے کی درخواست ہے' یعنی بجائے اس کے کہ ہم صرف خاندان کے افسر ہیں۔ ہم کو متقی خاندان کا افسر بنا دیجئے' یہاں تک عباد الرحمٰن کے اوصاف کا بیان تھا آگے ان کی جزا ہے یعنی) ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کے (دینؐ و طاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس (بہشت) میں (فرشتوں کی جانب سے) بقاء کی دُعا اور سلام ملیگا۔ (اور) اس (بہشت) میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے (جیسا جہنم کے بارے میں ساءت مستقراً و مقاما فرمایا ہے۔

(معارف القرآن جلد ششم)

ان اوصاف میں سب سے پہلا وصف 'عباد' ہے۔ عباد عبد کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہیں بندہ' اور یہ بات ظاہر ہے کہ عبد اپنے مولا کی ملکیت ہے اور اس کے تمام اعمال و اختیارات آقا و مولا کے سپرد ہیں' اللہ تعالیٰ کا بندہ صحیح معنوں میں وہی شخص ہے جو اپنی ہر خواہش کو اور اپنے ہر ارادے کو اور اپنی ہر حرکت و سکون کو اپنے مالک حقیقی کی خوشنودی و رضا کے تابع کر دے۔ چنانچہ بندگانِ خدا کا پہلا وصف یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی ملکیت تصور کرتے ہیں اور اسی کی مرضی پر جیتے اور مرتے ہیں۔

یمشون علی الارض ھونًا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ جب زمین پر چلتے ہیں تو تواضع و انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ لفظ ھونًا کا مطلب اور مفہوم سکون و وقار اور تواضع ہے یعنی اکڑ کر نہ چلنا اور قدم کو متکبّرانہ انداز میں نہ رکھنا۔ ھونا سے مراد آہستہ چلنا نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کا جو وصف شمائل نبویؐ میں ہے وہ یہ ہے کانما الارض تطوی له آپ اتنے تیز رفتار تھے گویا زمین آپ کے لئے لپٹی جا رہی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کا چلنا بہت آہستہ نہیں بلکہ تیز رفتاری و سکون اور وقار کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ایک نوجوان کو آہستہ آہستہ چلتے دیکھا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم بیمار ہو۔ اس نے کہا نہیں! آپؓ نے اس پر درّہ اٹھایا اور ایسی چال (جو حرکت و عمل اور نشاط و انبساط کو ختم کرنے والی تھی) کو ترک کرنے کی تاکید فرمائی۔ (ابن کثیر)

یمشون علی الارض ھونا کی تفسیر میں حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مومنین کے تمام اعضاء و جوارح (آنکھ

کان، زبان، ہاتھ پاؤں) سب اللہ کے سامنے خشیتِ
الٰہی اور احتساب فکر کے باعث ایسے عاجز دکھائی دیتے ہیں،
جس کی وجہ سے نادان لوگ ان کو دیکھ کر معذور اور درماندہ
سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ بیمار ہیں اور نہ معذور بلکہ تندرست
اور قوی ہوتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا اور
اس کی ساری فکر دنیا ہی کے کاموں میں لگی رہتی ہے تو
وہ ہمیشہ حسرت ہی حسرت میں رہتا ہے اور جس نے اللہ
تعالیٰ کی نعمت صرف کھانے پینے ہی کی چیزوں کو سمجھا
اور اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے کی طرف دھیان نہیں
دیا۔ اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور اس کے لئے عذاب تیار
ہے۔ (ابن کثیر ملخصاً)

واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما

تیسرا وصف یہ ہے کہ جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے
ہیں تو سلامتی اور خوش اسلوبی سے کنارہ کش ہو جاتے
ہیں اور جہالت کا جواب جہالت سے نہیں بلکہ علم اور اخلاق
کے ذریعہ دیتے ہیں۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے
اپنے مریدین اور خلفاء کو نصیحت کی کہ اگر کسی نے تمہاری
راہ میں کانٹے بچھا دیئے ہیں تم بھی اس کی راہ میں کانٹے
نہ بچھاؤ، ورنہ یہ ساری زمین خاردار ہو جائے گی۔
جس کے بعد سب کا چلنا دشوار ہو جائے گا۔

والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما

چوتھا وصف یہ ہے کہ وہ اپنی راتوں کو اپنے
رب کے حضور میں سجدہ کرتے ہوئے قیام کرتے ہوئے گذارتے
ہیں جس طرح ان کے دن اللہ کی اطاعت و فرماں برداری
میں گذرتے ہیں اسی طرح ان کی راتیں بھی اپنے پروردگار کی
عبادت میں گذرتی ہیں۔ قیام اللیل کی بڑی فضیلت ہے
اس سے قلب کو تزکیہ اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے
اور نفس کو ہوا وہوس کے چنگل سے رہائی ملتی ہے۔ اور
خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت رہی ہے کہ
آپ شب کے نصف حصہ میں بیدار ہو کر نماز ادا فرماتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی
نماز جماعت کے ساتھ ادا کی تو وہ آدھی رات عبادت
کا ثواب پایا اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے ادا
کی تو وہ باقی آدھی رات بھی عبادت میں گذارنے والا
سمجھا جائے گا۔ (رواہ مسلم)

والذین یقولون ربنا اصرف عنا
عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما۔

پانچواں وصف یہ ہے کہ وہ رات دن اللہ کی عبادتوں
میں مشغول ہوتے ہوئے بھی اللہ کے عذاب سے بے خوف نہیں
رہتے بلکہ وہ ہر وقت چاہے رات ہو یا دن سفر میں ہوں
یا حضر میں ہر حالت میں عذاب آخرت سے رہائی و خلاصی
کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ گویا خوف و رجا کے درمیان
ان کی زندگی رواں دواں رہتی ہے۔ بقول حضرت امجدؒ

ے شکوہ اس کے غضب کا کرتا بھی ہوں
ہر سانس میں پھر دم اسی کا بھرتا بھی ہوں

مالک میں مرے مہر بھی ہے قہر بھی ہے
مرنا بھی ہو ال پہ اس سے ڈرنا بھی ہو

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا الخ

چھٹا وصف یہ ہے کہ وہ مال خرچ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں، بلکہ خرچ میں اعتدال اور توازن قائم رکھتے ہیں۔ شریعت نے نے اسراف اور بے جا خرچ کرنے کو حرام قرار دیا چنانچہ ارشاد ربانی ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین فضول خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ قَصْدُهٗ فِیْ مَعِيْشَتِهٖ عقل مند شخص کی علامت یہ ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے (رواہ احمد عن ابی الدرداء)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے ما عال من اقتصد جو شخص خرچ میں اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کرتا ہے وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا۔ (رواہ احمد)

بقول کسی شاعر

افلاس اچھا نہ فکر دولت اچھی
جو دل کو پسند ہو وہ حالت اچھی
جس سے اصلاح نفس ناممکن ہو
اُس عیش سے ہر طرح مصیبت اچھی

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھًا

آخر ساتواں وصف یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک نہیں کرتے۔ ایمان باللہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ آدمی خدائے واحد ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور اس کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک نہ کرے۔

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، آٹھواں وصف یہ ہے کہ وہ کسی بندے کو ناحق قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ، اور حق پر کسی بھی ظالم کو معاف نہیں کرتے، خواہ وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ بقول علامہ اقبال رح

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے ظلم و تعدی سے منع کیا اور ظالم کی کلائی موڑ دی، اور مظلوم کو اس کا حق پوری طرح دلایا۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝

وَلَا یَزْنُوْنَ اور نواں وصف یہ ہے کہ وہ زناکاری اور بدکاری سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے ہیں، اس لئے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور اسلام نے زنا کے تمام دواعی و محرکات اور اسباب سے بھی کنارہ کش رہنے کی تلقین کی ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وساء سبیلا زنا کے قریب بھی مت جاؤ، وہ تو سر تا سر فحش ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ خاصان خدا کی قلبی کیفیت تو یہ ہوتی ہے، وہ اس زاویہ اور حاشیہ سے خود کو محفوظ رکھتے ہیں۔ بقول کسی شاعر

زنہار از قرین بد زنہار

وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ

دسواں وصف یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور گناہ کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ ان مجلسوں سے مراد مشرکین کی عیدیں اور ان کے میلے وغیرہ ہیں۔ اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ان سے مراد گانے بجانے کی محفلیں ہیں۔ امام مالک رح فرماتے ہیں کہ ان سے مراد شراب پینے اور پلانے کی مجلسیں ہیں (ابن کثیر) اور یہاں ان تمام مرادی معنوں کو لیا جاسکتا ہے کیونکہ ان اقوال میں کوئی اختلاف اور تعارض نہیں ہے اور یہ ساری مجلسیں اور محفلیں زور کے مصداق ہیں۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

گیارھواں وصف یہ ہے کہ ان کا گزر اتفاقاً لہو اور بیہودہ مجلسوں پر ہوجائے تو وہ سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا گزر ایک دن اتفاق سے کسی بیہودہ اور لغو مجلس پر سے ہوا تو وہاں ایک لمحہ بھی رکے بغیر چلے گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ابن مسعود نے کرامت و شرافت کی روش اختیار کی۔ اس کے بعد حضور اکرم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

واذا مروا باللغو مروا کراما (ابن کثیر)

بندگان خدا کی جیتی جاگتی تصویر کسی شاعر نے کیا خوب کھینچی ہے ؎

وہ صورتیں متبرک وہ ان کی شان وشکوہ
مہذبانہ وہ باتیں وجاں فزا گفتار
دوستوں سے عزیزوں کی طرح مل جانا
برائیوں سے کنارہ شکایتوں سے عار

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝

بارھواں وصف یہ ہے کہ جب ان کو اللہ کی آیات اور آخرت کی یاد دلائی جاتی ہے تو وہ ان آیات کی طرف اندھے بہروں کی طرح متوجہ نہیں ہوتے بلکہ سمیع و بصیر انسان کی طرح ان میں غور کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، یعنی ہر کس و ناکس کے کہنے یا کہاوت پر عمل نہیں کرتے بلکہ خداداد ذہانت سے غور وفکر و ادراک سے اپنے مستند علمائے صالحین سے علم حاصل کرتے ہیں اور اس پر مطمئن ہو کر عمل کرتے ہیں۔ دورِ حاضر میں تو اس باب میں بڑی احتیاط اور دور اندیشی کی ضرورت ہے کہ علم اور تزکیہ کا حصول صحیح مقام سے ہو کیونکہ آخر زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کی صفات یہ ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ۔ (ترمذی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر

زمانہ میں ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے جو دین کے نام سے دنیا کے طالب ہوں گے یعنی دینی و اخروی اعمال کے ذریعہ دنیا کمائیں گے۔ دنبوں کی کھال کا لباس پہنیں گے۔ موٹے موٹے کپڑوں کا لباس پہنیں گے یعنی دینداروں کی صورت و شکل اختیار کریں گے، اور ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہونگی۔ لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے دل کی طرح ہونگے۔ بقول حضرت امجدؒ حیدرآبادی :-

کس شان سے شیخ خود نما بیٹھا ہے
سچ مچ کوئی سمجھے کہ خدا بیٹھا ہے
صورت میں بایزیدؒ سیرت میں یزید
چمڑے پہ ہرن کے بھیڑیا بیٹھا ہے

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا،

تیرھواں وصف یہ ہے کہ وہ اپنی ازواج و اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہماری اولاد کو ہمارے آنکھوں کے لئے ٹھنڈک بنا دے۔ حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ٹھنڈک سے مراد یہ ہے کہ اولاد کو اللہ کی اطاعت میں مشغول دیکھے، اور یہ بات ہر نیک انسان کی طبیعت میں داخل ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اللہ کی عبادت و اطاعت میں دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اور وہ اپنی بیبیوں کے لئے بھی دُعا مانگتے ہیں اور ان کے اعمال و اخلاق کی اصلاح و درستگی کی فکر میں رہتے ہیں اور وہ متقی لوگوں کی سرپرستی کے متمنی و طالب رہتے ہیں اور ہر انسان اپنے اہل و عیال کا امام اور سرپرست ہوتا ہے، اس لحاظ سے اس دعا کا ماحصل یہ ہوا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو متقی بنانے کے لئے دُعا کرتے ہیں، جب وہ متقی ہو جائیں گے تو وہ ان کے امام و پیشوا بھی ہو جائینگے

اولٰئک یجزون الغرفۃ بما صبروا ویلقون فیھا تحیۃ وسلاما۔ ایسے لوگ جن کے اندر مذکورہ صفات اور ان پر ثابت رہنے کی صفت کے باعث ان کو جنت میں بالاخانے عطا کئے جائیں گے۔ اور ان کو اس (جنت) میں (ملائکہ کی جانب سے) بقا کی دُعا اور سلام کی نعمت حاصل رہیگی۔ اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو بہت ہی اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔

ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جنت میں ایسے غرفے ہونگے جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ یہ غرفے کن لوگوں کے لئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اپنی بات چیت میں نرمی اور تواضع کرے اور ہر مسلمان کو سلام کرے اور لوگوں کو کھانا کھلائے اور رات کو اسوقت نماز پڑھے جب کہ لوگ سو رہے ہیں۔ (بیہقی و ترمذی)

حاصل کلام ان آیات کے اندر بندگان خدا کی جو صفات وارد ہیں، ان میں اسلامی تعلیمات اور سیرت نبویؐ کا عکس جمیل و نقش حسین موجود ہے جو ہر مسلمان کے لئے دعوت فکر ہے۔

سہ نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا۔ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔ (علامہ اقبالؒ)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم! امابعد

اے امامِ اہلسنت تاجدارِ علم وفن
خوب کی تجدیدِ ملت تم نے اے سروِ چمن
نائبِ شاہِ دنیٰ ہو جانشینِ اولیاء
رونقِ بزمِ طریقت واقفِ سرِ علن
یادگارِ بوحنیفہ غوثِ اعظم کے شبیہ
نازشِ مردانِ حق ہو زینتِ باغ وچمن
رسمِ بسم اللہ میں تھا کس قدر اونچا سوال
محوِ حیرت انجمن تھی واہ یہ نوری ذہن

دنیائے علم وادب کی وہ باوقار تاریخ ساز شخصیت جس نے ملتِ اسلامیہ کو حیاتِ جدید سے سرفراز فرمایا جس نے اپنی شیریں مقالی وشیریں بیانی سے ضلالت وگمراہی میں بھٹکنے والے انسانوں کو خدا سے قریب کیا جس نے لوگوں کے قلب ودماغ میں عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کیا جس نے شریعتِ مطہرہ کی اتباع اور دینِ حق کی خدمت میں اپنی مکمل زندگی وقف کردی۔ اس کو دنیا تاجدارِ اہلسنت اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت دس شوال المکرم سنہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍جون سنہ ۱۸۵۶ء موافق بروز شنبہ بوقت ظہر شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی۔ پیدائشی نام "محمد" اور تاریخی نام "المختار" ہے۔ جدِ امجد مولانا شاہ رضا علی خاں نے آپ کا اسم شریف "احمد رضا" رکھا۔

رسمِ بسم اللہ خوانی اور سلسلۂ تعلیم

تاجدارِ اہلسنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی رسمِ بسم اللہ خوانی کا واقعہ بڑا ہی عجیب وغریب ہے۔ استادِ محترم نے آپ کو حسبِ دستور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھانے کے بعد ا۔ب۔ت۔ث وغیرہ پڑھانا شروع کیا۔ استاذ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق پڑھتے گئے۔ جب لا (لام الف) کی جگہ پہنچے تو استاد نے کہا کہ پڑھو لام الف، امام احمد رضا خاموش ہوگئے اور لام الف نہیں پڑھا۔ مزید استاد نے کہا کہ میاں صاحبزادے! کہو لام الف — امام احمد رضا

فاضل بریلوی نے کہا کہ میں تو یہ دونوں حرف پڑھ چکا ہوں۔ یعنی الف بھی پڑھا اور لام بھی پڑھا۔ پھر دوبارہ اسی کو کیوں پڑھایا جا رہا ہے؟ محفل بسم اللہ خوانی میں آپ کے جد امجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا بیٹا استاد کا کہا مانو۔ جو کہتے ہیں پڑھو! اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لام الف پڑھا — لیکن حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں کی طرف مستفسرانہ نگاہ ڈالی۔

جد امجد نے اپنے فہم و فراست سے یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ یہ ننھا سا بچہ گویا کہنا یہ چاہتا ہے کہ الفاظ مفردہ میں لفظ مرکب کا بیان کیسے آگیا؟ بچہ کی کم عمری کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف کا ملانا قبل از وقت بات تھی —

مگر جد امجد علیہ الرحمہ نے اپنے نورِ باطنی سے ملاحظہ فرمایا کہ یہ لڑکا فضل ربانی سے سلطنتِ علم و حکمت کا تاجدار ہونے والا ہے۔ اس وقت بچہ کم سن ضرور ہے مگر اس کا فہم و ادراک بفضلہٖ رب العزّت سن بلوغ کو پہنچا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ بیٹا جس حرف کو تم نے شروع میں پڑھا ہے۔ وہ حقیقت میں الف نہیں ہے، بلکہ وہ "ہمزہ" ہے۔ اور اب لام کے ساتھ جس حرف کا تلفظ کرایا گیا ہے وہ الف ہے۔

الف چونکہ ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور ساکن کو بغیر دوسرے حرف کے ملائے ہوئے ادا نہیں کیا جا سکتا ہے، اس لئے اس ساکن حرف کو لام کے ساتھ تلفظ کرایا گیا — اس پر امام احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر یہی وجہ تھی، تو کسی بھی حروف تہجی کے ساتھ الف کا تلفظ کرایا جا سکتا تھا، آخر الف اور لام میں کون سی نسبت ہے؟ کیا خاصیت ہے کہ الف کو لام کے ساتھ ملا کر تلفظ کرایا گیا؟ مجدد مأتہ حاضرہ کا مندرجۂ بالا اعتراض سن کر محفل بسم اللہ خوانی میں سناٹا چھا جاتا ہے — آپ کو آپ کے جد امجد گلے سے لگا لیتے ہیں اور اپنے دل کی گہرائیوں سے دعائیں دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ خود جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ لام اور الف کے درمیان صورۃً اور سیرۃً بہت گہرا تعلق اور مناسبت ہے۔ دیکھنے میں شکل و صورت کے اعتبار سے دیکھو رنگ و روپ کے اعتبار سے دیکھو۔ لکھنے میں دونوں کی شکل ایک دوسرے کی طرح سے دیکھو۔ لا۔ لا۔ لا اور سیرۃً اس طرح تعلق ہے کہ" لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے۔ یعنی لَ ا مْ یعنی لام کے بیچ میں الف اور اَ لِ فْ کے بیچ میں لام ہے"، گویا:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

رسم بسم اللہ خوانی میں تھا کسقدر اونچا سوال
محو حیرت انجمن تھی واہ یہ نوری ذہن،

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

آپ نے اپنی چار سال کی چھوٹی سی عمر میں جبکہ عموماً دوسرے بچے اس عمر میں اپنے وجود سے بھی بے خبر رہتے ہیں قرآن پاک ناظرہ مکمل کر لیا۔ (تذکرۂ علمائے ہند)

چھ سال کی عمر میں ربیع الاول شریف کے مبارک و مقدس مہینہ کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہوکر ایک بڑے مجمع کی موجودگی میں ذکر میلاد شریف پڑھا۔ اردو، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے میزان منشعب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر اپنے والد ماجد تاج العلماء سند المحققین حضرت علامہ مولانا شاہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور درج ذیل علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

علم قرآن۔ علم تفسیر، علم حدیث، اصول حدیث کتب فقہ حنفی، کتب فقہ حنبلی، مالکی شافعی، اصول فقہ جدل مہذب، علم العقائد والکلام (جو مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے ایجاد ہوا) علم نحو، علم صرف، علم معانی علم بیان، علم بدیع، علم منطق، علم مناظرہ، علم فلسفہ دلس، ابتدائی علم ہیئت، علم حساب تا جمع تفریق تقسیم ابتدائی علم ہندسہ۔

تیرہ برس دس مہینے پانچ دن کی عمر شریف میں ۱۴ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۸۶۹ء کو آپ تحصیل علوم سے فارغ ہوئے اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اسی دن آپ نے مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل درست و صحیح تھا۔ والد محترم نے ذہن نقاد دیکھ کر اسی دن سے فتویٰ نویسی کی جلیل الشان خدمت آپ کے سپرد کردی۔

آپ نے تعلیم طریقت مرشد برحق استاد العارفین حضرت مولانا سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ مرشد برحق کے وصال کے بعد استاذ السالکین حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری کی جانب رجوع فرمایا اور تعلیم طریقت کے ساتھ ساتھ علم تکسیر و علم جفر وغیرہ حاصل کیا، نیز شرح چغمینی کا بعض حصہ حضرت مولانا عبدالعلی رامپوری علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ پھر فضل ربانی و فیض نبوی نے آپ پر عنایت کی خصوصی نگاہ ڈالی کہ جس کے نتیجہ میں آپ نے بغیر کسی استاد سے پڑھے محض خداداد صلاحیت و بصیرت سے حسب ذیل علوم و فنون سے دسترس حاصل کی اور ان کے شیخ اور امام کہلائے۔

قرأت۔ تجوید۔ تصوف، سلوک، علم اخلاق اسماء الرجال، سیر، تواریخ، لغت، ادب مع جملہ فنون، ارثماطیقی، جبر و مقابلہ، حساب سینی، لوگارثم علم التوقیت، مناظرہ، علم الاکر، زیجات، مثلث کروی مثلث سطح، ہیئت جدید (انگریزی فلسفہ) مربعات منتہی علم جفر، علم زائرچہ، علم فرائض، نظم عربی، نظم فارسی نظم ہندی، انشاء نثر فارسی، انشاء نثر ہندی، خط نسخ خط نستعلیق، منتہی علم حدیث، منتہی علم ہیئت، منتہی علم ہندسہ، منتہی علم تکسیر، علم رسم خط قرآن مجید۔

حضرت علامہ مولانا مفتی سید ظفر الدین فاضل بہاری علیہ الرحمہ والرضوان نے حیات اعلیحضرت

صفحہ ۳۵ میں تحریر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اعلیحضرت امام اہلسنت احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو اتنے کثیر علوم کا جامع بنایا کہ آپ نے پچاس فنون میں تصنیفات فرمائیں" اور سلطان المناظرین بیشۂ اہلسنت والجماعۃ علامہ مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان لکھنوی نے ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم صفحہ ۷۸ میں تحریر فرمایا ہے کہ "اعلیحضرت کی تصنیفات مبارکہ ایکہزار سے زائد ہیں۔"

امام احمد رضا کے وھبی علوم

اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے بہت سے مردہ فنون کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ علم توقیت میں آپ کا کمال ایجاد کے درجہ پر تھا۔ ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں جن سے قارئین حضرات کو خوب اندازہ ہو جائے گا کہ اعلیحضرت کے وھبی علوم کسبی علوم پر غالب ہیں۔

(۱) آپ نے آٹھ برس کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب "ھدایۃ النحو" پڑھی اور خداداد علم کے زور کا یہ عالم تھا کہ اسی عمر میں ھدایۃ النحو کی شرح عربی زبان میں لکھ ڈالی۔
(ترجمان اہلسنت شمارہ پنجم تا دہم ص۹)

(۲) مولوی عرفان علی بیسلپوری کا بیان ہے کہ ایکمرتبہ حضور اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی، ایک صاحب عربی لباس پہنے ہوئے تشریف لائے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ پھر اس بزرگ ہستی کو کبھی نہیں دیکھا۔ (حیات اعلیحضرت)

(۳) نواب وحید احمد خاں بیان کرتے ہیں کہ:- ایک دن میں نے مولٰنا مولوی احسان حسین صاحب سے اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے اعلیحضرت کے علم وفضل کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ میں عربی کی ابتدائی تعلیم میں اعلیحضرت قبلہ کا ہم سبق رہا ہوں۔ اعلیحضرت کی خداداد ذہانت کا حال یہ تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی حصہ سے زاید نہیں پڑھا۔ کتاب کا ایک چوتھائی حصہ استاد سے پڑھ لینے کے بعد بقیہ پوری کتاب از خود پڑھتے اور یاد کرکے سنا دیا کرتے تھے۔
(حیات اعلیحضرت)

(۴) جناب مولوی سید ایوب علی صاحب بریلوی حیات اعلیحضرت ص۱۵ میں بیان فرماتے ہیں کہ "کسور اعشاریہ متوالیہ" میں انگریزی درس گاہوں کے فاضل تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں اور مجھے بھی صرف تیسری ہی قوت تک واقفیت تھی، لیکن حضور اعلیحضرت علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے بعونہٖ تعالیٰ اسے حل کر دوں گا۔ اس کے بعد اعلیحضرت نے مجھے اور سید قناعت علی کو چند قاعدے ایسے بتائے جن سے ہم لوگ بھی ہر قوت کے سوالات حل کرنے لگے۔ اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری (پروفیسر دینیات علی گڈھ کالج) نے بیان کیا ہے، کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو علم ریاضی میں تقریباً ہر ولایت

کی ڈگریاں اور تمغہ حاصل کئے ہوئے ہیں، انہوں نے بھی اعلیحضرت قبلہ علیہ الرحمہ سے اس علم کے متعلق مزید معلومات فراہم کیا ہے۔ (حیات اعلیحضرت ص۱۵)

امام احمد رضا خاں کی زندگی کے عام حالات

مجدد مائۃ حاضرہ امام اہلسنت نے اپنی مکمل زندگی کو مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے، کسی کو دیتے تو اللہ ہی کے لئے اور نہ دیتے تو اللہ ہی کے لئے۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اترپردیش بہرائچ ڈسٹرکٹ مضافات نانپارہ کے ایک صاحب اعلیحضرت کے مخلص دوستوں میں سے تھے بریلی تشریف لائے اور انہوں نے اعلیحضرت کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا کہ نانپارہ کے راجہ صاحب کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھ دیجئے تاکہ میں اپنی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کروں اور انعام واکرام حاصل کرسکوں تاکہ اس سے کچھ گذر بسر کا سامان ہوجائے — امام اہلسنت اعلیحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کی درخواست کے جواب میں بجائے منقبت کے فی البدیہہ ایک نعت شریف کا املا کرایا۔ یہ وہی معروف ومشہور نعت شریف ہے جس کا مطلع یہ ہے:

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں،
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اس نعتِ شریف کے مقطع میں اعلیحضرت نے جس خوبصورتی کے ساتھ ان کی درخواست پر طنز فرمایا یہ انہی کا حصہ ہے، ارشاد فرماتے ہیں:-

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ذرا یہ صنعتِ شعری ملاحظہ فرمایئے کہ نان پارہ کو الٹ کر "پارۂ نان" کے لفظ سے کتنا ایمان افروز اور خوبصورت مفہوم واضح فرمایا۔

آپ کے جملہ امور محض اللہ کے لئے تھے نہ کسی کی تعریف سے مطلب نہ کسی کی ملامت کا خوف، آپ ہمیشہ بصورت نام اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر میم کہنیاں "ح" کمر میم، پاؤں دال بن کر گویا نام پاک محمد کا نقشہ بن جاتا صلی اللہ علیہ وسلم —

مجلس میلاد شریف میں دوزانو ہوکر باادب بیٹھے رہتے۔ ذکر ولادت شریف کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے کھڑے ہوجاتے۔ ہنسنے میں کبھی قہقہہ نہ فرماتے۔ جماہی کے وقت دانتوں میں انگلی دبا لیتے۔ قبلہ کیطرف منہ کرکے کبھی نہ تھوکتے نہ ہی قبلہ کیطرف پاؤں پھیلاتے۔ خط بنواتے وقت اپنا شیشہ اور کنگھا استعمال فرماتے۔

تصنیف و تالیف، کتب بینی، فتویٰ نویسی کے خیال سے خلوت میں تشریف رکھتے ۔ پانچوں نمازیں ہمیشہ باجماعت مسجد ہی میں ادا فرماتے ۔ عمامہ کی پابندی فرماتے ۔ آپ وضو اور غسل میں بہت احتیاط فرماتے ۔ آپ کے وضو کے لئے عموماً دو لوٹے پانی رکھا جاتا ۔ اگر کسی کو کوئی چیز دیتے ۔ اور وہ بایاں ہاتھ بڑھاتا تو فوراً دستِ مبارک روک لیتے اور فرماتے کہ داہنے ہاتھ میں لو ۔ بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے ۔

بسم اللہ شریف کا عدد ۷۸۶ لکھنے کا عام طور دستور ہے کہ پہلے سات لکھتے ہیں پھر آٹھ، اس کے بعد چھ لکھتے ہیں لیکن آپ پہلے چھ لکھتے تھے پھر آٹھ، تب سات تحریر فرماتے یعنی اعداد کو بھی داہنے جانب سے لکھتے ۔

آپ نے اپنی زندگی کے سارے لمحات کو اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت میں گذار دی ۔

آپ کی وفات شریف ۲۵ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ م ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو جمعہ مبارکہ کے دن ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر عین اذان جمعہ میں اُدھر حی علے الفلاح کی پکار سنی اُدھر روح فتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہا ——

انا للہ وانا الیہ راجعون

مزار پُرانوار

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے شمالی جانب ایک بلند و بالا حسین عمارت کے اندر آپ کا مزارِ پاک ہے ۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۴، ۲۵ صفر کو منعقد ہوتا ہے، جس میں اطراف و اکناف ہند و پاک کے مشاہیر علماء خطباء، مشائخ شریک ہوکر اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے بھرتے ہیں ۔

پروردگار عالم آپ کی قبر انور پر نور و رحمت کی بارش برسائے ۔ آمین اور آپ کے صدقے ہم گنہگاروں کی بخشش فرمائے ۔

۶۸۶

فصل الخطاب بین الخطاء والصواب

تالیف

مجدد جنوب حضرت علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری

رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بہ

قطب ویلور

ترجمہ و تلخیص: مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی

قادری۔ ادھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ

سالوین قسط

کتاب فصل الخطاب بین الخطاء والصواب کی ساتویں قسط ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے جسمیں حضرت مؤلف نے درج ذیل موضوعات پر فاضلانہ بحث کی ہے :-

- دلائل شرعیہ چار ہیں - کتاب اللہ - سنت رسول - اجماع اور قیاس مجتہدین جو مذکورہ تین شرعی دلائل سے مستنبط ہو۔
- تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے سے متعلق احادیث اور ائمۂ اربعہ کا مسلک وموقف۔
- خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر کرنا اہل سنت وجماعت کا شعار اور ممتاز نشان ہے۔
- شریعت مطہرہ میں تسبیح کا استعمال تعداد کی بنا پر جائز۔
- خطبہ میں عصا یا اس کے سوا کسی لکڑی سے سہارا لینا مسنون ہے۔
- تثویب یعنی نماز کے لئے اذان کے بعد پھر دوسری مرتبہ بلانا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے کہ انہوں نے، اپنی اس کتاب کے ذریعہ اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ پہ گامزن رہنے کی تلقین وھدایت کی اور الحمد للہ جنوبی ھند میں آپ کے خلفاء وتلامذہ اسی موقف کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔

مترجم: ابو النعمان عفرلہٗ

شرعی دلائل چار ہیں (1)

کتاب اللہ ۔ سنت رسول ۔ اجماع ۔ اور قیاس مجتہد

پہلا فائدہ : دلائل شرعیہ سے متعلق ہے شرعی دلیلیں چار ہیں ۔ کتاب اللہ، سنت رسول ۔ اجماع اور مجتہد کا قیاس جو مذکورہ تین شرعی دلائل سے مستنبط ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل کتاب کے پہلے مقدمہ میں گذر چکی ہے ۔ اصول کی کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ قرآن کریم، تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے ۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے ۵۵ ویں مکتوب جلد ثانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم جمیع احکام شرعیہ بلکہ تمام گذری ہوی شریعتوں کا جامع اور لب لباب ہے، اس باب میں انتہا یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کے بعض احکام اس قسم کے ہیں جن کا معنی و مفہوم، عبارت نص، دلالت نص، اشارۂ نص اور اقتضائے نص سے سمجھا جاتا ہے یعنی قرآن کی ظاہری عبارت یا اس کے اشارے، کنائے، یا اس کے ایک دوسرے پر دلالت کرنے والے مفہوم، یا اس کے تقاضوں سے پہچانا جاتا ہے اور اس سلسلے میں اہل لغت کے عوام و خواص دونوں تقریبًا برابر ہیں ۔

اور احکام شرعیہ کی دوسری قسم بھی اپنی پہلی قسم کے قبیل سے ہے مگر اس کے معنی اور مفہوم کو اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ سمجھا جاتا ہے ۔ اور یہ فہم اور سمجھ بوجھ جو سردار ہے، ائمۂ مجتہدین ہی کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اور آپ کے اصحاب کرام اور جمہور علماء و فقہا کے قول کے مطابق آپ کی پوری امت کے مجتہدین بھی اس فہم اور سمجھ بوجھ کے اعتبار سے سردار ہیں اور ان کے سردار خود حامل شریعت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جو نزول وحی کا زمانہ تھا، اجتہادی احکام خطا اور صواب کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں بلکہ وحی قطعی کی وجہ سے محق (وہ شخص جس کی جانب حق ہو) کے درست ہونے کو مخطی (وہ شخص جو ارادہ نیکی کا کرے اور اچانک و بے قصد اس سے خطا سرزد ہو جائے) کی غلطی و لغزش سے صاف صاف تمیز کی جا سکتی تھی اور حق کے ساتھ باطل کی آمیزش کسی حال نہیں ہوتی تھی کیونکہ کسی خطا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی صحیح نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔

اس کے برخلاف وہ احکام جو انقطاع وحی کے بعد مجتہدین کے اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں، یہ غلطا اور صواب کے درمیان مشترک ہیں، اسی لئے

اجتہادی احکام جو زمانۂ وحی میں طے شدہ تھے، وہ موجب یقین ہیں۔ جن پر عمل اور اعتقاد دونوں صحیح اور مفید ہیں۔ اور زمانۂ وحی کے بعد طے ہونے والے اجتہادی احکام، یہ موجب ظن ہوں گے موجب یقین نہیں جو عملاً تو مفید ہیں، اعتقاداً نہیں۔

قرآنی احکام کی تیسری قسم اس قبیل سے ہے کہ بشری طاقت اس کے فہم و ادراک سے عاجز ہے، جب تک کہ خود احکام کے نازل فرمانے والے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا علم و آگہی نہ ہو تو ان احکام کی سمجھ بوجھ کا تصور بھی نہ ہو سکے گا۔ گو کہ یہ احکام قرآن کریم سے ماخوذ ہیں اور مستفاد ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا فرد اس کا اہل نہیں ہے اور اس کو یہ علم و آگہی حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا حصول صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ بہرحال جب یہ معلوم ہو گیا کہ ان احکام کو ظاہر کرنے والی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے تو لامحالہ ان کو سنتِ رسولؐ کے ساتھ منسوب کرنا پڑا کیونکہ ان کی مظہر سنت ہی ہے۔
اس رنگ میں جب اجتہادی احکام کو قیاس کے ساتھ نسبت کریں تو اس حیثیت سے قیاس خود احکام کا ظاہر کرنے والا بنا (جس طرح آپؐ کی ذاتِ گرامی احکام کو ظاہر کرنے والی بنی، اسی طرح قیاس بھی احکام کو ظاہر کرنے والا بنا۔)
اب نتیجہ یہ نکلا کہ سنت اور قیاس یہ دونوں بھی احکام کو ظاہر کرنے والے ہیں اگرچہ کہ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ ایک تو ان میں کا قیاس ہے جو محض رائے پر بھروسہ کرتا ہے اور جس میں خطا و نسیان کا احتمال موجود ہے، اور دوسرا مظہر سنت ہے جو حق جل وعلا کا عطا کردہ اور بتلایا ہوا ہے جس میں خطا کی کسی طرح گنجائش نہیں ہے اور یہ دوسری قسم یعنی سنت رسولؐ اصل کتاب (کتاب اللہ) کے ساتھ کمال مشابہت و مماثلت رکھتی ہے اور گویا مثبتِ احکام ہے اگرچہ کہ فی الحقیقت جمیع احکام کی مثبت وہی کتاب اللہ ہے۔

واضح ہو کہ اجتہادی احکام میں ایک غیر نبی پیغمبر خداؐ کے ساتھ اختلاف کرنے کی گنجائش، اور طاقت رکھتا ہے، جب کہ وہ اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہو۔ یعنی ایک مجتہد اپنے اجتہادی مسائل میں پیغمبر خدا کے ساتھ اختلاف رائے کا مجاز ہے اور وہ احکام، جو قرآن کریم کی ظاہری عبارت یا اس کے اشاروں، کنایوں اور یا اس کے دال مدلول سے ثابت ہوں۔ اور اسی طرح وہ احکام جن کا ظہور سنت رسولؐ سے ثابت ہو۔ ان دونوں قسم کے احکام میں سے کسی ایک کی بھی خلاف ورزی جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان احکام کی پیروی کرنا ساری امت کے لئے لازمی و ضروری ہے۔ پس امت کے مجتہدین کو اپنے اجتہادی احکام ہی میں پیغمبر خداؐ کی رائے کی متابعت و پیروی لازم نہیں ہے، بلکہ وہ اجتہادی اپنی رائے کو قرار پکڑے اور اسی پر قائم رہے۔ مجتہد اور مقلد کے احکام اور اقسام کی تفصیلی بحث مقدمات میں گذر چکی

ہے۔ وہیں دیکھ لیں۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفۃ النعمان کے نزدیک رفع یدین، تکبیر تحریمہ کے سوا مکروہ ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک مسنون ہے۔

شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:۔

واضح ہو کہ تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھوں کو اٹھانے کے بارے میں حنفیوں اور شافعیوں کے درمیان اختلاف ہے اور دونوں کے پاس احادیث و آثار موجود ہیں۔ اور اس مسئلہ میں درست اور ٹھیک موقف یہ ہے کہ دونوں (یعنی رفع یدین اور عدم رفع یدین) پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رہا ہے کبھی اس پر اور کبھی اُس پر۔ اور صحابۂ کرام میں سے ہر صحابی نے جو دیکھا اس کو روایت کر دیا' یا ممکن ہے کہ رفع یدین ابتداء میں رہا ہو گا اور آخر میں ترک کر دیا گیا ہو۔ اور بڑے بڑے صحابۂ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو قرآن و حدیث اور اس کے احکام کے جید عالم تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال سے متفق و باخبر تھے اور سفر و حضر میں حضور اکرم کے حاضر باش اور ساتھ ساتھ رہنے والے خادم خاص تھے انہوں نے سوائے تکبیر تحریمہ کے نماز میں کہیں رفع یدین نہیں فرمایا اور یہ بظاہر احتمال ثانی پر موقوف ہے یعنی رفع یدین ابتداءً موجود اور انتہاءً منسوخ ہے محتمل ہے۔

نیز امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے عدم رفع الیدین کی روایت فرمائی ہے۔ ولو بالفرض دونوں صورتوں رفع یدین اور عدم رفع یدین کو تسلیم کر لیا جائے تو اس صورت میں عدم رفع یدین کی روایت ہی راجح اور غالب ہو گی۔ کیونکہ اس میں سکون زیادہ ہے اور سکون کو نماز کے خشوع و خضوع سے مناسبت زیادہ ہے۔ اس مقام میں کلام بہت وسیع ہے اور ہم نے اس کی تفصیل "شرح سفر السعادۃ" میں پیش کی ہے۔

اور اسی طرح شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "**فتح المنّان فی تائید مذھب النّعمان**" میں بہت ساری احادیث اور آثار کی روشنی میں امام اعظمؒ کے مذہب و مسلک کو مستند طریقے سے بیان فرمایا ہے۔ اور کتاب کافی "کفایہ" شرح مختصر وقایہ "عنایہ" "نہایہ" "تبیین الحقائق" اور "بحر الرائق" وغیرہا کے مصنفین کرام نے صحیح احادیث اور قوی اسناد کے ذریعہ امام اعظمؒ کے مذہب کو ثابت کیا ہے۔ نیز "نظام الاسلام" کے مصنف علّام نے بھی امام اعظم کے مذہب کو گیارہ سندوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔

ان اختلافی مسائل میں بعض لوگوں کی گستاخی و بے ادبی اور طغیانی و سرکشی بھی دیکھنے میں آئی جو ایک طرف تقلید اور اپنے حنفی ہونے کے مدعی بھی ہیں تو دوسری طرف امام شافعی علیہ الرحمہ کے مسالک کے ترتیب و نزدیک بھی

انہوں نے محض مشکوٰۃ شریف کی چند ظاہری حدیثوں پر نظر کیا اور نفس مسئلہ کے تہہ کو پہنچے بغیر ہی شوافع کے مسلک کو راجح قرار دینے کی ٹھان لی۔ اور یہ نہیں غور کیا کہ صاحب مشکوٰۃ شافعی المذہب ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کو اس کے اندر اپنے مسلک و مذہب کی حدیثیں جمع کرنا ہی اصل کام تھا۔ ہم نے اپنے چوتھے مقدمے میں یہ حقیقت بیان کر دی ہے، کہ کسی مقلد کو ایک مسلک پر دوسرے مسلک کو ترجیح دینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

غرض اس مسئلہ میں عوام کی ٹولی نہ صرف مسلک کی ترجیح میں الجھی ہوئی ہے بلکہ ان دونوں امام عالی مقام (حضرت امام ابوحنیفہؒ و حضرت امام شافعیؒ) کے اجتہاد کے درمیان میں خود ہی حکم (جج) بنی ہوئی ہے۔ اور مزید طرفہ طرازی یہ ہے کہ امام اعظم کے قول کے باطل ہونے کا اعلان کر رہی ہے اور آپ کے قول کو سنت کے خلاف بھی کہہ رہی ہے، جبکہ اصل حقیقت حال یہ ہے کہ ایک مجتہد کا قیاس دوسرے مجتہد کے قیاس کو خود باطل نہیں کر سکتا تو پھر بھلا کسی مقلد کے قیاس سے مجتہد کا قیاس کیونکر باطل ہو سکتا ہے' اس کی تفصیل ہم نے اپنے پانچویں مقدمہ میں بیان کی ہے۔ دیکھ لیا جائے اور یہی نہیں بلکہ یہ ٹولی تو حنفیوں کو رفع یدین کا حکم بھی دے رہی ہے اور ساتھ ہی امام اعظم ابوحنیفہ کو صاحب الرائے بھی کہنے لگی ہے۔ حالانکہ رفع یدین کا ترک کرنا ان کے اجتہاد سے ثابت ہے جیسا کہ اس کی وضاحت گذر چکی۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

یہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ یہ لوگ تو جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

امام ربانی اپنے ۵۵ویں مکتوب جلد دوم میں امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان کے حالات کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں کہ:۔

ورع و تقویٰ کی برکت و تاثیر اور سنت نبویؐ کی متابعت و پیروی کی بدولت امام اعظمؒ نے اجتہاد و استنباط کے بلند ترین مقام کو پا لیا کہ دوسرے مجتہدین آپ کی اس فہم و بصیرت سے عاجز ہیں۔ اسی لئے آپ کے اجتہادی و استنباطی مسائل و احکام کی دقتوں و باریکیوں تک جب ان کی فہم و ادراک نہیں پہنچ سکی، تو معانی کی دقت و باریکی کی وجہ سے ان مسائل کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھ لیا اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب الرائے خیال کیا۔ اور یہ سب کچھ آپ کے علم اور درایت کی حقیقت اور تہہ تک نہ پہنچنے کا نتیجہ ہے' اور آپ کی فہم و فراست سے غافل ہونے کا سبب ہے۔ امام شافعیؒ جنہوں نے آپ کی فقاہت کی باریکی و دقت کی بو باس محسوس کی اور امام ابوحنیفہ کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ: الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفۃؒ

تمام فقہاء ابوحنیفہ کی اولاد ہیں یعنی سارے فقیہہ حضرات ابوحنیفہ کی فقاہت کے خوشہ چیں اور جرعہ کش ہیں۔ افسوس ہے ان کوتاہ بینوں کی جرأت اور جسارت پر جنہوں نے جان بوجھ کر اپنے قصور اور نقص کو بڑی بے باکی کے ساتھ

دوسروں کے سر تھوپ دیا۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعنِ قصور
حاش للہ برارم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

کوئی تنگ نظر اس حنفی جماعت کو قصور مند ٹھہرا رہا ہے تو معاذ اللہ مجھے اسکی یہ بات نقل کرنا بھی گوارا نہیں ہے۔ دنیا جہاں کے سارے شیر جب اس تقلید کی قلادہ میں بندھے ہوئے ہیں تو ایک مسکین لومڑی اپنی حیلہ سازی سے اس مضبوط رسی کو توڑ دے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ مطلب یہ ہے کہ مقلدین شیر صفت ہیں اور مذبذبین روباہ مزاج لوگ ہیں جو استقلال و استقامت کے بجائے ادھر ادھر بھاگ نکلنے کے عادی ہیں۔

نیز اس مکتوب میں لکھتے ہیں کہ بغیر کسی تکلف و تعصب کے کہا گیا ہے کہ حنفی مذہب کی نورانیت کشف کے ذریعہ ایک عظیم دریا کی شکل میں دکھائی دیتی ہے اور دوسرے مذاہب اس کے مقابل میں حوضوں اور نہروں کے مانند نظر آتے ہیں۔ اور کشف والہام سے قطع نظر ظاہری طور پر بھی یہ حقیقت پوری طرح واضح اور روشن ہے کہ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت قریبًا پونا حصہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی متبع اور پیروکار ہے۔ اور یہ حنفی مذہب اپنے متبعین کی کثرت کے ساتھ ساتھ اصول اور فروع میں بھی سارے مذاہب سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ اور اجتہاد و استنباط میں اس کی شان ہی علیحدہ ہے۔ اور اس حیثیت سے یہ بات بھی مبنی برحقیقت ہے کہ امام اعظمؒ کا سنت کی اتباع و پیروی میں عجیب انداز ہوتا ہے وہ سب سے آگے آگے اور مقدم رہتے ہیں (ان کی نگاہ سے کوئی حدیث چھوٹنے نہیں پاتی) مرسل حدیثوں کو (عملی طور پر) مسند حدیثوں کا درجہ دینا اور مراسیل کو اپنی رائے پر مقدم رکھنا یہ ان ہی کا انداز اور طریقہ ہے۔ اور اسی طرح آپ ایک صحابیؓ رسول کے قول کو شرف صحبت نبویؐ کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں حالانکہ دوسرے ائمہ آپ کی طرح یوں مقدم نہیں رکھتے۔ ایک طرف تو ان مخالفین نے امام اعظم کو صاحب الرائے قرار دیا اور ایسے الفاظ آپ کی جانب منسوب کئے جو سوء ادب پر مبنی ہیں اور دوسری طرف ان مخالفین نے آپ کے کمال علم و نور اور تقویٰ و طہارت کا اعتراف اور اقرار بھی کیا ہے۔ اللہ ہی ان کو ہدایت اور توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین اسلام کے عظیم ترین قائد و سردار کے درپئے آزار نہ ہوں اور دنیائے اسلام کی بڑی جماعت (احناف) کے دلوں کو تکلیف نہ دیں۔ یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم (منافقین یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے نور (ہدایت) کو اپنے منہ کی پھونک سے بجھا دیں۔ جس طرح یہ ناممکن ہے، اسی طرح ان کے یہ فاسد خیالات کو بھی ناممکن سمجھو)۔

جس گروہ نے حنفی اکابر دین پر اصحاب رائے ہونے کا الزام عائد کیا ہے، وہ فی الواقع اگر یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ حنفی ائمہ مجتہدین، کتاب و سنت کے بجائے خود اپنی رائے سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں تو اس زعم باطل اور خیال

فاسد ہے یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ دنیائے اسلام کا سوادِ اعظم گمراہ اور بدعتی ہے بلکہ اسلام کے زمرے ہی سے خارج ہے۔ اس قسم کا اعتقاد یا تو وہ جاہل رکھ سکتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہو، یا وہ زندیق جسے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا مقصود ہو۔

بعض کوتاہ بین ناقص لوگ ایسے بھی ہیں، جنہوں نے چند حدیثوں کو یاد کیا اور سارے احکام شرعیہ کو ان ہی کے اندر منحصر سمجھ لیا اور اپنے محدود علم کے سوا دوسرے تمام معلومات کی نفی کر دی۔ احکام شرعیہ کو ان ہی کے اندر منحصر سمجھ لیا اور اپنے محدود علم کے سوا دوسری تمام معلومات کی نفی کر دی اور انہیں جس مسئلہ کا ثبوت نہ ملا، تو بڑی آسانی کے ساتھ اس کا انکار کر دیا۔ سہ

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہان است
زمین و آسمانِ او ہمان است،

وہ کیڑا جو کسی پتھر کے نیچے رہتا ہے وہ اپنی محدود معلومات کی بنا پر یہی سمجھتا ہے کہ یہ زمین و آسمان سب کچھ اتنا ہی ہے جتنا کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس کیڑے کی محدود معلومات تھیں، اسی طرح ان ناقص لوگوں کی معلومات ہیں۔

افسوس صد افسوس ان متعصبین پر اور ان کی بڑی نگاہی پر۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان تو خصوصاً طرابلی او موحد ہیں اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ فقہ کا ثلث حصہ تو ان کا اپنا ہے۔ بقیہ جو تھائی حصے میں البتہ تمام شریکِ سہیم ہیں اور فقہ میں وہی اصل صاحب خانہ ہیں اور دوسرے تمام ان کے عیال و اولاد ہیں جنفی مسلک کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنے کے باوجود مجھے امام شافعیؒ کے ساتھ گویا ذاتی محبت والفت ہے اور میں انہیں عظیم بزرگ مانتا ہوں اور اسی لئے بعض نفل اعمال میں ان کے مسلک کی پیروی کرتا ہوں اور اس کے سوا کروں بھی کیا؟ جب کہ دوسرے بڑے بڑے صاحب علم و فضل اور کمال تقویٰ کے حاملین کو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پہلو میں بچوں کی طرح کھڑے دیکھ رہا ہوں۔ والامر الی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ انتہی۔

اور صاحب درالمختار فرماتے ہیں کہ:۔

بے شک فقہاء نے فرمایا کہ اس فقہ کی کھیتی کی صحابۂ رسول حضرت عبداللہ بن مسعود (و۔۳۲) رضی اللہ عنہ نے زراعت اور اس کی سیرابی، حضرت علقمہ (و۔۶۳) نے کی اور حضرت ابراہیم نخعی (۹۶) نے اس کو کاٹا۔ اور حضرت حماد (و۔۱۲۰) نے پاک و صاف کیا اور حضرت ابوحنیفہ (و۔۱۵۰) نے اس کو پیسا اور حضرت ابویوسف (و۔۱۸۲) نے اس آٹے کو گوندھا۔ اور حضرت امام محمد (و۔۱۸۹) نے اس کی روٹی پکائی اور اب سارے لوگ اس روٹی کو کھا رہے ہیں۔ یعنی فقہ حنفیہ کو قابل اعتماد بزرگوں نے مزین کیا ہے اور یہ سہل اور قابل عمل مسلک ہے۔

نیز اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ امام محمد (شاگرد امام ابوحنیفہ) علیہ الرحمہ کی وسعت علم کا اندازہ ان کی ضخیم تصانیف سے کیا جا سکتا ہے جیسے جامع صغیر

"جامع کبیر" "مبسوط" "زیادات" "نوادر" وغیرہ وغیرہ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے علوم دینیات پر نو سو ننانوے کتابیں تصنیف کی ہیں اور امام شافعیؒ خود آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور ان کی والدہ محترمہ سے آپ نے شادی کر لی۔ اور اپنا مال اور کتابیں یہ سب امام شافعیؒ کو سونپ دیں، جن کے مطالعہ کی بدولت امام شافعیؒ فقیہہ بن گئے۔ اور اس حقیقت کو خود حضرت امام شافعیؒ نے بھی پورے انصاف کے ساتھ اعتراف کیا۔ خدا کی قسم میں تو امام محمد بن حسن کی تصانیف کی بدولت فقیہہ بنا ہوں۔ بے شک جسے فقہ کی ضرورت ہو وہ امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان کے اصحاب کی شاگردی کو لازم جانے۔ بلاشبہ ان ہی حضرات کرام پر معانی و مطالب اور حقائق و معارف آسان ہو گئے ہیں۔

اور حضرت اسماعیل بن ابی رجاء نے فرمایا کہ میں نے امام محمد علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جواب دیا اللہ نے میری مغفرت کی اور پھر فرمایا اگر میں تم کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا تو یہ علم تمہارے اندر ودیعت نہیں کرتا۔

پھر میں نے پوچھا امام ابویوسف کس مقام پر ہیں۔ جواب دیا وہ ہم سے دو درجے اوپر ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کس مرتبہ پر ہیں؟ جواباً فرمایا افسوس یہ بھی کوئی پوچھنے کا سوال ہے؟ وہ تو اعلیٰ علیین میں جلوہ افروز ہیں اور یہ نعمت انہیں کیوں نہ ملے جبکہ انہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ اور پچپن بار حج بیت اللہ کی سعادت پائی اور ایک سو مرتبہ خواب میں اپنے رب تعالیٰ کا مشاہدہ فرمایا۔ اور آپ کے آخری حج بیت اللہ کا یہ واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ آپ نے ایک رات دربان کعبہ سے کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ چنانچہ اندر پہنچ کر دو ستونوں کے درمیان میں اپنے سیدھے پیر پر کھڑے ہو گئے۔ اور بایاں پیر سیدھے پیر کے اوپر رکھا اور رکعت باندھ لی۔ اور اسی حالت میں آدھا قرآن بھی ختم کیا۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو زار و قطار رو دیا اور اپنے رب کریم سے مناجات کی اور عرض کیا:۔

اے میرے اللہ! اس ضعیف و ناتوان بندے نے تیری عبادت کا حق جس طرح کہ ادا کرنا چاہیئے تھا ایسا ادا نہیں کر سکا لیکن تیرے حق معرفت کو الذتہ جیسا کہ پہچاننا تھا ایسا پہچان لیا ہے، تو اس کے کمال معرفت کے سبب و طفیل اس کی یہ ناقص و ناتمام خدمت و عبادت کو قبول فرمالے۔

اتنا کہنا تھا کہ خانۂ کعبہ سے غیبی فرشتہ نے یہ ندا دی اے ابوحنیفہؒ بے شک ہم کو جس قدر پہچاننا تھا اسی قدر تم نے پہچان لیا اور جس خوش اسلوبی کے ساتھ عبادت و خدمت کی ضرورت تھی اس کو تم نے پورا کر دیا۔ اس کے صلہ میں ہم نے نہ صرف تمہیں بخشش دیا بلکہ قیامت

تک کے لئے ہر اس شخص کو بخش دیا جو آپ کے مذہب پر قائم رہے گا۔

نیز اس کتاب میں فرماتے ہیں :۔

بے شمار ان گنت اولیائے کرام جنہوں نے شدید مجاہدات و ریاضات کی سختیاں جھیلیں اور مشاہدات کے میدان میں گھوڑے دوڑائے۔ یہ سب کے سب امام اعظم ابو حنیفۃ النعمان کے مقلد ہیں۔ مثلاً حضرت ابراھیم بن ادہم۔ حضرت شفیق بلخی، حضرت معروف کرخی۔ حضرت بایزید بسطامی حضرت فضیل بن عیاض۔ حضرت داؤد الطائی۔ حضرت ابو حامد لفاف۔ حضرت خلف بن ایوب۔ حضرت عبداللہ بن مبارک۔ حضرت وکیع بن جراح۔ حضرت ابوبکر بن وراق۔ وغیرہ وغیرہ کبار اولیاء کی ایک طویل فہرست ہے جس کا احاطہ مشکل ہے۔ ان بزرگوں کو حنفی مذہب میں اگر مو برابر بھی شبہ ہوتا تو یقیناً یہ حضرات امام اعظمؒ کی اتباع و تقلید ہرگز نہ کرتے اور نہ مسائل میں ان سے متفق ہوتے۔ اور بے شک استاذ ابو القاسم قشیری جو مسلک حنفی پر سختی کے ساتھ عمل کرنے والے اور اس میں پیش پیش رہنے والے ہیں، وہ اپنی کتاب میں یہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

میں نے اپنے استاذ حضرت ابو علی دقاق سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے یہ مسلک حضرت ابو القاسم نصر آبادی سے سیکھا اور حضرت ابو القاسم نے فرمایا، میں نے یہ حضرت شبلی سے حاصل کیا۔ اور انہوں نے حضرت سری سقطی سے اور وہ حضرت معروف کرخی سے اور وہ حضرت داؤد الطائی سے اور انہوں نے امام اعظم ابو حنیفۃ النعمان سے علم شریعت اور طریقت دونوں کو حاصل کیا۔ اور ان تمام بزرگوں میں سے ہر ایک نے بھی امام اعظمؒ کی تعریف و توصیف، اور تقدیس کی، اور بلاشبہ ان کے علم و فضل اور کمال کا اعتراف و اقرار کیا۔

اے میرے بھائی، تجھ پہ بڑا تعجب ہے، ان سرداران اکابرین میں کیا تجھے کوئی اسوۂ حسنہ نہیں ملا۔ اور کیا یہ تمام نفوس قدسیہ اس اقرار اور افتخار میں متہم یا جھوٹے ہیں؟ حالانکہ یہ سب کے سب اس راہ کے امام اور ارباب شریعت و حقیقت کے سرگروہ ہیں اور جو ان کے بعد آنے والے ہیں، وہ بھی اس حکم میں ان ہی بزرگوں کے تابع اور پیروکار ہیں اور جس کسی نے بھی ان کے عقائد سے اختلاف کیا تو سمجھ لو کہ وہ مردود اور بدعتی ہے۔

ص ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴

۲ تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے سے متعلق احادیث اور ائمہ اربعہ کا مسلک و موقف

واضح ہو کہ تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے متعلق صاحب مشکوٰۃ نے مسلم، ابوداؤد، دارمی، نسائی، ترمذی، بیہقی اور احمد کی روایت سے چھ حدیثیں نقل کی ہیں۔

اور محمد ہاشم بدخشی حنفی کی کتاب کے خلاف سید محمد برزنجی مدنی شافعی نے اپنی کتاب "الصارم الهاشم" میں فرمایا ہے کہ سنت اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے کے لئے ایسی چھبیس ۲۶ حدیثیں (اشارہ بالسبابہ) موجود ہیں۔ جو چھبیس ۲۶ صحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ اس طریقہ سے ثابت ہیں کہ ان پر اکثر امت کا عمل رہا ہے اور اس اکثر امت میں امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب بھی ہیں۔

نیز اسی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ مختلف شہروں کے فقہائے زمانہ مثلاً امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحٰقؒ، امام داؤدؒ اور ان کے علاوہ دیگر فقہائے امت نے تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کے مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے موافقت کی ہے۔

نیز اسی میں لکھتے ہیں :-

امت کی ایک بڑی جماعت تشہد میں انگلی کے اشارہ کو مستحب سمجھتی ہے اور یہ کوئی مختصر جماعت نہیں ہے ہے، بلکہ حرمین شریفین، یمن، حبشہ، شام، مصر، بیت المقدس، بصرہ، حلب کردستان کے باشندگان اور بلاد عجم اور داغستان کے مسلمان، نیز جزائر، جاوا، ملیبار اور ہندوستان کے ساحلی علاقے اور کوکنان، نظام شاہی، عادل شاہی اور زیر باد کے رہنے والے مسلمان سب کے سب شافعی المذہب ہیں۔

اور مغرب کی پوری آبادی، سوڈان کا اکثر حصہ، صعید، احساء کے شہر بصرہ اور احساء کے درمیان کے جنگلات میں بسنے والے اور بہت سے قبائل مالکی المذہب ہیں۔

اور نجدی اور بیت المقدس اور ملک شام کے بہت سے قریوں کی آبادی حنبلی المذہب ہیں اور ان کی اکثریت تشہد میں اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتی ہے۔

شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :-

اہل حساب بعض ایسی گرہیں رکھتے ہیں جنہیں

انگلیوں میں باندھ کر حساب لگاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک گرہ انہوں نے ایک مقررہ عدد کے واسطے وضع کیا ہے جس کی مدد سے اکائی، دہائی، سیکڑوں اور ہزاروں کی گنتی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر یہ لکھتے ہیں کہ یہی ترپن (۵۳) نام کی گرہ جو اس حدیث میں مذکور ہے اس کی صورت یہ ہے کہ خنصر (کنی انگلی) بنصر (خنصر کے بازو کی انگلی) اور وسطی (بیچ کی انگلی) ان تینوں انگلیوں کو سکیڑ لیں، اور شہادت کی انگلی سیدھی کر کے اس کی جڑ میں انگوٹھے کا سرا رکھ دیں۔ اور اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے ایک روایت سے اس کو اختیار فرمایا ہے۔

اور دوسری مثال نوے (۹۰) نامی گرہ (حلقہ) کی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کنی انگلی اور اس کی بازو والی انگلی کو سکیڑ لیں اور شہادت کی انگلی کو کھول کر لانبی کر لیں، اور بیچ کی انگلی کے سر سے انگوٹھے کا سر ملا کر یا اس کے سر پر اس کا سر رکھ کر حلقہ باندھ لیں۔ یہ حنفیوں کا طریقہ ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے، اور امام شافعیؒ بھی اپنے قدیم قول کے مطابق اسی طریقہ کے قائل ہیں اور یہ طریقہ مسلم شریف کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے اور یہ حدیث آگے آ رہی ہے اور یہی حدیث مسند احمد اور ابو داؤد میں بھی حضرت وائل بن حجر کی روایت سے موجود ہے۔

اور حضرت امام مالکؒ کا یہ طریقہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی چاروں انگلیاں بند کریں (سکیڑ لیں) صرف انگشت شہادت کو کھول دیں۔ (دراز کر دیں)۔

اور شافعیوں سے مختلف کیفیت میں ایک دوسرا طریقہ بھی مروی ہے اور وہ اس طرح کہ انگوٹھے کی دو گانٹھیوں (گرہوں) کے درمیان میں بیچ کی انگلی کا سر رکھیں۔ اور شافعیوں کی تیسری روایت یہ بھی ہے کہ سجدے کی حالت میں جس طرح انگلیوں کو سیدھا قبلہ رُو رکھتے ہیں اسی طرح تشہد کے وقت بھی رکھیں۔

اور بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ انگلیوں کی گرہ باندھے بغیر ویسے ہی شہادت کی انگلی سے اشارہ کریں اور بعض حنفیوں کے نزدیک زیادہ مختار و پسندیدہ موقف یہ ہے کہ اکثر مقامات میں جو مختلف روایات آئی ہوئی ہیں ان کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی مختلف رہا ہے، کبھی اس طرح اور کبھی اس طرح۔ بہرحال ماوراء النہر اور ہندوستان کے بعض حنفیوں کو گرہ باندھنے اور اشارہ کرنے کے اس عمل کو ترک کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور متقدمین احناف نے وہی پہلی صورت (گرہ باندھنے اور اشارہ کرنے) کو اختیار کیا ہے۔ البتہ متاخرین حنفی حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اور حرمین شریفین اور ان کے علاوہ دیگر عرب شہروں کے علماء کے پاس اسی پہلی صورت پر عمل ہے اور اسی کو انہوں نے اختیار فرمایا ہے۔

محقق احناف شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں:

تشہد کی ابتداء سے لے کر شہادتین (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ) تک اپنی انگلیاں کھلی رکھیں اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے وقت گرہ باندھیں اور اشارہ کریں، اور دونوں طریقوں پر عمل کرنے کے لئے یہ صورت جامع ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:۔

اشارہ سے منع کرنے کا قول روایت کے بھی اور درایت کے بھی خلاف ہے اور حضرت شیخ علی متقی نے اس موضوع پہ ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس میں اشارہ بالسبابہ کے عمل کو ترجیح دی ہے اور ہم نے اس کا کچھ حصہ "شرح سفر السعادۃ" میں بھی نقل کیا ہے۔

"محیط" میں مرقوم ہے کہ:

امام ابوحنیفۃ النعمان اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک تشہد میں سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی (سبابہ) کا اٹھانا مسنون ہے اور اسی طرح امام ابویوسف سے بھی مروی ہے اور علامہ نجم الدین زاہدی، فرماتے ہیں کہ رفع سبابہ کے مسنون ہونے میں ہمارے اصحاب کی سب روایتیں متفق ہیں اور جب ائمہ۔ محدثین۔ فقہاء صحابہؓ اور تابعین کی بڑی تعداد اور کوفہ و مدینہ منورہ کے علماء کی اکثریت کا مذہب و مسلک اسی رفع سبابہ پر ہے اور اس باب میں بکثرت احادیث اور آثار موجود ہیں، تو اسی پر عمل کرنا بہت بہتر اور راجح ہے۔

"خزانۃ المفتین" میں لکھا ہے کہ جب تشہد میں، اشہد ان لا الہ الا اللہ یعنی نفی سے اثبات تک پہنچ جائیں تو اب سبابہ کا اشارہ نہ کریں۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ تک پہنچ جائیں تب بھی انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے اور قول مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے جیسا کہ "خلاصہ" میں مرقوم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ یہی "مضمرات" میں کبریٰ سے نقل کیا گیا ہے اور فقہائے کرام کی اکثریت ایسے اشارہ (جو نفی سے اثبات تک تجاوز کر جائے) کو ناپسند کرتی ہے اور "منیۃ المفتی" میں مکروہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ "تبیین" میں موجود ہے۔

اور صاحب "در المختار" بھی فرماتے ہیں کہ:۔

تشہد میں اپنی سبابہ سے اشارہ نہ کیا جائے۔ اور اسی پر فتویٰ بھی ہے جیسا کہ فتاوے "ولوالجیہ" "تجنیس عمدۃ المفتی" اور "عامۃ الفتوی" میں مرقوم ہے۔ لیکن قابل اعتماد قول تو وہی ہے جس کو شارع علیہ السلام نے صحیح قرار دیا۔ اور خاص کر متأخرین میں سے کمالؒ، حلبیؒ بہنسیؒ، باقانیؒ اور شیخ الاسلام الجدؒ وغیرہ نے اشارہ بالمسبحہ کو ضروری جانا کیونکہ یہ فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ متأخرین کی جماعت اسکی قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو امام محمد علیہ الرحمہ اور امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتی ہے، اور کتاب "درالبحار"

کے متن اور اسکی شرح "غزرالاذکار" میں لکھا ہے کہ ہمارے پاس مفتی بہ قول یہ ہے کہ پوری انگلیوں کو کھلا رکھ کر ہی سبابہ سے اشارہ کر دے۔

اور "شرنبلالیہ" میں "برہان" سے یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ صرف ایک انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ وہ بھی اس طرح سے کہ نفی (لاالٰہ) میں اٹھائے اور اثبات (الااللہ) میں چھوڑ دے' اور ہم نے جہاں لایشیر (اشارہ نہیں کرتے ہیں) کہا ہے۔ وہاں "الصحیح" کا لفظ نہیں بڑھایا ہے اور اس سے عمداً گریز کیا ہے کیونکہ یہ اشارہ نہ کرنے والی بات درایت کے بھی خلاف ہے' اور روایت کے بھی۔ (نفی واثبات قولی کے ساتھ نفی واثبات فعلی کو شامل کرنا اور انگلی سے اشارہ کرنا' یہ علماً بھی اور فعلاً وعقلاً بھی ٹھیک نہیں ہے) ابھی جو ہم نے اشارہ کرنے کے لئے کہا تھا تو اس اشارہ کے وقت گرہ لگانا بھی ضروری ہے۔

اور عینی میں "التحفہ" سے منقول ہے کہ صحیح ترین مسلک یہ ہے کہ یہ اشارہ کرنا مستحب ہے اور "محیط" میں منقول ہے کہ یہ اشارہ سنت ہے۔

اور شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی" اپنی شرح "سفرالسعادۃ" میں اور شیخ فتح محمد نے مفتاح الصلوٰۃ میں اشارہ سے متعلق اختلافات کی تفصیلی بحث شامل کی ہے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے ۳۱۲ مکتوب میں منقول ہے کہ "فقہ حنفی کی کتابوں سے یہ صاف اور واضح ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایتیں' یہ اصولی روایتوں اور ظاہر مذہب سے علیحدہ ہیں۔

نیز امام ربانی اسی مکتوب میں اختلاف کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان اکابر دین کے فقہی فیصلے کے متعلق ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ جب تک کہ انہیں کسی بھی مسئلہ میں حرمت' یا کراہت کی دلیل نہ ملی ہو' اس وقت تک وہ حرمت' یا کراہت کا حکم نہیں دیتے۔ جب کبھی بھی انہوں نے اشارہ کے مسئلہ میں اس کے مستحب اور مسنون ہونے کا ذکر کیا تو اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہ تحقیق تو ان محققین کی تھی جو انہوں نے بیان کیا صحیح قول یہ ہے' کہ اشارہ کرنا حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کے نزدیک اشارہ کے مستحب ومسنون ہونے کی دلیلیں درجۂ صحت کو نہیں پہنچی ہیں بلکہ اس کے برخلاف حرمت وکراہت کی دلیلیں صحیح طور پر پہنچی ہیں اور اس باب میں آخری بات یہ ہے کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے اور ایسا کہنے سے ان اکابرین پر اعتراض یا جرح وقدح بھی لازم نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہم ان کے خلاف دلائل کا علم رکھتے ہیں تو اس کو ہم یہ جواب دیں گے کہ حلال وحرام کے ثبوت میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔ اور ائمۂ مجتہدین کے دلائل کو ادھن

المبیوت لبیت العنکبوت (مکڑی کے جالے سے زیادہ بودے اور کھوکھلے دلائل) قرار دینا یہ بہت بڑی جرأت اور انتہائی بے باکی وگستاخی ہے۔ اور ایسا کہنا گویا اپنے علم کو ان اکابرین کے علم ودانش اور فہم وبصیرت پر ترجیح اور فوقیت دینا ہے۔ اور یہ فقہ حنفی کے ظاہری اصول کے بطلان کے مترادف بھی ہے اور معتبر ومفتی بہ روایات میں ہیر پھیر یا ان کو شاذ ونادر قرار دینے کے ہم معنی بھی ہے۔

اور یہ بزرگان دین علم کی کثرت اور ورع وتقویٰ کے حصول وقبول میں ہم سے بہت دور پہنچ گئے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قُربِ زمانہ کے باعث احادیث کو ہم سے کہیں زیادہ بہتر جانتے ہیں اور احادیث کی تقسیم صحیح وغیر صحیح، منسوخ وغیر منسوخ اور سقیم وغیرہ کو ہم سے بڑھ کر جانتے اور پہچانتے ہیں۔ ان احادیث کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے میں ان حضرات کرام کے پاس البتہ کوئی مناسب اور پسندیدہ طریقہ موجود ہوگا جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔ ہم کم فہم تو بس اتنا ہی سمجھ سکے ہیں کہ اشارۃ بالسبابہ اور حلقہ بندی کے سلسلے میں حدیث کے راویوں نے کافی اختلاف کیا ہے اور ان کے اس کثرت اختلاف نے اصل نفس مسئلہ یعنی اشارۃ بالسبابہ میں اضطراب وتردد پیدا کر دیا ہے۔

نیز اسی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ:-

یہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ جب حنفی علمائے کرام نے اشارہ بالسبابہ کے جائز ہونے پر فتویٰ دے دیا ہے تو اس کے برعکس والا فتویٰ (عدم اشارہ) کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس پر بھی عمل کیا جائے تو جائز ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعتراض اگر جواز و عدم جواز اور حلال وحرام میں واقع ہے تو ترجیح عدم جواز کو دی جائے گی اور حرام کا فتویٰ عائد ہوگا (اور اسی طرف ہی میلان ورجحان ہوگا اور یہ مبنی براحتیاط ہے۔

حضرت امام ربانی علم باطن میں تو امام اور مقتدا کا درجہ رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود علم ظاہر میں وہ بھی حنفی مقلد ہیں اور انہوں نے اہل سنت وجماعت کے اس اختلافی مسئلہ میں علماء حنفیہ کی تقلید سے آگے اپنا قدم نہیں رکھا اور اشارہ والی حدیثوں سے احکام ومسائل نہیں نکالے کیونکہ ایک مقلد کو قرآن وحدیث سے احکام ومسائل کے استخراج اور استنباط کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ اسکی مفصلاً بحث تیسرے مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ اور وہ کسی ایک جانب (مسلک) کی صحت کا یقین کرتے ہوئے دوسرے جانب (مسلک) کے غلط وگمراہ ہونے کا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ اجتہادی احکام ومسائل یا افادات ظنیہ میں سے ہیں اور ظنیات کے اندر ایک ہی جانب کی صحت کا یقین خود مجتہد کو میسر نہیں ہے تو مقلد کو اس تک رسائی کیوں کر ہو سکتی ہے؟ چنانچہ اس موضوع کی وضاحت پانچویں مقدمے میں گذر

چکی ہے۔ اور بسا اوقات علمائے مجتہدین نے اجتہادات اور استنباطات میں کسی قسم کی دخل اندازی سے خود کو روک لیا ہے تو پھر ان علوم میں ایک مقلد کو دخل دینا کیسے روا ہے؟ بلکہ ممنوع ہے اور یہ بحث بھی پانچویں اور دسویں مقدمہ میں آگئی ہے۔ اور انگلی سے اشارہ نہ کرنے کے مسئلہ میں حنفی علماء کے دلائل وبراہین کا علم نہ ہونے کا اقرار، اور اس لاعلمی کے اعتراف کے باوجود بھی انہوں نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کی تقلید ترک نہیں کی۔ کیونکہ مقلد کے لئے مجتہد کا قول ہی قابل سند اور لائق حجت ہے، نہ اس کا ظن۔ یہ بحث بھی مفصلاً تیسرے مقدمہ میں گذر چکی۔ اور مجتہد کے خطا وصواب سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ اسکی غلطی پر بھی ایک درجہ ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اور خطاء کی صورت میں بھی اس کی تقلید کرنا نجات کا باعث ہے۔ اسکی تفصیل ہم نے چھٹے مقدمے میں پیش کی ہے۔ مگر اختلافی فتوؤں میں جو عدم جواز اور حرمت کے قائل ہیں، وہ (امام ربانیؒ) اس کو ترجیح دیا کرتے ہیں۔ یہاں ان اہل فتویٰ بزرگ کی یہ احتیاط بھی قابل غور ہے اور اس طرز عمل میں ایک ایک عامی مقلد کے لئے بڑی عبرت اور نصیحت کا مقام ہے۔

اور اشارہ کے اس مسئلہ میں بھی بعض مقلدین نے مجتہدین کے ان اختلافات میں دخل دیا ہے اور تقلید کی حد سے تجاوز کرتے ہوئے جواز کے قائل علماء کے مسلک کا صریح انکار کیا ہے حالانکہ وہ بلند مرتبت صاحب فضیلت ائمہ کرام اور امت کے سواد اعظم کے عمل سے ذرہ برابر بھی واقف نہیں اور علم نہیں رکھتے ہیں، ان اجتہادی احکام میں عوام کی مداخلت سے جو قباحتیں پیدا ہوتی ہیں یہ دسویں مقدمہ میں سپرد قلم ہو چکی ہیں۔ تاہم یہاں بھی اس کا کچھ حصہ علامہ سید محمد برزنجیؒ کی کتاب سے پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ان کی مداخلت کی قباحتیں خوب واضح اور نمایاں ہو سکیں۔

"قال" سے مراد حضرت بدخشیؒ ہیں اور "اقول" سے مراد علامہ برزنجیؒ ہیں۔

قال حضرت بدخشی فرماتے ہیں:۔

بے شک کوئی کہنے والا کہے گا کہ یہ اشارہ بالسبابہ کا مسئلہ اگر حدیث میں ثابت ہے جیسا کہ دعویٰ کیا جا رہا ہے، امام بخاریؒ اسکو ضرور روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اس میں ایسی کوئی روایت ہی نہیں کی ہے۔ تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے اور گمان غالب بھی یہی ہے کہ بلاشبہ یہ اشارہ بالسبابہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس طرح یہ بات بعید ہے کہ حدیث میں آیا ہو اور اس کو امام بخاری نے روایت نہ کی ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی بعید ہے کہ اس کا ثبوت ملنے کے باوجود بھی اس کو امام بخاری نے ترک کیا ہو۔ ایسی صورت میں اب صرف عدم صحت کا احتمال باقی رہ جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے ورنہ امام بخاریؒ ضرور اس کو بیان کرتے۔

اقول علامہ برزنجی فرماتے ہیں:۔

بے شک اس نادان نے یہاں ایک پرندے کو سوراخ ڈال کر پھاڑ دیا اور اپنے ہی مذہب کی بنیاد خراب

کر ڈالی اور اس پر نقص وارد کر دیا۔ اس کے کہنے کا ماحصل یہ ہے کہ بخاری میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ سب صحیح ہے۔ اس لئے اس کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور جو بخاری شریف میں موجود نہیں ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس پر عمل کرنا ناجائز نہیں ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی شخصیت و ذات سے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے نزدیک تو کوئی روایت درجۂ صحت و ثبوت کو پہنچی ہو اور وہ اسے نظر انداز کر دئے ہوں۔ گویا ان کے نزدیک درجۂ صحت کو پہنچنے کے باوجود بھی کسی روایت کو نظر انداز کر دینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں درج ذیل مسائل بھی تو موجود ہیں ؟

(۱) قبول ایمان میں زیادتی اور کمی کا بیان

(۲) نماز میں بسم اللہ کا بلند آواز سے پڑھنا۔

(۳) رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا۔

(۴) ارکان نماز میں سکون اور طمانیت ہونا۔

(۵) امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت واجب ہونا۔

(۶) چاروں رکعات میں قرأت کرنا۔

(۷) نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا۔

(۸) سفر اور بارش کے موقعہ پر دو فرض نمازوں کو بیک وقت ملا کر ادا کرنا۔

(۹) گیارہ رکعات وتر کی نماز پڑھنا۔

(۱۰) خسوف کی نماز دو رکوع اور دو قیام کیساتھ پڑھنا۔

(۱۱) عصر کی نماز کا وقت کسی چیز کے ایک مثل سایہ ہونے پر ہو جانا۔ (۱۲) اندھیری میں یعنی صبح کاذب میں نماز فجر کا ادا کرنا۔

(۱۳) عیدین کی تکبیرات زوائد کا سات بار اور پانچ بار ہونا۔

(۱۴) خیار مجلس

(۱۵) مُدبر غلام کی فروخت

(۱۶) ولی کے بغیر نکاح کا صحیح نہ ہونا۔

ان کے علاوہ اور بھی ایسے امور و مسائل بخاری شریف کے اندر موجود ہیں جن کا حصر و شمار مشکل ہے۔ اور جس نے بھی صحیح بخاری اور بالخصوص ایک حصہ کتاب "ترک الحیل" کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جان لے گا کہ امام بخاری نے اس کے اندر حنفی مذہب کے ثلث حصہ کی تردید کی ہے۔ اور جہاں کہیں بھی انہوں نے یہ کہا کہ وبعض الناس قال ویقول کذا تو اس بعض لوگوں سے انکی مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان کی ذات گرامی ہے۔ حالانکہ ان پورے مسائل پر عمل خود شوافع کا بھی نہیں ہے۔ ان کا مذہب بھی اس سے مختلف ہے۔ اور اس سے ان کا یہ مذکورہ بالا قاعدہ ہی ٹوٹ گیا۔ (جو بخاری شریف میں ہے اس پر عمل کرو اور جو اس میں موجود نہیں ہے اس پر عمل نہ کرو۔)

اور غور کیجئے صحیح بخاری میں درج ذیل فقہی مسائل و احکام سے متعلق احادیث ہی نہیں ہیں مثلاً:۔

(۱) خون نکلنے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔

(۲) حالت نماز میں زور سے ہنسنے سے وضو کا ٹوٹ جانا۔

(۳) بسم اللہ- کا ہر سورت کے جزو ہونے کا انکار نہ کرنا، نہ تو اس کے اندر سورۂ فاتحہ کی تخصیص اور نہ اس کے ماسوا کا تذکرہ ہے۔

(۴) نبیذ کا حلال ہونا (۵) آخری دو رکعتوں میں قرأت کے عوض تسبیح پڑھنے کا جواز۔

(۶) نماز کسوف کو ایک قیام اور ایک رکوع سے ادا کرنا۔ (۷) کسی ضروری کام کی وجہ سے نماز توڑ کر نکل جانا جائز ہونا۔ اور ان کے علاوہ بھی کئی ایک ایسے مسائل و احکام ہیں جن کا بخاری شریف میں ذکر ہی نہیں ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ (حضرت بدخشی ؒ نے) جو قاعدہ باندھا تھا یہ اب آپ خود ختم ہو کر رہ گیا کہ "جو بخاری میں موجود وہ قابل عمل اور جو غیر موجود وہ قابل متروک" اب اس کی نقیض بھی یہی چاہتی ہے کہ مذکورۂ بالا اتنے مسائل چونکہ بخاری شریف میں نہیں ہیں۔ اس لئے ان پر عمل بھی نہیں ہونا چاہئے۔ ہائے افسوس! اپنے فریق مقابل کی حق بات کے سننے اور قبول کرنے سے گھبرا کر جس پر خود اپنے مذہب (شوافع) کا عمل رہا ہے، تعجب ہے آپ نے اتنی بڑی بات اپنے منہ سے کیسے نکال دی؟ جب کہ اس سے اپنے مذہب کی بنیاد جڑ پیڑ سے اکھڑ جاتی ہے۔

مزید براں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ خود امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ "میں نے اپنی اس کتاب "جامع البخاری" میں جن حدیثوں کو جمع کیا ہے، ان سے کہیں زیادہ صحیح حدیثوں کو چھوڑ دیا ہے۔

کتاب "الکبریٰ" میں امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ الحافظ ؒ نے دو طریقوں سے امام بخاری ؒ سے یہ ثابت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے چھ لاکھ احادیث صحیح بخاری سے خارج کر دی ہیں۔

حضرت ابراہیم بن معقل فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام بخاری کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے اپنی صحیح بخاری میں صرف وہی احادیث شامل کی ہیں، جو درجۂ صحت کو پہنچ چکی ہیں اور بہت سی صحیح احادیث ایسی بھی تھیں جنہیں خوف طوالت کی وجہ سے چھوڑ دی ہیں۔

اور محدث ابن عدی کا کہنا ہے کہ مجھ سے محمد بن احمد القوسی نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے محمد بن حمدویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک لاکھ ایسی حدیثیں یاد کیں جو بالکل صحیح تھیں اور دو لاکھ ایسی حدیثیں بھی یاد کیں جن کی سند درجۂ صحت و ثبوت کو نہیں پہنچی تھی۔

اور یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ صحیح بخاری کی کُل حدیثوں کی مجموعی تعداد سات ہزار ہے جن میں سے تین ہزار تو مکررات میں سے ہیں (یعنی دو دو بار دہرائے ہوئے ہیں) اور بقیہ چار ہزار مکررات میں سے تو نہیں ہیں۔ مگر یہ سوچنے کا مقام ہے کہ ایک لاکھ احادیث، یا مسائل کے مقابلے میں یہ چار ہزار، یا سات ہزار احادیث کی نسبت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ (یہ بقیہ مسائل کہاں گئے؟

کیا ان پر عمل نہیں کیا جائے گا ؟)

اور بذات خود یہ شخص (حضرت بدخشی) نے بھی لکھا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب "جامع البخاری" میں جتنی حدیثیں جمع کی ہیں ان سے کہیں زیادہ چھوڑ دی ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں کیونکر ان احادیث کی صحت کا انکار کیا جا سکتا ہے جو صحیح بخاری میں درج نہیں ہیں۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ امام بخاری تک یہ احادیث نہیں پہنچی ہیں۔ اگر ایسا کہو گے تو یہ ان کی ذات سے بعید ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے ان احادیث کے ثبوت اور صحت کے باوجود انہیں چھوڑ دیا ہے تو یہ ان کی ذات گرامی سے اور بھی بعید تر بات ہو گی اور یہ اسی شخص (حضرت بدخشی) کی عبارت کے الفاظ ہیں کہ امام بخاریؒ نے جتنی حدیثیں "جامع البخاری" میں جمع کی ہیں ان سے کہیں زیادہ چھوڑ دی ہیں۔

اور یہ حقیقت ہے کہ محدثین کرام کی اصطلاح میں صحیح حدیث بلکہ وہ حدیث حسن بھی جو صحیح حدیث کے ماسوا ہے، یہ اپنے پورے مراتب کے اعتبار سے قابل حجت و دلیل اور لائق سند ہے، اور اس سے احکام و مسائل کا ثبوت ملتا ہے اور بلا شبہ اس سے علمائے سلف اور خلف کی ایک جماعت نے دلیل پکڑی ہے اور ہمیشہ اس پر ان کا عمل رہا ہے، بلکہ فقہائے حنفیہ اور اکثر فقہائے کرام اور اصولیئین نے عموم معنی کے تحت کبھی حدیث مرسل کو بھی جو اصطلاح حدیث میں شامل ہے اس کو بھی حجت و دلیل کے طور پر قبول کیا ہے اور یہ بات عام طور پر ہر اس شخص کو معلوم ہے جس نے اصول فقہ پڑھی ہے۔

اور اس بدخشی کے شیخ محمد سعید نے اپنی کتاب میں خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس غافل نے یہ کیسی لغو بات کہہ دی ہے کہ بخاریؒ کی روایت کردہ حدیثیں ہی صحیح حدیثیں ہیں تو پھر یہ باقی ماندہ صحیح حدیثیں جنکی کثرت کا حساب ہی مشکل ہے۔ آخر یہ کہاں جائیں مثال کے طور پر مسلم، ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابو عوانہ، اسماعیلی ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، رزین، مختارہ، اور موطأت وغیرہ، وغیرہ۔

اے کاش وہ اپنے لغو کلام سے شرم و حیا کرتا اور اپنی ذات کو لوگوں کے سامنے رسوا کرنے والا یہ وہ احمق ہے جس کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے چنانچہ یہ خود ہی اپنی زبان سے بدنام ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لئے ہے جس نے اس احمق کو خود اسکی زبان سے رسوا کر دیا۔ (صفحہ ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸)

۳

خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر کرنا اہل سنت وجماعت کا شعار ہے

واضح رہے کہ خطبہ میں حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اہل سنت وجماعت کا دستور، اور شعار ہے کیونکہ خارجی لوگ حضرات ختنین (یعنی حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) سے محبت والفت اور ان کے ساتھ حسن عقیدت نہیں رکھتے ہیں۔ اور شیعی لوگ حضرات شیخین (یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی فضیلت وبرتری کے قائل نہیں ہیں۔ اموی دور حکومت میں چاہے وہ مروانی ہو یا غیر مروانی ستر سال سے زائد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک جمعہ کے خطبہ میں ائمہ وخطباء حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور اہل بیت پر لعن طعن اور سب وشتم کیا کرتے تھے جیسا کہ تاریخ الخلفاء اور جامع التاریخ میں مرقوم ہے۔

اسی وجہ سے اہل سنت وجماعت نے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر کو اپنا دستور قرار دیا تاکہ ان گمراہ فرقوں خوارج اور شیعیوں سے امتیاز حاصل ہوسکے اور رحمت الہی کے نزول کا سبب بن سکے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ اللہ والوں کو یاد کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں تعجب ہے کہ بعضوں نے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر کو بدعت ضلالت کہا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ہر امر مستحدث (نئے کام کی ایجاد) بدعت ضلالت نہیں ہے، بلکہ بدعت حسنہ ہے جو سنت سے پیوست اور ملحق ہے۔ اور یہ سنت حکمیہ بھی شرعی امور محدثات میں سے ہونے کی وجہ سے بدعت ضلالت میں شمار نہیں ہوئی۔ جس کا تفصیلی تذکرہ ہم نے کتاب کے ذیل مقدمہ میں کر دیا ہے۔ اور حضرات صوفیہ کے ذکر وشاغل، مقامات وحالات اور قلبی واردات یہ سبھی امور غیبیہ کے اندر نئی ایجادات وتخلیقات میں سے ہیں، اور سب کی سب بدعت ضلالت میں سے نہیں بلکہ بدعت حسنہ کی قبیل سے ہیں اور اس کو بھی ہم نے دوسرے مقدمہ میں مفصلاً بیان کیا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے کمال اتباع سنت اور بدعت سے انتہا دور ونفور ہونے کے باوجود مکتوبات کی جلد دوم ۷۵ ویں مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

سنا گیا ہے کہ مقام سامانہ (جنوبی سرہند) کے ایک خطیب نے عید الاضحیٰ کے خطبہ میں حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ناموں کو چھوڑ دیا اور ان کے اسمائے مبارکہ کو نہیں پڑھا۔ نیز یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہاں کے

علماء وفضلاء اور عوام نے اس مسئلہ میں غفلت
اور سستی سے کام لیا۔ اور اس بے انصاف خطیب
کی نہ تو مخالفت کی اور نہ اس کے ساتھ سختی وشدت
سے پیش آئے۔ اس پر ایک بار نہیں بلکہ سو بار
افسوس کرنا چاہیئے۔

خلفائے راشدین رض کا ذکر اگرچہ کہ خطبہ
کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہل سنت وجماعت
کا یہ دستور ہے' اللہ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔
اور یہ چیز تو عمداً وہی ترک کر سکتا ہے جس کے دل میں
کدورت ونفاق ہو اور جس کا باطن گندہ اور تاریک ہو'
ولو بالفرض یہ بات مان لی جائے کہ اس خطیب نے خلفائے
راشدین کا ذکر تعصب اور عناد کی وجہ سے نہیں کیا تو
پھر وہ حدیث کا کیا جواب دے گا؟ جس میں یہ وعید آئی
ہے کہ جو شخص کسی قوم (رد رفض اور خوارج) سے
مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا من
تشبہ بقوم فھو منھم اور اس کے علاوہ تہمت
والزام سے بھی یہ کیونکر خلاصی ورہائی پا سکتا ہے؟
کیونکہ حدیث میں وارد ہے اتقوا من مواضع التھم
تہمت کی جگہوں سے خود کو بچائے رکھو۔ اگر اس کو
حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کی فضیلت وبرتری اور
تقدم میں توقف وانکار ہے تو یہ اہل سنت کے دستور
کے خلاف اور ان سے انحراف ہے' اور شیعیت سے قربت واتصال
کا ہم معنی ہے اور اگر اس کو حضرت عثمان رض وحضرت علی رض
کے ساتھ محبت والفت رکھنے میں شک وتردد ہے' تو
یہ خارجیوں سے قربت ونزدیکی کے مترادف ہے۔ یہ حقیقت
سے بے خبر خطیب کشمیر کا باشندہ ہے اس نے اس خباثت
وگندگی کو کشمیر کے بدعتیوں سے حاصل کیا ہے۔

نیز اس میں لکھتے ہیں :۔

یہ ایک بدبودار پھول کی قسم سے ہے (جو اپنے
اندر گندے عقائد وفاسد خیالات رکھتا ہے) آغاز
اسلام سے لے کر اس وقت تک پتہ نہیں کہ یہ ہندوستان
میں کیسے کھل گیا! قریب ہے اس کی گندگی اور خباثت
میں تمام شہر ملوث ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان ہی
سے اعتماد اٹھ جائے۔

نیز اس میں رقمطراز ہے :۔

یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ وہاں کے بڑے
بڑے مخدوم ومطاع اور علماء وفضلاء اس معاملہ
میں خود کو مجبور ومعاف تصور کر رہے ہیں اور اس سلسلے
میں تغافل وتساہل سے کام لے رہے ہیں حالانکہ اہل
کتاب کی مذمت میں ارشاد خداوندی ہے :۔

لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن
قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا
یصنعون' کیوں ان کے مشائخ اور علماء انہیں
گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے ہیں۔
کیسی بری ان کی کارستانیاں ہیں۔

نیز خدا نے یہ بھی کہا ہے :۔

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون جو برائی انہوں نے اختیار کر رکھی تھی، اس سے باز نہ آتے تھے، کیسا بے جا تھا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اس قسم کے واقعات میں سستی اور غفلت سے کام لینا گویا بدعتیوں کو دلیر بنانا ہے اور دین کے اندر رخنہ ڈالنا ہے اور یہ وہاں کے اہل علم اور خواص کے تساہل اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ گویا بدعتی و گمراہ لوگوں نے کھلے طور پر اہل حق کو گمراہی کی طرف بلایا۔ معاملہ ایسا ہی رہا اور مزید تساہل و تغافل سے کام لیا گیا کہ تو کیا بعید ہے کہ یہ گمراہ لوگ بھیڑیوں کی شکل میں بکریوں کے ریوڑ سے بھاگنے لگیں۔ ۳۸

۴ شریعت میں تسبیح کا استعمال

نیز واضح ہو کہ شریعت مطہرہ میں تسبیح کا استعمال کرنا صحیح گنتی کا حساب لگانے کے لئے جائز ہے۔

صاحب درالمختار فرماتے ہیں کہ ظاہر داری اور ریاکاری کے بغیر تسبیح کا استعمال کرنا کوئی بُری بات نہیں ہے۔

"بحر الرائق" میں اس پر تفصیلی بحث موجود ہے۔

صاحب طحطاوی "درالمختار" کے حاشیہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ تسبیح کے لینے اور اس کے پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک خاتون کے پاس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس کے ہاتھ میں کھجور کی گھٹلیوں یا کنکریوں کو دیکھا جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی افضل اور سہل ترین چیز بتلاتا ہوں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے اس خاتون کو کنکریوں اور گھٹلیوں پر تسبیح پڑھنے سے منع نہیں فرمایا ہے بلکہ اس سے بھی افضل اور سہل چیز کے استعمال کی جانب رہنمائی کی ہے اور اگر یہ چیز مکروہ ہوتی، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو ضرور بیان فرماتے۔

تسبیح اگر زیادہ مقدار میں پڑھنا ہو تو الگ الگ کنکریوں پر پڑھنا مشکل ہے۔ البتہ کسی دھاگے یا اور کوئی چیز سے منسلک کر دیا جائے تو زیادہ مقدار میں پڑھی جا سکتی ہے۔ تسبیح کے استعمال کی ممانعت میں صحابۂ کرام سے کوئی اثر بھی منقول نہیں ہے۔ ہاں اسکی وجہ سے نام و نمود اور اظہار تقدس مقصود ہو تو البتہ یہ صورت ممنوع ہے۔ اور یہ بات "بحر الرائق" سے ابو السعود نے نقل کی ہے۔

تسبیح کے استعمال کے جواز پر علامہ

جلال الدین سیوطی نے ایک کتاب "المنحہ فی السبحہ" کے نام سے تحریر کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابوالعباس احمد بن خلکان نے کتاب "وفیات الاعیان عن احوال ابناء الزمان" میں ذکر کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابوالقاسم جنید ابن محمد کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی گئی اور ان سے کہا گیا کیا آپ بھی اس شرافت و بزرگی کے باوجود ہاتھ میں تسبیح لیتے ہیں؟ فرمانے لگے اسی تسبیح کی راہ سے میں نے اپنے پروردگار تک رسائی حاصل کی ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ نہیں سکتا۔

یہی قاضی ابوالعباس احمد بن خلکان آگے فرماتے ہیں:۔

میں نے تسبیح کے باب میں ایک حدیث مسلسل دیکھی ہے اور وہ یہ ہے: ۔

ہمارے شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر بن عبداللہ نے مجھ کو ان الفاظ میں اور اس حال میں خبر دی کہ ان کے ہاتھوں میں تسبیح تھی۔ یہ انہوں نے کہا کہ امام ابو العباس احمد بن ابوالمحاسن یوسف بن الانباسی نے ہم کو یہ خبر دی جبکہ میں ان کے آگے پڑھ رہا تھا، اور میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں تسبیح ہے۔ انہوں نے کہا ابوالمظفر یوسف بن محمد مسعود الترمذی نے جب ہم کو خبر دی تو ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ انہوں نے کہا میں نے اس حدیث مسلسل کو اپنے شیخ ابو الثناء کے سامنے پڑھا اور دیکھا تو ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح موجود ہے۔ انہوں نے کہا ابو عبدالصمد بن احمد بن عبدالقادر نے ہم کو یہ حدیث بیان کی اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد یوسف بن ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی نے اس حال میں کہ میں نے دیکھا، ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے والد عبدالرحمٰن بن علی نے ہمیں خبر دی اور میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حدیث پڑھی علی بن ابوالفضل بن ناصر کے سامنے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح موجود ہے۔

انہوں نے کہا کہ میں نے ابو محمد عبداللہ بن احمد السمرقندی کے آگے حدیث پڑھی، میں نے دیکھا تو ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح ہے۔ اور ابو محمد عبداللہ نے کہا کہ میں نے میرے استاد سے یہ پوچھا کیا آپ نے "ورایت فی یدہ مسبحۃ" (میں نے ان کے ہاتھ میں تسبیح کو دیکھا) والی مسلسل حدیث کو حضرت ابوبکر محمد بن علی السلمی الحدّاد سے سنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے اسی طرح سنا اور اسی حالت میں سنا کہ ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو نصر عبدالوہاب بن عبداللہ بن عمر المقری کو دیکھا اور ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح تھی۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسن علی بن حسن المالکی کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور حضرت عبدالوہاب بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے جب اپنے شیخ ابوالحسن علی بن حسن کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی اور وہ "وقد رأیت فی یدہ"

مُسَبحَۃ والی روایت بیان کررہے تھے تو میں نے
حیرت سے پوچھا "اے میرے استاذ! کیا آپ ابھی تک
تسبیح کے ساتھ منسلک ہیں اور اسکو برابر اپنے ہاتھ میں
رکھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے
استاد حضرت جنیدؒ کو دیکھا کہ وہ اس حدیث کی روایت
کے وقت اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھے ہوئے تھے اور حضرت
جنیدؒ نے بھی اپنے استاد سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے
ان کو یہ جواب دیا کہ میں نے بھی اسی طرح اپنے استاذ
حضرت سری سقطیؒ کو اس حالت میں دیکھا کہ انہوں نے
بھی اس حدیث کی روایت کے وقت اپنے ہاتھ میں تسبیح
رکھی تھی۔ اور حضرت جنیدؒ نے پھر فرمایا کہ میں نے اپنے
استاد سے یہ سوال بھی کیا تھا کہ اے میرے استاذ! اس
تسبیح پر آپ کی یہ مداومت کیسی؟ اس پر انہوں نے
فرمایا کہ میرے استاذ حضرت معروف کرخیؒ کو اسی
حالت میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں بھی تسبیح موجود
تھی اور جو بات تم نے مجھ سے پوچھی، یہی میں نے بھی
ان سے پوچھی تو فرمایا میرے استاذ حضرت بشر حافی
کے ہاتھ میں بھی تسبیح رہتی تھی اور میں نے انہیں اسی
طرح دیکھا اور ایسا ہی سوال ان سے بھی کیا جیسا کہ
تم نے کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میرے استاد حضرت
عمر المالکی کو اپنے ہاتھ میں تسبیح رکھ کر روایت حدیث
کرتے ہوئے دیکھا۔ اور جو اشکال تمہیں واقع ہوا
ہے یہی اشکال میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں بھی
پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی میرے استاد
سید الطائفہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو اسی
حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے دست مبارک میں بھی اس
روایت حدیث کے وقت تسبیح موجود تھی۔

حضرت عمر مالکی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے شیخ
سے حیرت و استعجاب کے ساتھ دریافت کیا کہ اے میرے
استاذ محترم! آپ اس جلالت شان، عظمت مقام
اور حسن عبادت و ریاضت سے آراستہ ہوتے ہوئے بھی اپنے
ہاتھ میں تسبیح رکھے ہوئے ہیں، اب اسکی کیا ضرورت ہے؟
اس پر آپ نے جواب دیا۔ یہ وہ چیز (تسبیح) ہے جس کا
ہم نے ابتدائے سلوک میں التزام کیا تھا اب انتہائے
سلوک میں اس کو نہیں چھوڑیں گے اور اس پر ہمیشہ
مداومت رہیگی۔ اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ
سے اللہ تعالیٰ کی یاد میرے دل، میرے ہاتھ اور میری زبان
پر جاری ہو جائے۔ اگر تسبیح کے استعمال میں ایسی بات نہ ہوتی
تو یہ ان بزرگوں کی عادات کے موافق بھی نہ ہوتی۔ اور
ان کے مسلک میں داخل ہو کر ان کی برکتوں کے حصول کا ذریعہ
بھی نہ بنتی۔ جب یہ چیز بزرگوں کے فیوض و برکات کے
حصول کا ذریعہ بھی ہے تو ایسی صورت میں اسکی اہمیت
اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے لہذا کس طرح اسکو نظر انداز
کیا جا سکتا ہے؟ جب کہ اس کے ذریعہ اللہ کی یاد تازہ
ہو جاتی ہے اور قلب ذکر الٰہی کی جانب مائل ہو جاتا ہے
اور ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی مسلمان

تسبیح کو دیکھے اور اس کے اندر ذکر اللہ کا شوق پیدا نہ ہو۔ یہ بھی اس کے استعمال کے عظیم ترین فائدوں میں سے ایک ہے اور اسی وجہ سے بعض سلف صالحین نے اس کو تسبیح (خدا کی پاکی بیان کرنے) کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور اس تسبیح کے فائدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی وجہ سے ذکر پر مداومت اور مواظبت حاصل ہوتی ہے' اور جب بھی اس پر نظر پڑتی ہے تو ذکر کے اسباب و آلات کی تحریک ہوتی ہے جس سے ذکر کی طرف مائل ہو جانا پڑتا ہے اور کیا ہی خوب ہے وہ ذریعہ جس کی وجہ سے ذکر اللہ پر مداومت حاصل ہوتی ہے' اسی لئے تو بعض حضرات نے اس تسبیح کو حبل الوصل (اللہ تک پہنچنے کی رسّی) کا نام دیا تو بعض نے اسکو رابطۃ القلوب (دلوں کو جوڑنے والی) سے تعبیر دی۔

نیز اسی رسالہ "منحۃ فی السبحۃ" میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:۔

اے میرے بھائی! اس روشن مبارک آلہ (تسبیح) کو دیکھ، جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی جمع ہو گئی ہے۔ ذکر کی گنتی بڑھانے کے لئے تسبیح کے لینے کو اور اس کے استعمال کرنے کو ممنوع قرار دیا ہو۔ ایسا اگلے اور پچھلے بزرگان دین میں سے کسی نے بھی نقل نہیں کیا ہے بلکہ ان کی اکثریت تو ذکر کے عدد کو تسبیح کے ذریعہ بڑھا کر پوری کرتی تھی اور کسی نے بھی اس تسبیح کے لینے کو مکروہ قرار نہیں دیا۔

ان بزرگوں میں سے بعض حضرات سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے جب ذکر اللہ کی تعداد تسبیح کے ذریعہ سے پوری کی تو ان سے کہا گیا کہ کیا اللہ پر گنتی کرتے ہو؟ اور اس سے دشمنی مول لیتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں! ایسی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے گنتی کر رہے ہیں اور بے شک اکثر اذکار و اوراد جو لا تعداد ہوں۔ اور گنتی کے ذریعہ شمار کئے جاتے ہوں اور جن کا ثبوت سنت نبویہ میں موجود ہو تو اصل میں اس تسبیح کے واسطہ سے ان کی تکمیل مقصود ہے کیونکہ انگلیوں پر تعداد گنتی کو مکمل کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے اور اگر بالفرض مان لیجئے کہ انگلیوں پر تعداد کی تکمیل ممکن ہے تو ایسی صورت میں ذہن انگلیوں اور ان کے اشاروں اور اعداد کی طرف منتقل ہو جائے گا جس سے خشوع اور خضوع جاتا رہے گا حالانکہ یہی اصل مغز اور مقصود ہے۔ واللہ اعلم

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل الاولیاء" میں اس حدیث مسلسل کو خیر التابعین حضرت حسن بصریؒ تک پہنچایا ہے۔ اور شیخ ابو العباس احمد بن ابو بکر الرداد سے یہ نقل کیا ہے کہ یہاں حضرت حسن بصری کے قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرات صحابہؓ کے زمانے میں تسبیح بنائی ہوئی موجود تھی جیسا کہ انہوں نے فرمایا یہ وہ چیز (تسبیح) ہے جسے ہم سلوک کے ابتدائی دور ہی سے پکڑے ہوئے ہیں' اور بلاشبہ حضرت حسن بصریؒ کا ابتدائی دور یقیناً عہد صحابہ سے

پیوست اور ملا ہوا ہے کیونکہ ان کی ولادت خلافت فاروقی کے آٹھ سال اور چھ ماہ کے بعد ہوئی۔ اور انہوں نے حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ اور وہ حضرت عثمان رض کے ایام محبوس کے حاضر باش تھے اور اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی اور انہوں نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمران بن حصین، حضرت معقل بن یسار، حضرت ابوبکر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے روایت کی ہے۔

حاصل کلام! بعض لوگوں نے تسبیح کے استعمال کو بدعت ضلالت کہا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی کو بدعتی کہا ہے یہ محض ان کی نادانی اور بے علمی کی دلیل اور گستاخی و بے ادبی کی نشانی ہے۔ ص ۳۹، ۴۰

۵ خطبہ میں عصا یا اس کے سوا کسی لکڑی کا سہارا لینا۔

نیز جاننا چاہئے کہ خطبہ میں عصا یا اس کے سوا کسی لکڑی سے سہارا لینا مسنون ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ جیسا کہ کتاب بحر الرائق میں مذکور ہے۔ اور بعضوں نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ کتاب "خلاصہ" میں مرقوم ہے۔ اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی "شرح سفر السعادۃ" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"تلوار (برہنہ) اور نیزہ کو ہاتھ میں نہ رکھے بلکہ کسی کمان یا عصا پر ٹیک لگائے اور سہارا لے، اور فقہائے حنفیہ کی بعض روایات میں ہے کہ کمان یا عصا پر ٹیک لگانا مکروہ ہے۔ لیکن قول صحیح یہ ہے کہ سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے عصا کا ہاتھ میں لینا مکروہ نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ فتح محمد محدث صاحب "مفتاح الصلوٰۃ" نے بھی اختلافات نقل کرنے کے بعد یہ تحریر فرمایا ہے کہ صحیح احادیث کی رو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عصا کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔ اس مسئلہ میں بعض عوام کے غلو کی بھی حد ہوگئی کہ انہوں نے عصا کے استعمال کو ناجائز کہہ دیا اور عصا لینے والے کو

(۶) تثویب یعنی نماز کے لئے اذان کے بعد پھر دوسری مرتبہ بلانا۔

نیز جاننا چاہئیے کہ تثویب کا دوسرا نام تکریر دعا ہے یعنی ایک بار کے بعد دوسری بار بلانا۔ یہ حضرات صحابہؓ کے دور میں سوائے فجر کی نماز کے اور کسی نماز کے لئے مقرر نہ تھا کیونکہ فجر کا وقت ہی غلبہ اور سستی کا وقت ہوتا ہے۔ مگر متاخرین مثلاً حضرات تابعین اور تبع تابعین وغیرہم نے نماز مغرب کے سوا دیگر نمازوں کے لئے بھی تثویب (دوبارہ بلانا) کو مستحسن جانا۔

صاحب مختصر الوقایہ فرماتے ہیں :۔

ہر نماز کے لئے تثویب ایک اچھا طریقہ ہے۔

اور "مختصر الوقایہ" کی شرح "جامع الرموز" میں زاہدی سے نقل کیا ہے کہ علامہ سرخسیؒ اور صدر القضاۃ نے اسی قول کو اختیار کیا۔

اور فتاوائے عالمگیری میں ہے کہ علمائے متاخرین کے پاس مغرب کے سوا ہر نماز کے لئے تثویب مستحسن ہے۔ شیخ ابوالمکارم کی کتاب "شرح النقایہ" میں اسی طرح مذکور ہے۔

صاحب ترجمۂ ھدایہ لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ کے دور کے بعد علماء کوفہ نے اپنے زمانہ میں جب یہ دیکھا کہ لوگوں کے حالات بدل گئے ہیں اور ان سے نماز با جماعت کے لئے مسجد کی حاضری میں سستی و کاہلی ظاہر ہونے لگی ہے تو اب تثویب کو اختیار کیا۔ رہی صبح کی نماز کی تثویب یہ تو متقدمین سے چلی آرہی ہے اور ان کے قول کے ساتھ مخصوص ہے۔

نیز صاحب ترجمۂ ھدایہ لکھتے ہیں :۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ (اسلامی حکومت میں) موذن خلیفۂ وقت کو ہر نماز کی تثویب میں خاص طور پر اسی کو اس طرح بلائے تو کوئی حرج نہیں السلام علیك ایھا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ الصلوٰۃ یرحمك اللہ اور امام محمدؒ اس تثویب کو خلیفہ کے حق میں ایک ناروا و نازیبا حرکت تصور فرماتے ہیں۔ کیونکہ نماز با جماعت کے حکم میں خلیفہ اور دیگر مسلمان دونوں برابر ہیں۔ لہٰذا تثویب میں خلیفہ کے ذکر کی تخصیص ٹھیک نہیں۔

اور امام ابو یوسف نے خلیفہ کے ذکر کی تخصیص کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ وہ امور سلطنت میں زیادہ مشغول اور منہمک رہتا ہے اس لئے اس کو خصوصیت

کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے بلانا چاہئے تاکہ وہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کر سکے اور اس سے جماعت چھوٹ نہ سکے۔

قاضی اور مفتی صاحبان کی تخصیص کے مسئلہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ تثویب ایک امر معروف ہے اور یہ امر معروف بھی فقہائے کرام کے مستحسنات میں سے ہے۔ اور استحسان' قیاس میں داخل ہے اور قیاس چار شرعی دلائل میں سے چوتھی دلیل ہے جس کی تفصیل مقدمۂ اولیٰ میں گذر چکی ہے۔ بعضوں نے اس تثویب کو بدعت ضلالت سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس طرح انہوں نے ایک امر معروف سے نہی بالمعروف کا کام انجام دیا ہے۔ یہ افراط محض قلت استعداد اور بے اصل اجتہاد کے دعویٰ کی کھلی دلیل ہے۔ اللہ ان لوگوں کو توفیق ھدایت عطا فرمائے کہ وہ سنت و جماعت کے صراط مستقیم پر چل سکیں، اور افراط و غلو سے باز رہ سکیں۔

ص ۴۰

(جاری)

خوارق حیدریہ

خوارق حیدریہ کی گذشتہ قسطوں میں حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری علیہ الرحمہ کے خوارق پیش کئے گئے۔ اب موجودہ قسط میں آپ کے فرزند ارجمند حضرت سید شاہ کریم اللہ قادری علیہ الرحمہ کا ایک خارقہ مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔
از ادارہ

خارقہ شانزدہم از خوارق سیدنا شاہ کریم اللہ قادری روح اللہ روحہٗ۔

چوں دار الامن والسرور حصار محمد نور حفظہ اللہ تعالیٰ عن القصور والفتور حصاریست بس خوب آب وہوائش موافق ہر طبع و مرغوب وبنایش برلب رودے از رودہائے کرناٹک واقعیست کہ آبش در شیرینی ہمسر تسنیم وموجہائش در بلندی بشابۂ کوہ عظیم، فی الجملہ صحن ریگش در سفیدی وصفا آسمانی بودٗ و گلہائے خوش رنگ خصوصًا در فصل تابستان طرار وہوشناک در صحن آں ریگ پاکیزہ را راست کردندے و از درختان معروشان عرشہائے بلند استادہ کردہ دراں گونہ گونہ حرفت کاخ بلند غرفہ سازی

سولھواں خارقہ سیدنا شاہ کریم اللہ قادری روح اللہ روحہ کے خوارق سے ہے۔

دار الامن والسرور قلعۂ محمد نور حفظہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا قلعہ ہے جسکی آب وہوا ہر طبیعت کے لئے موزوں ہے اور اسکی بنیاد ریاست کرناٹک کی نہروں میں سے ایک نہر کے کنارے واقع ہے۔ اس نہر کا پانی مٹھاس میں تسنیم کے مشابہ ہے اور اس کی موج کی رفعت و بلندی عظیم پہاڑ کی طرح ہے اور اس کے صحن میں جو ریت ہے وہ آسمان کی طرح سفید و شفاف اور وہ خوش رنگ پھولوں سے مزین ہے خاص کر موسم گرما میں چالاک وہوشناک لوگ اسکے صحن کی ریت کو ہموار کرتے اور بلند بلند خیمہ کی لکڑیوں پر خیمہ کھڑا کر خوبصورت محل و کمرے تیار کرتے

بکار بردندے۔

الغرض آں صحن دلکش دراں ہنگام
غیرت افزای فضائے باصفا جنات عدن
شدے مقبلان واکابران آں شہر دراں
پاکیزہا از روئے بہجت وسرور وفرحت و
حبور جشنہائے نوروزانہ ومجلسہائے شاہانہ
ترتیب بخشیدندے و درگونہ گونہ آرائش
وانواع آسائش مشغول گشتندے۔
فی الجملہ چوں آں سرور بچنیں آب وہوائے
لطیف الاعتدال نہرے پر آب زلال ومکانے
بامیمنت واقبال داشت وخابج ایں۔ ہر
حاکم کہ زمام حل وعقد وامر ونواہی آنجا در
قبضۂ اقتدار او بودے یکے از خادمان و
معتقدان خانوادۂ قادری بود وخدمت
اولاد کما حقہٗ بتقدیم رسانیدے، ولہذا
چوں شاہ ماعدہ ایں خاندان فیض نشان
بود لاجرم درخدمت واطاعت آنحضرت با
حسن وجوہ سعئ موفور بظہور رسانیدے، و
آں سرور ہم حسن خدمت وآداب پیر پرستی
اورا پسندیدہ ہمونجای را ہمسکن لطیف
وموطن شریف خود امتیازے بخشید ونیز
از بعضے بزرگان خانوادۂ دیگر قادریہ
چوں شہر را دیدند کہ آں مفخر اولاد قادریہ

تھے۔

غرض یہ دلکش صحن اسوقت رشک افزا
فضائے باصفا کی وجہ سے جنات عدن معلوم ہوتا
تھا اور اس شہر کے اکابر و امراء اس کی پاکیزگی
ولطافت کی وجہ سے سرور وانبساط وراحت
سے جشن نوروز کی طرح خوبصورت و دلکش
محفلیں آراستہ کرتے تھے۔ اور طرح طرح کے
عیش وعشرت میں مشغول ہوجاتے تھے۔ حاصل کلام
جب آپ نے اس طرح کی معتدل آب وہوا اور
میٹھے پانی کی ندی اور بابرکت مکان کو دیکھا تو
سکونت فرمایا اور جو حاکم بھی اس شہر کا نظم و
نسق سنبھالتا تھا وہ آپ کے خانوادۂ قادریہ
کے خادموں میں سے ہوکرتا تھا، اور یہ سارے
خدام آپ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہا
کرتے تھے۔ لہٰذا جب شاہ خود اس
خاندان کے فیض نشان تھے تو آپ کی خدمت
وطاعت میں وہاں کا حاکم خلوص ومحبت سے
سعی وکوشش کرتا تھا اور آپ بھی اس کی
حسن خدمت اور آداب پیر پرستی کو پسند
فرماتے تھے، جس کی وجہ سے اسی جگہ کو آپ
نے اپنا مسکن اور موطن بنالیا۔ نیز بعض اکابر
خانوادۂ قادریہ نے جب دیکھا کہ اولاد قادریہ
کا یہ مفخر ومعظم ہی بذات خود اس شہر

بشرفِ اقامت خود مشرف فرمود خود ہم
اتباعا سنتہ ہمو جا بوطن خود اختیار
کردہ او را بہ بغداد ثانی ملقب کردہ
اند استماع رفتہ کہ بنای بغداد معرفت
آباد زاد اللہ تعالیٰ شرفا و تکریما۔ نیز ہمیں
گونہ بر لب دجلہ واقع است ؎

چوں محمد نور شد ذات شہ مارا مقر
لاجرم بغداد ثانی گفتہ اند اہل ہدی
گشت چوں مدفون در آنجا شاہ ما عبدالکریم
ہر زماں از فخر میگوید آں ام القریٰ

اکثر دولتمندان و مقبلان آں دیار
فرماں بردار و محکوم حکم آں سرور بودند و
بریں استماع رفتہ کہ مردمان زندہ دل
ہوشناک از پیر و جوان ذراک در سلک خادمان
و معتقدان آنحضرت منسلک گشتہ ہر روز جا بجا
باغ بباغ بر لب آں رود آنحضرت را می
بردند و مجلس ہائے عیش و عشرت ترتیب میدادند
و با دف و رود و چنگ چغانہ شادیہائے نوروز آں
میکردند و صحبت آنحضرت را بہتر از ملک
فریدوں و گنج قاروں تصور کردہ بجان و دل
طالب رضائے او بودند۔

اتفاقاً روزے دریں اثناء

میں سکونت پذیر ہے تو شاہ کی اتباع میں ان
لوگوں نے بھی شہر میں سکونت اختیار کی اور
اس کو بغداد ثانی کہا گیا اور یہ بات سنی گئی ہے
کہ بغداد معرفت آباد کی بنیاد بھی اسی طریقے سے
دریائے دجلہ کے کنارے رکھی گئی تھی،

؎ قطعہ محمد نور جب ہمارے شاہ کا
مسکن قرار پایا تو اہل ہدایت نے اسکو
بغداد ثانی کہا۔ ہمارے شاہ عبدالکریم
جب وہاں مدفون ہیں۔ ہر زبان فخر
سے یہ کہتی ہے کہ وہ ام القریٰ ہے۔

شہر کے اکثر و بیشتر امراء اور دولتمند آپ کے
مطیع و فرماں بردار تھے اور یہ بات بھی سنی گئی کہ
زندہ دل بوڑھے اور زیرک جوان آپ کے معتقدوں
اور خادموں میں شامل ہو گئے۔ اور ہر روز آپ
کے معتقدین آپ کو اس چمنستان میں لے جاتے
جو اس نہر کے کنارے واقع ہے اور وہاں عیش
و نشاط کی مجلس آراستہ کرتے اور دف و
چنگ کی رنگینیوں سے نوروز کی خوشیوں کا
سماں پیدا ہو جاتا اور آپ کی صحبت و ہمنشینی
کے اعزاز کو ملک فریدوں اور گنج قاروں
سے زیادہ تصور کرتے اور دل و جان سے
آپ کی رضا و خوشنودی طلب کرتے تھے۔

بحکم عادت معہود جمعے از خادمان آں سرور ہوس غسل وسیاحت وشناور آب روے دادند ہموں وقت پیراہن از تن مبارک کشیدہ خود را درآب انداخت و بعضے از خادمان و معتقدان ہم موافقت نمودند۔ قضا را در سلک آں ہادی خدا اندیشاں مطربے بود عمر گدا نام کہ در حرفت طنبورہ نواختن سرمد وقت خود بود۔ شاہ ہم سرود او را بغایت دوست داشتے و ہم اثر اوشاں در شنا مشغول بود، ناگاہ دراں میاں در ورطہ کہ آبش قعر آبے بسیار وعمقش طویل و بے شمار بود افتاد و غوطہا خوردن گرفت چنانکہ از ہلاکت او ہیچ باقی نماندہ بود شنیدہ شدہ کہ آں ورطہ معلوم گرد آبے بود بس مشہور از قضای خدائے تعالیٰ ہر کہ دراں افتادے زندہ بیروں نیامدے بجز افتادن در و غوطہ خوردے و ناپدید گشتے چنانکہ تک رسیدے و بعد از دو سہ روز خود بخود آماسیدہ و بریدہ وا زہم ریختہ بروشے آب برآمدے۔

القصہ ہیچ یک افتاد دراں قعر آب بپایاں نرسیدے و غیر از مردہ بیروں نیامدے قضارا چوں طنبورچی آنحضرت ہم یک درچنیں قعر افتادہ غوطہا می خورد، ناگاہ آنسرور دید

اتفاقاً ایک روز حسب عادت آپ کے خدام غسل کرنے لگے اور آپ نے بھی اپنے تن مبارک سے کپڑے اتارا اور پانی میں کود پڑے۔ آپ کے بعض خدام اور معتقدین نے بھی آپ کی موافقت کی۔ اس ہادئ خدا کے ساتھ ایک گویا بھی رہتا تھا جس کا نام "عمر گدا" تھا اور وہ طنبورہ بجانے میں اپنے وقت کا سرمد کہلاتا تھا۔ شاہ بھی اس کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ خدام کے پیچھے وہ بھی نہانے میں مصروف تھا کہ اچانک نہانے کے درمیان ایک بھنور (جس میں بے شمار گہرائی تھی) مطرب گر پڑا اور غوطے کھانے لگا۔ اس کی ہلاکت میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا، سنا گیا تھا کہ اس بھنور کی ہلاکت خیزی بڑی مشہور ہے اور آج تک جو بھی اس میں گرا وہ باہر نہیں آیا۔ اس میں گر جانے کے بعد صرف ایک غوطہ کھاتا اور غائب ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ پانی کی گہرائی میں جا پہنچتا اور دو تین دن کے بعد گل سڑ کر سارے اعضاء واجزاء بکھر کر پانی کے اوپر آ جاتے تھے۔ قال کلام جو بھی اس بھنور میں گرتا وہ زندہ اور سلامت نہیں بچتا تھا۔ آپ کا طنبورچی اتفاقاً جب اس پانی کے بھنور میں جا گرا اور غوطے کھانے لگا تو آپ نے دیکھا کہ اسکی ہلاکت اب

کہ از ہلاکتش چیزے باقی نماندہ بہ تندی
بانگ برداشت کہ یا خضر ابوالعباس زنہار
ہزار زنہار کہ مطرب مارا ازیں بسلامت
بدر آر او را غرق شدن مگذار، کہ من اورا
دوست دارم چوں او خدمت لحن گری
و سرور پرداز ہی مجلس ما متعین است
بیقیں معلوم باشد کہ طنبورۂ حیات او از
صدمت امواج خوں خوار ایں ورطۂ جاں
ستاں سکستہ بلکہ ایک تارش گسستہ
و پارہ شود، ہر آئنہ خدمت مرجوعۂ او
از دست خدام بتقدیم رسانیدہ خواہد
شد، بمجرد کہ آنحضرت ایں بانگ برداشت
ہموں زماں در تہہ پائش دراں قعر آب
پایابی پدید آمد کہ گویا زنگہا از ہر طرف
رواں شدہ بیکجا چوں کر یوہ جمع آمدہ
و او بر سر آں کر یوہ از محنت غوطہ خوردن
و از بیم غرق شدن آسودہ باستاد، و
از بہجت تمام بانگ داشت کہ شاہا اینک
دریں جا آب بغایت اندک است مقدار کمر،
شاہ فرمود بیشتر بیا۔ چوں بر حکم آنحضرت
قدم پیش نہاد، بمجرد پا نہادن بہماں
نوع غوطہ خوردن گرفت، چنانکہ بہلاکت
نزدیک رسید، چوں آں سرور را بدید او

یقینی ہے تو آپ تیزی کے ساتھ پکار اٹھے
کہ اے خضر ابوالعباس آپ کسی طرح ہمارے
مطرب کو اس بھنور سے سلامتی کے ساتھ
باہر لے آئیے اور اس کو غرق ہونے سے بچا لیجئے؟
کیونکہ میں اس کو بہت زیادہ محبوب رکھتا ہوں
اور وہ ہماری مجلس میں نغمہ سرائی کے لئے
متعین ہے اور یقین ہے کہ اس کی زندگی کا ساز
اس بھنور کے خوں خوار امواج کے صدموں سے
ٹکرا کر ٹوٹ جائے گا بلکہ اس کا تار ٹوٹ کر پارہ
پارہ ہو جائے گا، اس کو خدمت کے لئے لوٹ کر آنا
ہے۔ اپنے خدام کے ذریعہ اس کو پہنچا دیا جائے،
صرف آپ نے اتنی آواز دی کہ اسی وقت پانی
گہرائی سے اوپر ابھر آیا اور وہ اِدھر اُدھر
رواں ہوکر ایک جگہ ٹیلہ کے شکل میں جمع ہوا
اور وہ طنبورچی غوطہ کھانے اور غرق ہونے
سے نجات پا گیا۔ اور آرام سے اس ٹیلہ پہ
کھڑا ہو گیا۔
خوشی و مسرت سے چیخ اٹھا اے شاہ!
یہاں تو پانی بالکل کم ہے صرف کمر کے برابر
ہے۔ آپ نے فرمایا آگے تو آکر دیکھو، آپ کے
حکم پہ طنبورچی نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔
جوں ہی قدم رکھا تو پھر اسی طرح غوطہ کھایا
چنانچہ ہلاکت کے نزدیک پہنچ گیا جب شاہ نے اسکی یہ

احوال ایں منوال از غصہ رنگ رو لیش بگردید، بہ تندی بانگ بر داشت کہ اے فلاں بخدای اکرم و لغوث اعظم، کہ بمجرد مردن آنکس خدمت غنا پردازی درگاہ ما نسبت خود کار خواہم کرد، قضا را بمجرد ندای آں حضرت رنگے کہ در رنگ آب بود ہمہ یکجا فراہم آمدہ از کنار رود تا بمغرق از یک پدید آمد نے نے از دست کار بگیراں قدرت کوہ بستہ شدہ آں گاہ مطرب معلوم فرحاں و شاداں سالما و آمنا ازاں ورطۂ جاں ستاں بساحل نجات رسیدہ سجدات شکر بہ تقدیم رسانیدہ و شاہ ازاں واقع تبسم نمودہ و بعضے مردماں در تعجب ماندند۔ ؎

حالت دیکھی تو چہرے پہ قہر کا رنگ اُبھرنے لگا، پھر زور دار آواز دی کہ اے فلاں! خدائے اکرم و غوث اعظم کے واسطے اس شخص کے سوا ہماری محفل میں نغمہ سرائی کے لئے کوئی اور نہیں!

جوں ہی آپ کی یہ آواز بلند ہوئی تو پھر پانی کا حصّہ ایک جگہ جمع ہوگیا، اور ڈوبنے والے کو اس ندی کے کنارے پہ ڈال دیا۔ یہ قدرت الٰہی کی کرشمہ سازی ہے کہ خوشی و شادمانی کے ساتھ اور امن و سلامتی کے ساتھ اس ہلاکت خیز بھنور سے ساحل کے پاس آپہنچا۔ اور بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوگیا۔ اس خوشگوار مسرت خیز منظر سے شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی اور دیگر لوگ حیرت و استعجاب میں کھوگئے۔ ؎

اخلاق انسان کا زیور ہے

از حافظ عبد الرشید خان صاحب باپٹلہ (آندھرا)
متعلم جماعت پنجم دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

دُنیا کے تمام مذاہب میں اخلاق کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، کہ دین اور اخلاق کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ دین کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک اخلاق کی بلندی حاصل نہ ہو۔ عام طور پر دین کو صرف عقائد اور عبادات سے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت اخلاق بھی اس میں شامل ہے۔ اور حسن اخلاق کا درجہ تمام دینی اعمال میں سرفہرست ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر زور دیا ہے اور انسان کی سعادت کو جن پر موقوف بتلایا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاق حمیدہ اختیار کرے اور اخلاق ذمیمہ سے اپنے کو بچائے رکھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے جو مقاصد قرآن پاک میں ذکر کئے گئے ہیں ان میں ایک یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے، اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستگی خاص اہمیت کے ساتھ شامل ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ میں تو اسی لئے بھیجا گیا کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اصلاح اخلاق کا کام آپ کی بعثت کے اہم مقاصد میں سے ایک ہے۔ اور ہونا بھی ضروری تھا اس لئے کہ انسان کی زندگی اور اس کے نتائج میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے، اگر انسان کے اخلاق و عادات اچھے ہوں تو اس کی اپنی زندگی بھی سکون و اطمینان کے ساتھ گذرے گی اور وہ دوسروں کے لئے بھی آرام و راحت کا باعث بنے گا اور اس کے برعکس آدمی بد اخلاق ہو تو خود بھی زندگی کے لطف و مسرت سے محروم رہے گا اور جن افراد و اشخاص اور جماعتوں سے اس کا واسطہ اور تعلق ہوگا ان کی زندگیاں بھی بدمزہ

اور تلخ ہو جائینگی۔ قرآن حکیم نے کامل ایمان اور حقیقی عظمت و بزرگی کی بنیاد عملی اور اخلاقی زندگی پر رکھی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہر مسلمان اخلاق اور حسن عمل کا پیکر بنے۔ اسلام ایک ایسا تریاق ہے جو برائی کے گھوٹ اور گناہوں کی کثافت و بےعملی و گمراہی کے زہر کو دُور کر کے مسلمانوں کو ہر طرح پاک و صاف اور منور کر دیتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان مسلمان ہونے کے بعد بھی بدستور گناہوں اور بداخلاقیوں کی کیچڑ میں دھنسا رہتا ہے اور اس کا اسلام اسکو پاکیزگی حیات کا نور نہیں بخشتا تو سمجھ لیجیئے کہ اس نے اسلام کو محض زبانی اور رسمی طور پر اختیار کیا ہوا ہے۔

قرآن شریف میں مسلمانوں سے امنوا کا خطاب اور مطالبہ ہے وہاں ساتھ ہی بلا فصل وعملوا الصّٰلحٰت کا خطاب اور مطالبہ بھی ہے یعنی قرآن کریم صرف یہی نہیں کہتا کہ ایمان لاؤ بلکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ نیک عمل کرو اور اپنی زندگی کو پاکیزہ بناؤ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے اثقل ما یوضع فی المیزان یوم القیامۃ تقوی اللہ وحسن الخلق، یعنی قیامت کے روز میزان عمل میں جو چیز سب سے زیادہ بھاری ہوگی وہ تقویٰ و طہارت اور اچھے اخلاق ہیں۔ خوش اخلاقی کی فضیلت و اہمیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ابو داؤد و دارمی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں زیادہ محبوب وہ ہیں جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں۔ (بخاری شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے آپ کی جو دعائیں بیان کی ہیں ان میں بھی حسن اخلاق کی طلب اور مذموم اخلاق سے پناہ طلب کی گئی ہے۔

"اے میرے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر، تیرے سوا کوئی بہتر اخلاق کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور بُرے اخلاق کو مجھ سے دُور فرما۔ ان کو تیرے سوا کوئی دُور نہیں کر سکتا۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ پا لیتا ہے، جو رات بھر نفل نمازیں پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں۔ (ابو داؤد)

قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص سے روایت ہے

کہ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ انسانوں کو جو کچھ عطا ہوا اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا " اچھے اخلاق "۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت جریر ابن عبداللہ فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اللہ تعالےٰ کی خاص رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لئے رحم نہیں اور جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے۔ (بخاری و مسلم)

رحمت دراصل اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اور رحمٰن و رحیم اس کے خاص نام ہیں اور جس شخص کے اندر اللہ کی اس صفت کا جتنا عکس ہوگا وہ اتنا ہی اللہ کی رحمت کا مستحق و سزاوار ہوگا۔

نیز حضرت ابوہریرہ رض بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (مسند احمد)

رحم دلی کی جو شاخیں پھوٹتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے مجرم اور قصوروار کو معاف کردیا جائے اور اس سے انتقام نہ لیا جائے اس کی اہمیت میں حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا، پروردگار! آپ کے بندوں میں کون آپ کی بارگاہ میں زیادہ باعزت ہیں، ارشاد فرمایا وہ بندے (جو قصوروار پہ) قابو پانے کے بعد (اور سزا دینے کی قدرت کے باوجود) اسکو معاف کردیں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ ابن عمر رض کہتے ہیں ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں خادم کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں۔ آپؐ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں، آپؐ نے ارشاد فرمایا، ہر روز ستر دفعہ۔ (جامع ترمذی)

رحم ہی کی شاخوں میں یا اسکے ثمرات میں سے ایک احسان بھی ہے۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ نیکی یا بھلائی کی جائے خواہ اس طرح کہ اس کو کوئی چیز بطور تحفہ دے دی جائے یا اس کا کوئی کام کردیا جائے یا اس کی حاجت و ضرورت پوری کی جائے یا اس کو آرام پہنچایا جائے یا کوئی ایسا کام کیا جائے جو اس کی خوشی اور مسرّت کا سبب بن جائے یہ سب صورتیں احسان میں شامل ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان سب کی ترغیب دی ہے چنانچہ حضرت انس رض اور حضرت عبداللہ رض فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے "ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے" پس اللہ تعالیٰ کو اپنی ساری مخلوق میں زیادہ محبت ان بندوں سے ہے جو اس کی عیال (یعنی اسکی مخلوق) کے ساتھ احسان کرے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا جو بندہ بے شوہر والی اور کسی بے سہارا عورت اور کسی مسکین و حاجتمند کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تو وہ اجر و ثواب میں اس مجاہد بندے کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ راوی کا کہنا ہے میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا ایسا آدمی شب بیدار بندے کی طرح جو رات بھر نماز پڑھتا ہو اور اس دائمی روزہ دار کی طرح جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور کبھی روزے ترک نہیں کرتا۔ (بخاری و مسلم)

احسان خواہ کسی قسم کا ہو اور اللہ کی کسی مخلوق میں کسی کے ساتھ ہو وہ اللہ کو راضی کرنے والا عمل ہے لیکن خاص کر کسی بے سہارا عورت اور کسی مسکین بندہ کی مدد کے لئے اور اس کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنا یہ اتنا اونچا عمل ہے کہ اس کے کرنے والے بندے اجر و ثواب میں ان بندوں کے برابر ہیں۔ جو راہ خدا میں جہاد کرتے ہوں یا صائم النہار اور قائم اللیل ہوں۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم دوسروں کی دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو۔ کہ کہنے لگو کہ اور لوگ احسان کرینگے تو ہم بھی احسان کرینگے اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کرینگے۔ بلکہ اپنے دلوں کو اس بات پہ ثابت رکھو کہ اگر اور احسان کریں تب بھی تم احسان کرو، اگر اور لوگ بُرا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور بُرائی کا رویہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو۔)

مطلب یہ کہ دنیا میں خواہ احسان اور حسن سلوک کا چلن ہو، یا ظلم اور بدسلوکی کا دَور دَورہ ہو، اہل ایمان کو چاہئے کہ ان کا رویہ دوسروں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا ہی رہے، نیز یہ احسان صرف ان ہی لوگوں کے ساتھ نہ کیا جائے جو ہمارے ساتھ احسان کرتے ہوں، بلکہ جو لوگ ہمارے ساتھ بُرا سلوک کریں، ان کے ساتھ ہم احسان ہی کا رویہ رکھیں۔

احسان کا ایک اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی ایک چیز کا خود ضرورتمند ہو، لیکن جب کوئی دوسرا حاجتمند اس کے سامنے آجائے تو وہ چیز اس کو دے دی جائے، اسی کا نام ایثار ہے اور بلا شبہ انسانی اخلاق اس کا مقام بلند ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل یہی تھا اور آپ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم اور ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر (ہدیہ کے طور پر) لے کر آئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ چادر میں آپ کو اڑھانا چاہتی ہوں' آپ نے اس کو ضرورتمندانہ انداز میں قبول فرمایا، صحابۂ کرام میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چادر بہت اچھی ہے' مجھے عنایت فرمائیے' آپ نے فرمایا بہت اچھا اسی وقت یہ چادر ان صاحب کو دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھ گئے' تو بعض صحابہ نے سائل کی ملامت کی اور کہا یہ تم نے اچھا نہیں کیا تم نے خود دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی' اس کے باوجود تم نے حضورؐ سے اسے مانگ لیا حالانکہ تم جانتے ہو کہ آپ کی عادت کریمہ یہ ہے کہ جو چیز بھی آپ سے مانگی جائے آپ اس کو دے دیتے ہیں۔ ان صاحب نے عرض کیا مجھے بھی ان باتوں کا احساس ہے' لیکن میں نے برکت کے خیال سے یہ چیز طلب کی ہے تاکہ اسی کو میں اپنا کفن بنالوں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہن لیا تھا اللہ نے چاہا تو یہی چادر میرا کفن ہو گی۔

بندۂ مومن کو انس و محبت کا مرکز ہونا چاہیئے کہ وہ خود دوسروں سے محبت کرے تاکہ دوسرے بھی اس سے محبت کریں اور مانوس ہوں اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں ہے تو گویا اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ نہ وہ دوسروں کو کوئی نفع پہنچا سکے گا اور نہ دوسرے لوگ اس سے نفع اٹھا سکیں گے۔ ذیل کی حدیث میں ان خشک مزاج اشخاص کے لئے خاص سبق ہے جو سب سے بے تعلق رہنے ہی کو دین کا تقاضا اور دینداری سمجھتے ہیں اور اس لئے نہ وہ خود دوسروں سے مانوس ہوتے ہیں اور نہ دوسروں کو اپنے سے مانوس کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس و محبت کو ایمان کی علامت و کیفیات میں شمار کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن تو الفت و محبت کا مرکز ہے اور ایسے آدمی میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتے جس کی وجہ سے دوسرے بھی اس سے الفت نہیں کرتے۔ (مسند احمد)

نیز ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے نے بھی اللہ کے لئے کسی بندے کی تعظیم کی اور اس سے محبت والفت کی تو اس نے اپنے رب عز و جل کی عظمت و توقیر کی۔ (مسند احمد)

مندرجۂ بالا احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے اخلاق کو کس قدر اہمیت دی ہے۔ اشاعت اسلام کے اسباب و عوامل کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اسلام کو زیادہ فروغ اسی لئے حاصل ہے کہ اس کے متبعین اخلاق حسنہ سے آراستہ و پیراستہ رہے۔ ان کے حسن کردار اور حسن معاملات سے غیر مسلم قومیں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحؒ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا جو خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہے۔

بعض ان حدیثوں کی بنا پر جن میں اسلام کی عمارت کو ایمان کے بعد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے چار ستونوں پر قائم بتایا گیا ہے۔ بظاہر یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ اسلام کی اس عمارت میں اخلاقِ حسنہ کو کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے اور بے سمجھ واعظوں کی غلط بیانی سے اس غلط فہمی میں اور اضافہ ہوگیا ہے۔ حالانکہ دوسرے اہم مقاصد کے علاوہ ان عبادات میں سے ایک مقصد انسان کے اخلاقِ حسنہ کی تربیت اور تکمیل ہے۔ قرآن پاک میں یہ نکتہ ہر جگہ نمایاں طریقہ سے واضح کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ نماز کا ایک فائدہ اس نے یہ بتایا ہے کہ وہ بری باتوں سے باز رکھتی ہے۔ روزہ کی نسبت بتایا ہے کہ وہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے۔ زکوٰۃ سرتاپا انسانی ہمدردی اور غمخواری کا سبق ہے اور حج بھی مختلف طریقوں سے ہماری اخلاقی اصلاح و ترقی کا ذریعہ اور اپنی اور دوسروں کی امداد کا وسیلہ ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے ان چاروں ارکان کے نام الگ الگ جو کچھ ہوں مگر ان کے بنیادی مقاصد میں اخلاقی تعلیم کا راز مضمر ہے، اگر ان عبادات سے یہ روحانی اور اخلاقی ثمرہ ظاہر نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ احکام الٰہی کے محض لفظی تعمیل ہے اور عبادت کے جوہر و معنی سے یکسر خالی اور معرّیٰ ہیں۔ وہ درخت ہیں جن میں پھل نہیں، وہ پھول ہیں جن میں خوشبو نہیں، وہ قالب ہیں جن میں روح نہیں۔

اسلام نے اخلاقِ حسنہ کا ایک اور بلند تخیل پیش کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اخلاقِ حسنہ درحقیقت صفاتِ الٰہی کا سایہ اور ظل ہیں اور اسی کے صفاتِ کاملہ کے ادنیٰ ترین مظاہر ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسن الخلق خلق العظیم (طبرانی) یعنی خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے۔ ہم انہی اخلاق کو اچھا کہتے ہیں جو صفاتِ ربانی کا عکس ہیں اور انہی کو برا کہتے ہیں جو خدا کے صفات کے منافی ہیں۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ خدا کی بعض خاص صفات ایسی بھی ہیں، جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کا تصور بھی دوسرے میں نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے اس کا واحد ہونا، خالق ہونا، نیز ایسی پُر جلال صفتیں بھی ہیں جو صرف خدا ہی کو زیبا ہیں جیسے اس کی کبریائی اور بڑائی وغیرہ اس قسم کی صفات کا بندہ میں کمال یہ ہے کہ ان کی مقابل کی صفتیں اس میں پیدا ہوں۔ خدا کی کبریائی کے مقابلے میں بندہ میں خاکساری اور تواضع ہو، اور خدا کی بلندی کے مقابلے میں بندہ میں پستی اور فروتنی

ہو' الغرض اسلام نے ان کی روحانی تکمیل کا ذریعہ اخلاق کو اسی لئے قرار دیا ہے کہ وہ صفات الٰہی کے انوار کے کسب وفیض کا سبب ہے۔ ہم جس حد تک اس کسب وفیض میں ترقی کرینگے' ہماری روحانی ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا اور یہی ہماری زندگی کی روحانی سیر کی آخر منزل ہے' اخلاق کا اس سے بلند ترین تصور نہایت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

اخلاق کا دقیق نکتہ ایک یہ بھی ہے' کہ انسان اخلاق حسنہ کا جو پہلو پسند کرے اس کی شدت سے پابندی کرے اور اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے اس پر قائم رہے کہ گویا اپنے اختیار کے باوجود اس کے کام کرنے پر مجبور ہے' اور لوگ دیکھتے دیکھتے یہ یقین کرلیں کہ اس شخص سے اس کے علاوہ اور کوئی بات سرزد ہو ہی نہیں سکتی' یہ خصوصیت اس سے کسی حالت میں بھی الگ نہیں ہو سکتی۔

الغرض اب تک دنیا کی ہر حقیقت کے بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہوئی ہیں لیکن اخلاق ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بارے میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں۔ زمین کے بارے میں کسی نے کہا چپٹی ہے کسی نے کہا کہ گول ہے۔ سورج کے بارے میں کسی نے کہا کہ متحرک ہے' کسی نے کہا کہ ساکن ہے۔ لیکن اخلاق ہی انسان کا اصلی زیور یا اس کا حقیقی حسن ہے' اس سے کسی نے اختلاف نہیں کیا' خواہ وہ خود اخلاقی اعتبار سے کتنا پیچھے کیوں نہ ہو' اگر آپ ایک بے ایمان یا خائن سے دریافت کہ بھائی کیا بے ایمانی یا خیانت پسندیدہ چیز ہے؟ تو سوائے اس کے کہ وہ شرم وغیرت سے سر جھکالے یا نفی میں سر ہلا دے' یا اپنی کوتاہی کا اقرار کرے اور جواب نہیں دے سکتا۔ غرض اخلاق ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے بارے میں دو رائیں نہیں ہوئیں۔ اور نہ کبھی ہونے کا اندیشہ ہے۔

غرض انسانیت اخلاق ہی کی ایک تعبیر ہے۔ اخلاق کے بغیر انسان کا تصور بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ حرارت کے بغیر آگ کا تصور یا ٹھنڈک کے بغیر برف کا تصور' جیسے یہ تصورات ناممکن نظر آتے ہیں اسی طرح انسانیت کا تصور بھی بغیر اخلاق کے محال ہے۔

اگر کوئی اخلاق سے بیگانہ ہے تو وہ انسانی شبیہ تو ہو سکتا ہے مگر انسان نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان ایک پھول ہے تو اخلاق ہی اسکی خوشبو ہے۔ اگر انسان ایک درخت ہے تو اخلاق ہی اس درخت کے برگ وبار ہیں۔ اگر انسان ایک انجمن ہے تو اخلاق ہی اس انجمن کی شمع ہے۔ اگر انسان ایک کائنات ہے تو اخلاق ہی اس کائنات کا آفتاب ہے۔ غرض ایک انسان بغیر اخلاق کے [illegible] ہو تو ہو مگر کامل انسان نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مومنانہ زندگی کے لئے اخلاق کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو اسلامی اخلاق وعادات اور خصائل نبویہ کا پیکر بنائے۔ آمین!!

نقوش طاہر

از: ادارہ

حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین شاہ محمد طاہر قادری علیہ الرحمہ

سابق ناظم دارالعلوم لطیفیہ کی علمی و دینی شخصیت اور آپ کے زرین کارناموں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دارالعلوم لطیفیہ کی ترقی اور فلاح و بہبودی کے لئے وقف کردی تھی۔ آپکی گوناگوں خدمات میں سے ایک عظیم خدمت یہ بھی ہے کہ آپنے طلباء کے اندر تقریر اور تحریر کا مذاق پیدا کیا اور وقتاً فوقتاً طلباء کی انجمن دائرۃ المعارف کی صدارت فرماتے اور مفید و پُر از معلومات سے خطابات فرماتے تھے۔ اور آپ کی ذاتِ گرامی سے سالنامۂ اللطیف منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا اور اٹھائیس سال تک اسکی ادارت کے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں آپنے جو عمدہ اور مفید مضامین تحریر فرمایا ہے وہ اپنی جگہ خود ایک مبسوط تالیف سے کم نہیں۔

ذیل میں حضرت ناظم مرحوم کا وہ خطاب پیش کیا جا رہا ہے جو انہوں نے اللطیف کی پہلی اشاعت کے موقعہ پر طلبائے عزیز سے فرمایا تھا۔

ایک مدّت سے ہماری یہ خواہش رہی کہ کالج کا ایک میگزین شائع کیا جائے۔ شکر ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا، جس کے فضل و کرم سے یہ دیرینہ آرزو پوری ہو گئی۔ اساتذۂ کرام و طلباء عزیز کے غور و فکر کا نتیجہ اور محنت کا پھل اس میگزین کی شکل میں ہو رہا ہے۔ یہ ابتدائی کوشش اور پہلا تجربہ ہے، جو بھی خامیاں ہونگی مجھے امید ہے کہ رفتہ رفتہ دُور ہو جائینگی اور یہ میگزین دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا جائیگا۔

افلاس انسان کے حوصلوں کو پست

اور دولت مندی قوائے دماغی کو کند و سست کرنے والی ہے۔ جس طرح افلاس میں مستقل مزاج رہنا دشوار ہے، اسی طرح نشۂ دولت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہے۔ اگر واقعات یہ ثابت کر دیں کہ کوئی انبارِ سیم و زر پر بھی ویسے ہی طالب علم رہا، جیسے افلاس میں تو یہ ظاہر ہوگا کہ اس نے علم کے دو زبردست دشمنوں کو بلند حوصلگی سے زیر کر لیا ہے۔

علامہ ابن العلا سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کو کب تک علم حاصل کرنا چاہئے۔ موصوف نے کہا "جب تک حیات مہربان رہے"۔

سقراط کا مقولہ ہے "میرے علم کی معراج یہ ہے کہ میں نے جان لیا کہ مجھ کو نہیں آتا"۔ ایک اور حکیم کا قول ہے کہ دنیا میرے علم کی نسبت معلوم نہیں کیا کچھ گمان کرتی ہوگی مگر میں اپنے آپ کو ایسے ہی سمجھتا ہوں جیسے کہ ایک نافہم بچہ سمندر کے کنارے خزف پاروں سے کھیل رہا ہے اور علم کا ناپیدا کنار سمندر اس کے آگے موجزن ہے۔ اگر ان ہستیوں کا یہ دلی عقیدہ ہوتا تو ہرگز وہ علم کے اعلیٰ مراتب پہ فائز نہ ہوتے۔

علامہ اثیر الدین کے متعلق بیان ہے اگرچہ وہ علم و فضل میں اس پایہ کو پہنچے ہوئے تھے کہ ان کی تصانیف ملک بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی تھیں۔ لیکن پھر بھی اساتذہ کے سامنے کتاب لے کر بیٹھنے میں انہیں کوئی عار نہ تھا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جو کوئی دنیا کا ارادہ رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ تجارت کرے اور جو آخرت حاصل کرنا چاہتا ہے زہد و تقویٰ اختیار کرے۔ اور جو شخص حصول دین و دنیا کا آرزومند ہے تو اس کو چاہئے کہ علم سیکھے۔ علم ایسی شئے ہے جو انسان کو معراج کمال تک پہنچا کر ایک ایسی بصارت و بصیرت عطا کرتی ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے بُرے حلال و حرام کی تمیز کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

تاریخ دہرائی جاتی ہے، کیا عجب ہے کہ علمائے سلف کے نقش قدم پہ چلنے سے تم بھی ان کی طرح لائق و فائق بن کر نکل سکو۔ لیکن اس کے لئے عزم و استقلال کی ضرورت ہے، جس سے پائے ثبات میں لغزش نہ آئے۔

زمانہ تیز رفتاری سے بدلتا جا رہا ہے۔ اٹامک انرجی کا دور دورہ ہے۔ علوم و فنون میں بزرگانِ سلف کے مانند حصولِ کمال نہ کیا تو زمانہ تمہارا انتظار نہ کرے گا، یہ آگے نکل جائے گا اور تم کفِ افسوس مل کر رہ جاؤ گے جس کا حاصل کچھ نہیں۔ تم کو اس دار العمل ہی میں اپنی مادی زندگی سنوارنے کیساتھ ساتھ روحانی زندگی کو بھی سنوارنا ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی روحانیت ہے۔ آپکی بے پناہ قوتوں کو کام میں لاتے ہوئے اپنے کردار کو بلند سے بلند تر کرتا ہے۔ اگر تم تنظیم و وقار کے ساتھ حصولِ مقصد میں کوشاں رہے تو انشاء اللہ کامیابی کا سہرا تمہارے سر رہے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک تمہیں عالم با عمل فاضل بے بدل بنائے آمین۔ ثم آمین !!

انا اسد و انت شبلی

از: عالیجناب مولانا سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ صاحب بی کام
(عثمانیہ یونیورسٹی) ادیب فاضل مدراس یونیورسٹی۔
ناظم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

دنیا میں سینکڑوں انسان پیدا ہوئے اور پردۂ عدم میں رُوپوش ہو گئے، لیکن ان ہی اشخاص اور افراد کی زندگیوں کے نقوش جریدۂ عالم پہ ثبت ہوئے، جنہوں نے قوم و ملک اور علم و ادب کی خدمت میں اپنی زندگیوں کو قربان کردیا۔ ایسے ہی نابغۂ روزگار شخصیات میں ایک ہمہ گیر پہلو دار اور عبقری شخصیت شمس العلماء علامہ شبلی کی بھی ہے۔ آپ ایک متبحر عالم فطری شاعر، حقیقت شناس نقّاد، صاحب طرز ادیب ممتاز فلسفی، عظیم مؤرخ، ماہر تجربہ کار معلم، مشفق مربّی، بالغ النظر مصنف اور محقق تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ علامہ شبلی کے بعد ان کی جیسی جامع الکمالات اور متنوع صفات کی حامل شخصیت اب تک علم و ادب کی دنیا میں جلوہ گر نہیں ہوئی اور معلوم نہیں تاریخ کے کس دور میں یہ خلا پُر ہوگا۔

مولانا شبلی کی ولادت ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ مطابق مئی ۱۸۵۷ء میں موضع بندول ضلع اعظم گڈھ میں ہوئی۔ والدین نے مولود مسعود کا نام محمد شبلی رکھا۔ آپ کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ ایک دیندار آدمی تھے اور ان کا پیشہ وکالت تھا۔ مولانا کے دادا منشی حسن علی مرحوم اور ان کے بھائی منشی وارث علی عدالت کلکٹری اعظم گڈھ میں مختار تھے اور مولانا کے نانا شیخ قربان قنبر انصاری انگریزی تسلط کے ابتدائی زمانہ میں اعظم گڈھ کے ایک معروف وکیل تھے۔ مولانا کی والدۂ ماجدہ نہایت نیک اور دیندار خاتون تھیں۔ تہجد تک ناغہ نہیں کرتی تھیں، مولانا کی شخصیت پر انکے حسن تربیت کا بڑا گہرا اثر پڑا۔

مولانا شبلی عہد طفولیت ہی سے ذہین و فطین اور طباع واقع ہوئے تھے۔ آپ نے ابتدائی

کتابوں کی تعلیم مولانا حکیم عبداللہ اور مولانا شکر اللہ
سے حاصل کیا اور اعظم گڈھ کے مدرسۂ عربیہ میں داخل
ہوئے اور مولوی فیض اللہ مرحوم مدرسِ اعلیٰ سے عربی
کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

اس زمانے میں مولانا فاروق چریاکوٹی کی تعلیم
و تدریس کا شہرہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ
کے والد نے آپ کو غازی پور بھیج دیا تاکہ علم دین کی تحصیل
اور تکمیل کرسکیں۔ مولانا فاروق اپنے اس ذہین و چالاک
شاگرد رشید سے بہت خوش اور متاثر تھے اور فخریہ
خوشی کے ساتھ کہا کرتے تھے انا اسد وانت شبلی
(میں شیر ہوں اور تم بچۂ شیر) درسیات کی تکمیل
کے بعد مولانا نے مزید علوم اور فنون کی تکمیل کے لئے
مختلف شہروں مثلاً رامپور، لکھنؤ، لاہور، سہارنپور
وغیرہ کا سفر کیا اور مختلف علوم و فنون کے ماہر اساتذۂ
کرام مثلاً مولانا مولوی عبدالحق فیروز آبادی، مولانا
مولوی ارشاد حسین محدث، مولانا مولوی فیض الحسن
اور مولانا مولوی احمد علی وغیرہ سے اکتساب علم فرمایا
اور سارے علوم کے اندر کمال اور اختصاص پیدا
کیا۔

مولانا شبلی نے اپنے والد محترم کی خواہش
پر وکالت کی تعلیم بھی حاصل کی اور اس کے امتحانات
میں بھی شریک ہوئے۔ لیکن آپ کی طبیعت اس فن کی
جانب راغب نہ تھی جس کی وجہ سے وکالت کو چھوڑ
دی۔ آپ کے اندر ابتداء ہی سے علم و ادب، مطالعہ،
تحقیق، تصنیف و تالیف اور شعر و سخن کی جانب میلان
رہا جس کی وجہ سے ان ہی خطوط پر آپ نے اپنی علمی
زندگی شروع کی۔

۱۸۸۱ء میں علیگڈھ تحریک زور پر تھی۔ مولانا
کے والد بھی مسلمانوں کے حق میں جدید تعلیم کے بڑے
حامی اور مؤید تھے۔ اور خود انہوں نے اپنے منجھلے
بیٹے مہدی حسن کو حفظ قرآن اور دینیات کی ابتدائی
تعلیم کے بعد انگریزی پڑھانے کے لئے علیگڈھ کالج کے
اسکول میں داخل کر رکھا تھا، اپنے فرزند سے ملنے کے
لئے گئے تو مولانا شبلی کو بھی اپنے ساتھ علیگڈھ لے گئے۔
اس موقعے پر مولانا نے تحریک کے بانی اور روح
رواں سرسید احمد خاں کی شان میں ایک زوردار
قصیدہ عربی میں لکھ کر اپنے ساتھ لے گئے اور سرسیّد
کی خدمت میں پیش کیا۔

سرسید بہت متاثر اور خوش ہوئے، اور
فیصلہ کرلیا کہ اس جوہر گراں مایہ کو اپنے ساتھ
رکھنا چاہئے۔ اس طرح علیگڈھ تحریک سے مولانا
کی وابستگی کی راہ ہموار ہوئی۔ سرسید نے مولانا
کو اپنے مکان کے قریب ہی رہنے سہنے کا انتظام کیا
اور تحریک اور اپنے تصنیفی کاموں میں ان سے مدد
لینی شروع کی اور مولانا شبلی بھی سرسید کی متحرک
و فعال شخصیت اور ان کے افکار و خیالات سے

متاثر ہوئے اور ان کے کتب خانہ سے اور علیگڈھ کے ماحول سے بہت مانوس ہوگئے۔ شبلی نے علیگڈھ کی جدید روشنی سے کچھ حاصل کیا تو علیگڈھ کو بھی اپنی ذات سے نفع پہنچایا۔ چنانچہ آپ تعلیم وتدریس کے فرائض کی انجام دہی کے علاوہ وہاں کے طلبا کے اندر فارسی اور عربی زبان وادب اور شعر وشاعری کا مذاق پیدا کیا اور وہاں دینی اجتماعات کا سلسلہ شروع کیا اور طلباء کو پنجوقتہ نمازوں کا پابند بنا دیا اور علیگڈھ میں آپ کی وجہ سے دینداری' اور جدیدیت کا حسین امتزاج پیدا ہوا۔

علیگڈھ میں مولانا شبلی کو ایک علم دوست انگریز دانشور پروفیسر آرنلڈ کی صحبت میسر آئی اور ان دونوں کے درمیان بڑے خوشگوار تعلقات پیدا ہوگئے اور پروفیسر آرنلڈ نے آپ سے عربی زبان اور دیگر مذہبی معلومات میں استفادہ کیا تو آپ نے بھی پروفیسر موصوف سے کسی قدر فرنچ زبان سیکھی اور مغربی تنقید اور مطالعہ کے اصول وغیرہ سے واقفیت حاصل کی۔ پروفیسر آرنلڈ ۱۸۹۲ء میں جب انگلستان جانے لگے تو آپ بھی ان کے ساتھ قسطنطنیہ کے سفر کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اور ان کے ہمراہ پورٹ سعید تک سفر کیا اور وہاں سے آگے تنہا گئے۔ قسطنطنیہ کے علاوہ آپ نے بیروت اور مصر وغیرہ کا دورہ کیا اور بہت سی دینی درسگاہوں' کتب خانوں' مقدس زیارت گاہوں' علمی وادبی شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں اور اپنے اس تاریخی دورہ سے بہت سی خوشگوار اور ناخوشگواریاں یادیں اور تاثرات لے کر ہندوستان واپس لوٹے۔

اس سفر سے متعلق آپ کا یہ تبصرہ مطالعہ کے لائق ہے۔

ٹرکی کے سفر سے جو اثر میرے دل پر ہوا اس کا یہاں ظاہر کرنا چنداں ضرور نہیں۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے خود اس کا پتہ لگ جائے گا البتہ اس قدر کہنا ضرور ہے کہ سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کی جائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہے' بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بہت سی باتوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کے قریب قریب ہے صنعت سے اُن کو کچھ واسطہ نہیں۔ تجارت میں ان کا حصّہ بہت کم ہے۔ معمولی دکاندار تک یہودی یا عیسائی ہیں۔ پرانی تعلیم نہایت ابتر ہے اور ابتر ہوتی جا رہی ہے۔ نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پرانی تہذیب اور نئی تہذیب میں ابھی تک رقابت ہے اور دونوں سے مل کر کوئی مرکّب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے۔ پرانے خیال والے ابھی تک زمانہ کی رفتار سے بے خبر ہیں۔ نئے مذاق کے لوگ جس قدر کہتے ہیں' کرتے نہیں۔ ہمت' غیرت جوش' عزم' استقلال کی بجائے کل قوم پر من حیث الاغلب افسردگی سی چھائی ہوئی ہے۔ جو شخص جس حال میں ہے اُسی پر قانع ہے۔ موجودہ حالت تو یہ ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرًا "

قسطنطنیہ کے دورہ میں آپ نے سلطان غازی عثمان پاشاہ سے بھی ملاقات کی۔ سلطان

اور ترکی حکومت کی جانب سے آپ کو "تمغۂ مجیدی" عطا کیا گیا۔

ہندوستان پر مسلط اور حاوی برطانوی حکومت نے بھی آپ کی علمی و ادبی اور قومی و ملّی خدمات کو دیکھ کر "شمس العلماء" کا خطاب دیا۔ اس واقعہ سے علیگڈھ میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور آپ کی شان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس موقعہ پر نواب محسن الملک نے بڑی عمدہ تقریر فرمائی جس کا کچھ حصّہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے تاکہ مولانا شبلی کی کوہ پیکر رنگا رنگ شخصیت اور ان کی خدمات کا اندازہ ہو سکے۔

صاحبو!

مولانا شبلی صاحب کی ذاتی خوبیوں اور ان کے علمی کمالات کا ذکر کرنا فضول ہے۔ جن کو اُن سے ملنے کی عزت حاصل ہے، وہ ان کی ان صفات کا اندازہ کر سکتے ہیں جو خدا نے کوٹ کوٹ کر ان میں بھرے ہیں اور جن کو ان کی تالیفات و تصنیفات کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ ان کی نظر کیسی غائر اور ان کا علم کیسا وسیع، ان کے خیالات کیسے بلند، ان کا ذہن کیسا تیز، ان کی تحریر کیسی پُر زور، ان کا بیان کیسا صاف اور ان کی تحقیق کیسی عالمانہ ہے۔ وہ ہمارے زمانے کے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں فصاحت بیان اور سلاست عبارت اور لٹریچر کی تمام خوبیوں کے ساتھ اعتدال اور بے تعصبی، اور انصاف کا لحاظ رکھا اور شاعرانہ خیالات اور ایشیائی مذاق کے موافق مبالغہ استعارہ اور عبارت آرائی اور تصنع کے بغیر بلاغت سے فلسفیانہ طرز پر سوانح عمری اور لائف کے لکھنے کا طریقہ جاری کیا۔ اور واقعات تاریخی کے تحقیق کرنے اور محققانہ طور پر واقعات اور معاملات پر رائے دینے اور نتائج کے اسباب بیان کرنے اور اخبار و روایات کے صدق و کذب کے دریافت کرنے کا راستہ بتایا اور ایسے زمانہ میں جب کہ ہماری قوم کا مذاق بگڑا ہوا ہے اور ایسے وقت میں جبکہ سوائے افسانوں اور ناولوں کے کسی اور قسم کی کتابوں کی قدر نہیں ہے، ہمارے مولانا منجملہ ان دو تین مصنفین کے ہیں جن کی تالیفات کی نہایت قدر کی گئی اور جن کو قوم نے نہایت شوق سے دیکھا اور جس سے مسلمانوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ اور جس نے ان کے دلوں میں ایک نیا مذاق پیدا کیا۔ اور جس نے مشاہیر روزگار کے حالات زندگی کے لکھنے کا طریقہ اور اس کا مقصود بتایا اور ہمارے مردہ لٹریچر میں بلکہ ہمارے مُردہ خیالات میں ایک نئی جان ڈالی۔

صاحبو!

ہمارے دوست مولانا شبلی نے ہم مسلمانوں پر اپنی عمدہ تالیفات سے احسان کیا ہے اور خدائے ذوالجلال کی رضامندی حاصل کرنے کا بھی انہوں نے عمدہ کام کیا ہے۔ وہ ان چند اعتراضوں کا دور کرنا ہے، جو مذہب اسلام کے مخالف ہمارے مذہب پر

کرتے تھے اور جس سے ہمارا مذہب 'انسانیت' انصاف 'علم' اور تہذیب کے مخالف خیال کیا جاتا تھا' وہ جزیہ اور اسکندریہ کے کتب خانوں کا جلانا تھا کہ برسوں سے یہ الزام ہم پہ لگایا جاتا ہے۔ اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ لوگوں نے جزیہ کو کفر کا ٹیکس قرار دے رکھا تھا۔ اور اسکندریہ کے کتب خانہ کے جلانے سے پیشوایان اسلام کو علم کا دشمن قرار دے دیا تھا' اس ذی ہمت عالی دماغ محقق نے جو مدرسۃ العلوم کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا حکیمانہ زندگی بسر کر رہا تھا ان دونوں چیزوں کی حقیقت ظاہر کرنے میں اپنی تحقیق کی ایک عجیب خداداد قوت ظاہر کی اور چند اوراق کے لکھنے اور مشتہر کرنے سے ایک عالم کو حیرت میں ڈال دیا اور یورپ کے بڑے بڑے محققوں کی آنکھوں پہ سے غلطی کا پردہ اٹھا دیا۔ اور ان دونوں اعتراضوں کو اس خوبی سے مذہب اسلام پہ سے دُور کر دیا کہ تمام دنیا حیران رہ گئی۔

مولانا شبلی ۱۸۹۱ء میں سرسید اور ان کے رفقا کے ہمراہ حیدر آباد بھی تشریف لے گئے' تاکہ وہاں علیگڑھ تحریک کی تبلیغ کی جا سکے۔ نواب اقبال الدولہ وقار الامراء کی صدارت میں بشیر باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا نے ایک فارسی قصیدہ پڑھا۔

مولانا شبلی نے ۱۸۹۶ء میں حیدر آباد کا دوسرا سفر کیا۔ اس موقعہ پہ آپ کی خوب پذیرائی اور بڑی قدر دانی ہو گئی۔ اعلحضرت نظام الملک میر محبوب علی خاں نے ماہوار ایک سو روپیہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ اور یہ فرمان جاری کیا کہ مولانا شبلی جو کتابیں تصنیف کریں گے' وہ سرکار آصفیہ کے نام سے مشتہر ہوں گی۔

اس کے بعد آپ کی زندگی میں وہ شاندار موڑ بھی آ گیا جس میں آپ نے سلسلۂ آصفیہ (علمی تراجم و تصنیفات) کی نظامت و قیادت سنبھالی اور اس علمی تنظیم کی شان دوبالا کر دی۔

مولانا شبلی کے عہد میں علماء کی ایک تحریک جنم لی جو ندوۃ العلماء کے نام سے موسوم اور مشہور ہوئی۔ اس تحریک کے پہلے ناظم مولانا سید محمد علی قرار پائے۔ جو مولانا محمد لطف اللہ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن کے خلیفۂ خاص تھے۔ اس تحریک کا مقصد درس نظامیہ کے نقائص کو دُور کرنا اور نصاب میں تبدیلی لے آنا اور قدیم و جدید علوم کے صالح اجزاء سے ایک نصاب تیار کرنا اور علماء کے درمیان واقع اختلافات کی خلیج پاٹ دینا تھا۔ مولانا شبلی کو اس تحریک سے غیر معمولی شغف پیدا ہوا اور آپ اس تنظیم سے وابستہ اور منسلک ہو گئے۔ اور ملک کے مختلف علاقوں میں جہاں جہاں تحریک کے اجلاس ہوتے آپ پوری سرگرمی کے ساتھ قائدانہ حیثیت سے حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ مدراس بھی تشریف لائے اور جنوری ۱۹۰۲ء کے اجلاس کی

صدارت کی اور اس کے دوسرے سال ۱۹۰۵ء میں آپکو باقاعدہ معتمدِ تعلیم منتخب کیا گیا۔

ندوۃ العلماء کی سرگرمیوں کے دوران آپ کو اس بات کا شدید احساس پیدا ہونے لگا کہ جس طرح مغربی ممالک میں علمی اکاڈمیاں ہوتی ہیں اسی طرح ہمارے یہاں بھی ایک اکاڈمی ہونی چاہئے جس میں مسلمانوں کے علوم و فنون کا وسیع ذخیرہ جمع کیا جائے۔ آپ اس عظیم خدمت کی سوچ ہی میں تھے، تحریک ندوہ سے آپ کے تعلقات کی استواری پر بھی ضرب واقع ہونے لگی تو آپ نے اپنے آبائی مسکن اعظم گڈھ کی جانب رُخ کیا تاکہ وہاں پہنچ کر سکون و اطمینان کے ساتھ تصنیفی کام جاری رکھ سکیں۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دارالمصنفین کی داغ بیل ڈالی۔ تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ افراد سازی کا کام جاری رکھا جس کے نتیجہ میں مولانا سید سلیمان ندوی جیسی عظیم شخصیت معرضِ وجود میں آئی اور آج بھی دارالمصنفین ایک عظیم علمی اکاڈمی کی حیثیت سے جلوہ گر ہے۔

علم و ادب کا یہ آفتاب جسکی ضیا پاش کرنوں سے ساری دنیا منور ہورہی تھی ۱۹۱۴ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا اور آپ دارالمصنفین "شبلی منزل" کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے مختلف علوم و فنون میں کئی ایک تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں مشہور و معروف یہ ہیں :-

(۱) المامون (۲) النعمان
(۳) الفاروق (۴) الغزالی
(۵) الکلام (۶) علم الکلام
(۷) اورنگ زیب عالمگیر (۸) موازنۂ انیس و دبیر
(۹) الجزیہ (۱۰) شعر العجم پانچ جلد
(۱۱) مقالات شبلی (۱۲) رسائل شبلی
(۱۳) سیرۃ النبیؐ

از: سید ریاض الدین کرملوری
متعلم جماعت ششم
دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

دنیا میں بہت سارے مذاہب وراد یان موجود ہیں مثلاً دین یہود۔ دین نصرانی وغیرہ، لیکن حق جل شانہ، کے نزدیک پسندیدہ مذہب اِسْلَامْ ہے جیسا کہ خود اللہ نے اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرمایا "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامْ" بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے۔

اسی دین حق کے متعلق حدیث پاک میں وارد ہے کہ دین نصیحت اور خیر خواہی ہے۔

عن تمیم ن الداریؓ انّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدّین النّصیحۃ۔ قلنا لمن؟ قال للہ ولرسولہ ولکتابہ ولائمّۃ المسلمین وعامتھم۔ (مسلم شریف جلد اول ص۵۴)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین (کی درستگی) نصیحت (خیر خواہی) ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کس کے لئے نصیحت؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے، اور اس کے رسول کے لئے، اور مسلمان حاکموں کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے۔

نصیحت کے معنی اخلاص، خیر خواہی و صلح چاہنا، شر و فساد سے بچانے کا جذبہ رکھنا، شر و فساد سے روکنا، نصیحت کی صحیح ترجمانی لفظ واحد سے نہیں کی جا سکتی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کی درستگی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ صحابہ کے پوچھنے پر سرکارِ دو جہاں نے فرمایا کہ دین کی درستگی ان مذکورہ پانچ نصیحتوں پر منحصر ہے:

محدثین کرام نے اس حدیث کو مدار اسلام قرار دیا ہے یعنی سارا اسلام اس حدیث میں سمٹ آتا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم شریف تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالےٰ کے لئے نصیحت

اللہ تعالیٰ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔ اور اس سے شرک کی نفی کریں اور اس کو تمام صفاتِ کمال و جلال کے ساتھ موصوف کریں اور اس کو ہر طرح کے عیب اور نقص

سے پاک وصاف اور منزّہ جانیں اور اسکی طاعت پر کمربستہ رہیں اور اسکی نافرمانی سے بچتے رہیں۔ اور اسی کے لئے کسی سے محبت کریں اور اسی کے لئے کسی سے ترک محبت کریں۔ اور اس کے فرماں بردار بندوں سے دوستی کریں اور اس کے نافرمان بندوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اور اس کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جہاد کریں اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کریں اور شکر بجا لائیں اور تمام امور میں اس کے ساتھ صدق و اخلاص کا معاملہ رکھیں اور ان تمام اوصاف مذکورہ کی طرف دوسرے لوگوں کو خیر خواہی اور محبت والفت کے ساتھ دعوت دیں۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نصیحت کا برتاؤ ہوا لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری نصیحت کی قطعی حاجت نہیں۔ وہ ناصح کی نصیحت سے قطعی بے نیاز ہے۔ ہماری نصیحت جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے دراصل اس کے تمام فوائد و ثمرات اور برکات ہماری ہی طرف راجع ہیں۔ واللہ تعالیٰ غنی عن العالمین۔

کتاب اللہ کے لئے نصیحت

اللہ کی کتاب کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ایمان رکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ ہے اور اس کے مشابہ کوئی کلام مخلوق نہیں اور نہ کوئی مخلوق اس جیسی کتاب لانے پر قادر ہے اور اس کی تعظیم کریں اور صحت حروف و حسن ادا اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی تلاوت کریں اور اس پر سے معترضین کے اعتراضات کو رد کریں اور ان کا جواب دیں۔ اور جو کچھ اس میں ہے سب کی تصدیق کریں۔ اور اس کے احکام بجا لانے پر خوشی کے ساتھ آمادہ اور کمربستہ رہیں۔ اور اس کے علوم و امثال کو اپنی وسعت بھر سمجھیں اور اس کی نصیحتوں سے عبرت حاصل کریں اور اس کے عجائب میں غور و فکر کریں اور اس کے علوم و حقائق کی تشریح اور اشاعت کریں۔ اور دوسرے لوگوں کو ان تمام اوصاف مذکورہ کی طرف خوش اسلوبی و خیر خواہی کے ساتھ دعوت دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصیحت

رسول اللہؐ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کی رسالت کی تصدیق کریں اور جو کچھ آپؐ اللہ کی طرف سے لیکر آئے ہیں اس پر ایمان رکھیں اور ان کے اوامر و نواہی میں ان کی فرماں برداری کریں اور آپؐ کی نصرت و حمایت کا جذبہ رکھیں اور آپ کے دوستوں سے دوستی رکھیں اور آپ کے تمام حقوق کی تعظیم و توقیر و نگہداشت رکھیں اور آپکے طریقوں اور سنتوں کو عمل سے زندہ رکھیں۔ اگر وہ مضمحل ہونے لگیں تو ان کو تقویت پہنچائیں۔ اور ان کا احیاء کریں۔ اور ان کی شریعت کو پھیلائیں اور ان کی سنتوں پر کوئی اعتراض کرے تو اس کی تردید کریں۔ اور مکمل تشفی بخش جواب دیں اور آپ کے علوم معارف کو عام کریں۔ اور آپ کی احادیث کو

عظیم و جلیل سمجھیں اور انہیں سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں اور حدیثوں کے پڑھنے کے وقت باادب رہیں اور بغیر علم کے حدیثوں پر تبصرہ نہ کریں اور محدثین کرام کی تعظیم کریں۔ اور خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور آداب سے آراستہ کریں۔ اور آپ کے اہل بیت اور صحابہ سے محبت رکھیں۔ اور ان لوگوں سے اجتناب کریں جو آپ کی یا آپ کے اصحاب یا اہل بیت کی مخالفت اور دشمنی کرتے ہوں۔ اور دوسرے لوگوں کو ان تمام اوصاف مذکورہ کی طرف خیر خواہی اور سلیقہ سے دعوت دیں۔

ائمۃ المسلمین کے لئے نصیحت

مسلمانوں کے امام اور رہبر کے لئے نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت کریں۔ اور حق میں ان کی فرماں برداری کریں اور نرمی کے ساتھ نیکیوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کریں اور جن ضروری باتوں سے وہ غافل ہیں انہیں یاد دلاتے رہیں۔ اور مسلمانوں کے حقوق جو ان پر ہیں ان کو پورا کرنے کی ہدایت دیتے رہیں اور ان کی بغاوت نہ کریں، اور لوگوں کو نرمی کے ساتھ اُن کی اطاعت پر اُبھاریں۔ اور اعدائے دین کے شر و دفع کرنے میں ان کا ساتھ دیں، اور ان کے روبرو ان کی جھوٹی تعریف نہ کریں اور اپنے نیک اور مخلصانہ مشوروں سے انہیں نوازیں۔

علمائے دین کے لئے نصیحت

علماء کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو قبول کریں اور طاعت و معروف میں ان کی تقلید کریں اور ان کے ساتھ ہمیشہ نیک گمان رکھیں۔

عامۃ المسلمین کے لئے نصیحت

عام مسلمانوں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی طرف اُنہیں بلائیں، اور دین و دنیا کے اُمور میں جس سے وہ جاہل و غافل ہیں، انہیں بتلائیں۔ اور قول و عمل سے ان کی مدد کریں، اور ان کی پردہ داری کریں اور مضرتوں کو ان سے دفع کریں۔ اور انہیں منافع بہم پہنچائیں اور انہیں نرمی و اخلاص کے ساتھ برائیوں سے روکیں اور اچھائیوں کی طرف دعوت دیں، اور ان کے ساتھ شفقت کریں اور ان کے بڑوں کی تعظیم و تکریم کریں اور ان کے چھوٹوں پر شفقت و محبت کریں اور وقتاً فوقتاً انہیں وعظ و نصیحت کرتے رہیں اور ان کے ساتھ کینہ و حسد نہ رکھیں، اور ان کیلئے وہ پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں ان کے لئے بھی ناپسند کریں۔ اور ان کے مال اور ان کی عزت و آبرو پر آنچ نہ آنے دیں اور انہیں مذکورہ تمام نصیحتوں کی جانب مائل کریں اور طاعت پر و اطاعت پر ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو مذکورہ حدیث شریف پر عمل پیرا ہونے کی توفیق و ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

از: سید وحید الدین قادری،
عرف افضل پاشاہ گنگاوتی
متعلم جماعت ثانیہ دار العلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

حضرت عمرؓ نے ہر صیغہ میں جو نئی باتیں ایجاد کیں مؤرخین انہیں اولیات سے تعبیر کرتے ہیں، ان کی فہرست یہ ہے: (۱) بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا۔

(۲) عدالتیں قائم کیں اور قاضی مقرر کئے۔

(۳) فوجی دفتر ترتیب دیا۔ (۴) تاریخ اور سنہ قائم کیا۔

(۵) امیر المومنین کا لقب حاصل کیا۔

(۶) والنٹروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

(۷) دفتر مال قائم کیا۔

(۸) پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔

(۹) مردم شماری کرائی۔

(۱۰) نہریں کھدوائیں۔

(۱۱) شہر آباد کرائے۔

(۱۲) ممالک محروسہ کو صوبوں میں تقسیم کیا۔

(۱۳) عشور یعنی دہ یکی مقرر کی۔

(۱۴) دریا کی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا۔

(۱۵) حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔

(۱۶) جیل خانہ قائم کیا۔ (۱۷) درہ کا استعمال کیا

(۱۸) راتوں کو گشت کرکے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ نکالا۔ (۱۹) پولیس کا محکمہ قائم کیا۔

(۲۰) فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔

(۲۱) گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مخنس کی تمیز قائم کی، جو عرب میں نہ تھی۔

(۲۲) پرچہ نویس مقرر کئے۔

(۲۳) مکۂ معظمہ سے مدینۂ منورہ تک مسافروں کے آرام کے لئے چوکیاں اور سرائیں بنوائیں۔

(۲۴) راہ پر پڑے ہوئے بچوں کی پرورش اور پرداخت کے لئے روزینے مقرر کئے۔

(۲۵) قاعدہ بنایا کہ اہل عرب غلام نہیں بنائے جاسکتے۔

(۲۶) مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کئے۔ (۲۷) مکاتیب قائم کئے۔

(۲۸) معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کئے۔

(۲۹) حضرت ابوبکرؓ سے باصرار کلام اللہ کی تدوین کروائی۔

(۳۰) قیاس کا اصول قائم کیا۔

(۳۱) فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔
(۳۲) فجر کی اذان میں اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا اضافہ کیا۔
(۳۳) نماز تراویح جماعت سے قائم کی۔
(۳۴) تین طلاقوں کو جو ایک ساتھ دی جائیں بائن قرار دیا۔
(۳۵) شراب کی حد اسّی کوڑے مقرر کی۔
(۳۶) تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔
(۳۷) بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیہ کے بجائے زکوٰۃ مقرر کی۔
(۳۸) وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔
(۳۹) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔
(۴۰) مساجد میں وعظ کا طریقہ جاری کیا۔
(۴۱) اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔
(۴۲) مسجدوں میں روشنی کا انتظام کیا۔
(۴۳) ہجو کرنے والے کے لئے تعزیر کی سزائیں مقرر کی۔
(۴۴) غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام لینے سے منع کیا۔

بسلسلہ صفحہ ۱۳۴

کر دیا گیا ہے۔
حضرت والدہ ماجدہ اور تمام احباب سے دین و دنیا کی بلیات کے دفع ہونے، اور مقاصد میں کامیاب ہونے کی دُعا اور سلام مسنون موصول ہو۔
باقی حالات وکوائف اکبر صاحب کے مکتوب سے واضح ہوں گے۔ فقیر کو اپنوں سے غافل تصور نہ کریں، المرء مع من احبہ متفق علیہ حدیث ہے۔
اللہ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ رہیگی، تم جہاں کہیں رہو۔

پیشکش:- پی۔ محی الدین پاشاہ
پی کوتہ کوٹہ (آندھرا)
متعلم جماعت چہارم دارالعلوم لطیفیہ

جو لوگ قصور سرزد ہو جانے کے بعد توبہ کرتے ہیں اور آئندہ اپنی اصلاح کر لیتے ہیں تو اللہ ان کے قصور معاف فرماتا ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا معاف کرنے والا ہے۔ (قرآن کریم)

لین دین کا اُدھار معاملہ جو میعادی ہو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی دستاویز لکھنے میں کاہلی نہ کرو۔ (قرآن مجید)

جو شخص عزّت کا طلبگار ہو اسے چاہیئے کہ وہ خدا کی فرماں برداری کرے کیونکہ عزّت ساری خدا کی دین ہے۔ (قرآن شریف)

بندہ ایمان کے حقیقی رُتبے پر اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ تمام انسانوں کے واسطے وہی بھلائی نہ چاہے جو اپنے نفس کے واسطے چاہتا ہے۔ (نبی کریمؐ)

جو کام سب سے زیادہ مغفرت کا سبب ہوگا وہ کشادہ روئی اور شیریں زبانی ہے۔ (نبی کریمؐ)

صادق آدمی سات بار گرتا ہے اور پھر اٹھتا ہے۔ مگر شریر بلا میں گر کے پڑا رہتا ہے۔ (حضرت سلیمانؑ)

میں مُردوں کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں آیا لیکن احمق اور نادان کی اصلاح سے عاجز آگیا۔ (حضرت عیسیٰؑ)

پاک نفس آدمی شہرت میں عورتوں سے بھی زیادہ شرماتا ہے۔ جب عقل کامل ہو جاتی ہے تو بولنا کم ہو جاتا ہے۔ (حضرت ابوبکرؓ)

آدمی کی نماز اور روزہ کو نہیں بلکہ اسکی دانائی اور راستبازی کو دیکھنا چاہیئے۔ (حضرت عمرؓ)

جب تک کسی شخص کا حال پوری طرح معلوم نہ ہو، اس کی نسبت بزرگی کا اعتقاد نہ رکھو۔ (حضرت علیؓ)

جس نے مخلوق سے کچھ مانگا، وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔ (حضرت غوث پاکؓ)

ہر شئے کا غم کھانا مؤمن کے لئے باعث فضیلت ہے بشرطیکہ کسی گناہ کے سبب سے نہ ہو۔ (حضرت جنید بغدادیؒ)

علی الصباح عالم علم کی اور زاہد زہد کی زیادتی طلب کرتا ہے اور ابوالحسن اس فکر میں ہوتا ہے کہ مسلمان بھائی کے دل کو کوئی خوشی پہنچائے۔ (حضرت ابوالحسن خرقانیؒ)

عمل کرو اور یوں سمجھو کہ زمین میں تمہارے سوا اور آسمان میں اسکے سوا کوئی نہیں۔ (حضرت احمد عاصمؒ)

حضرت احمد عاصمؒ نے فرمایا کہ تمام عملوں کا

رہبر علم ہے اور تمام علموں کا رہبر خدا کا فضل ہے۔
(حضرت احمد عاصمؒ)

راستی سے نیکی کی۔ مطالعہ سے علم کی۔ نیک روی سے حسن کی۔ نیک طریق سے خاندان کی۔ ناپ تول سے غلہ کی۔ پھیرنے سے گھوڑے کی۔ غور و پرداخت سے جانوروں کی اور سادہ لباس سے عورت کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔
(یحییٰ برمکی)

جو شخص خطروں پر سوار نہ ہو' وہ مرغوب چیزیں حاصل نہیں کر سکتا۔

خوشی کو دائمی اور ابدی نہ خیال کرلے' کیونکہ جس کو ایک زمانہ خوش کرتا ہے اُسے کئی زمانے رنج دیتے ہیں۔
(حکمائے عرب)

اگر تو بزرگ بننا چاہتا ہے تو فراخ دل ہو جا کیونکہ جب تک دانہ نہ پڑے گا' کاٹے گا بھی نہیں۔
(حضرت سعدیؒ)

جاہلوں کا طریقہ ہے کہ جب ان کی دلیل دشمن کے آگے نہیں چل سکتی تو جھگڑا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔
(حضرت سعدیؒ)

انسان کا فخر اس میں ہے کہ فخر نہ کرے اور باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو کمتر خیال کرے۔
(حکیم افلاطون)

طلب علم سے شرم مناسب نہیں' کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔
(حکیم افلاطون)

جس مجلس میں ذکر خدا سنے بیٹھ جا۔ شاید کہ اس رحمت سے تجھے بھی کچھ حصہ مل جائے' اور جس محفل میں غفلت دیکھے اس سے دور بھاگ۔ ایسا نہ ہو کہ تو بھی گرفتار عقوبت ہو جائے۔
(حکیم لقمان)

اگر کوئی تیرے حق میں بدی کرے اور تو کسی کے حق میں نیکی کرے تو دونوں کو فراموش کر۔
(حکیم ارسطا طالیس)

بدقسمتی گھوڑے پر سوار ہو کر آتی ہے اور پیدل جاتی ہے۔

جو بات کان میں بتلائی جائے وہ اکثر سو سو میل کے فاصلہ سے سُنی جاتی ہے۔
(نامعلوم)

عقلمند وہ شخص ہے' جو کہ اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے رکھے۔
(حکیم جالینوس)

بسم اللہ
مجدد مجذوب
حضرت قطب ویلور
کے
فارسی
مکتوبات
ترجمہ و تلخیص و ترتیب:
مولوی حافظ ابوالنعمان بشیر الحق قریشی قادری ادھونی
استاذ دار العلوم لطیفیہ ویلور

مکتوب

(1) بنام امام الدین صاحب مہکری ممبر منصف ضلع میسور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح خاطر ہو کہ

التفات نامہ جو انتہائی الفت و کرم کے ساتھ اس فقیر کے نام تحریر فرمایا تھا باصرہ نواز ہوا۔ اور غیر اللہ کے گدلے پن اور تیرگی سے پاک وصاف اور مبرا رہنے کی وجہ سے قلب کو خوشی و مسرت حاصل ہوئی، اللہ آپ اور آپ کی شان وشوکت اور عظمت میں برکت عطا فرمائے۔

آپ نے کتاب تذکرۃ الاولیاء کے خریدنے سے متعلق اور ترجمۂ قرآن 'موضح القرآن' سے متعلق دریافت کیا تھا، اس سے قلبی سرور حاصل ہوا۔ آپ کے لئے بشارت اور خوشخبری ہے اس سے یہ حقیقت نمایاں ہوئی کہ اس دورِ غفلت نشان میں سعادتمند اشخاص دنیوی امور واشغال کی کثرت کے باوجود، حق تعالیٰ کی جانب خواہش اور میلان رکھتے ہیں، اور گوناگوں ومتفرق تعلقات کا اقتضاء انہیں توجہ الی الحق کی دولت کے حصول میں حائل اور مانع نہیں ہے کل اناء یترشح بما فیہ پیمانہ سے وہی چیز چھلکتی ہے، جو اس میں موجود ہے۔

سعادت آثار!

گڈیاتم کے شیر خان نامی صاحب ایک ماہ قبل کتاب "تذکرۃ الاولیاء" پانچ روپیہ قیمت سے فروخت کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن کتاب قدیم شکستہ، کتابت کی غلطیوں اور مختلف کاتبوں سے تحریر کی ہوئی تھی جسکی وجہ سے نہیں خریدا۔ وہ صاحب رانی بیٹ تشریف لے گئے ہیں، اگر واپس آئیں تو حاصل کر کے آپ کو روانہ کروں گا۔ ایسی کتابوں کے مطالعہ کو غنیمت جانیں جو دل کے زنگ کو زائل کرتے ہیں، اور رنگ عطا کرنے میں صیقل اور اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں اور ان سے دل روشن ومنور ہو جاتے ہیں۔

مولوی شاہ عبدالقادر صاحب جو مولانا شاہ عبدالعزیز کے برادر محترم ہیں انہوں

نے "موضح القرآن" کے نام سے قرآن حکیم کا اردو ترجمہ تحت اللفظ کیا ہے، اور اس کے مطالب ومعانی جا بجا حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے، اور یہ ترجمہ اپنی نظیر آپ ہے۔ کم و بیش ستائیس روپیہ میں مدراس میں دستیاب ہو رہا تھا لیکن اب یہ عنقا ہے، تاہم مدراس خط بھیجا ہوں اگر مل جائے تو آپ کو روانہ کروں گا۔

کرم اطوار!

اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے دل پر ہوتی ہے نہ کہ اس کے جسم پر۔ لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت کے وقت دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی جانب رہنا ضروری اور لازمی ہے اور یہ کیفیت کلام اللہ کے مطالب اور معانی کی فہم و ادراک کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور بالخصوص تلاوت کے دوران معانی و مطالب کا ذہن میں مستحضر رہنا ایسا ہی سمجھو جیسا کہ بدن کے لئے روح اور تخم بیلی میں زور۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ذکر، مراقبہ اور تلاوت قرآن ہے۔ اور اس میں بہترین راستہ تلاوت ہے۔ اور حضرات صحابۂ کرام کا سلوک زیادہ تر اسی راستہ سے ہوا۔ زبان نبوت نے ارشاد فرمایا: انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ جا رہا ہوں۔ قرآن کریم اور اہل بیت۔

تلاوت میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو بغیر واسطہ سنیں، یہ ادنیٰ مقام ہے اور ہر قصہ اور ہر خطاب کا مخاطب اپنی ذات خیال کریں، یہ درمیانی مقام ہے اور اس میں اپنے افعال و صفات کا مشاہدہ کریں۔ یہ اعلیٰ مقام ہے اور جب اس نہج اور کیفیت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کی جائے تو اس کے فوائد و نتائج اور ثمرات کی امید رکھئے اور فیوض و برکات کی فراوانی اور کثرت کا مشاہدہ کیجئے۔

ہاں! یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ قلوب کی اصلاح و تربیت میں صحبت کو بڑا دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی، صحابی رسول ؐ کے مقام اور مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا اور ایک غیر صحابی کا کوہ احد کی مقدار میں دیا ہوا صدقہ ایک صحابی کے مٹھی بھر گیہوں کے صدقہ کے اجر و ثواب میں ہمسری اور برابری نہیں کر سکا۔ ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

سے یہ دریافت کیا ایہما افضل معاویۃ ام عمر بن عبد العزیز؟ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز؟ جواب میں ارشاد فرمایا: الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ علیہ وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی وصحبت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار پہنچا وہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے یعنی غیر صحابی علم وفضل، تقویٰ وطہارت، اور ولایت میں کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، وہ ایک صحابی رسول سے افضل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کسی صاحب دل کی مصاحبت وہم نشینی عطا فرمائے تو اس سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں۔ لہٰذا آپ کسی مرشد کامل کی صحبت نصیب ہونے تک کیمیائے سعادت بالخصوص خود شناسی، خدا شناسی، حقیقت دنیا اور کیفیت آخرت کے موضوعات ومباحث کا مطالعہ جاری رکھیں۔ اور موضح القرآن، زاد الآخرت (امام غزالی) اور تذکرۃ الاولیاء کی تلاش وجستجو میں رہیں۔ یہاں کے حالات اچھے ہیں اور تمام احباب ومتعلقین بخیر وعافیت ہیں۔

حضرت قیوم جل جلالہ سے آپ کی خیریت وخوبی اور فلاح وبہبودی کا خواہشمند ہوں اور اس خواہش میں علاقۂ میسور کے مسلمانوں کے جم غفیر کی خیریت وخوبی شامل ہے اور آپ کے حق میں دعا کرنا، ان تمام مسلمانوں کے حق میں دعا کرنے کے مصداق ہے۔ آپ کے سایۂ زندگی کو قائم رکھے۔

اللہ کی نصرت وتائید تمہارے ساتھ رہیگی تم جہاں کہیں رہو۔

مکتوب :- ۲

بنام سید محمد عبدالرحمن صاحب مہتمم اخبار "صبح صادق" مدراس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے لطف وکرم سے لبریز دل پر واضح ہو کہ التفات نامہ قرطاس اخبار کے ساتھ دستیاب ہوا۔ اور مسئلہ مجلس میلاد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق استفسار دیکھ کر دل کو خوشی ومسرت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر سرور ومسرت کا اظہار کرنا تو محبت ایمانی میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔ حیرت ہے ایسے مستحسن فعل اور امر ایمانی میں لوگ بحث ومباحثہ کرنے لگے ہیں۔

شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی "مدارج النبوۃ" جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں، "ثویبہ یہ وہ باندی ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر سن کر ابولہب کو یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر لڑکا تولد ہوا ہے تو ابولہب نے اس خوشخبری سنانے پر ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ اور اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ ولادت نبوی پر ابولہب کے اس اظہار مسرت کا صلہ اللہ نے اس کو یہ دیا کہ دوشنبہ کے روز اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

اس واقعہ کے اندر اہل میلاد کے لئے سند ہے کہ میلاد النبیؐ کی شب میں اظہار مسرت کر سکتے ہیں اور مستحسن امور (اسلام اور سیرت محمدیؐ کا پیغام عام کرنے کے لئے ضیافت طعام وغیرہ میں) اپنا مال خرچ کر سکتے ہیں۔ ابولہب ایک کافر شخص جس کی مذمت میں قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کیا اور اپنی باندی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دودھ پلانے اور اس کی آزادی کا حکم دیا تو اللہ نے اس کو یہ بدلہ (دوشنبہ کے

کے روز عذاب میں تخفیف (اور انگلیوں سے پانی چوسنا) عطا کیا تو مسلمان جن کے دلوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و اُلفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اگر یہ میلاد النبی پر خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور اس کام میں اپنے اموال کو خرچ کریں تو ان پر اللہ تعالےٰ کے انعامات و اکرامات کا عالم کیا ہوگا۔

لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ میلاد النبی کے انعقاد میں بدعات مثلاً گانا بجانا، آلات محرمہ اور منکرات شرعیہ وغیرہ سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں تاکہ غیر شرعی امور انہیں اللہ کے فضل و کرم اور اتباع سنت کے برکات سے محروم نہ کریں۔

فقیر اپنی عمر کے ۶۰/۷۰ ویں سال کو پہنچ چکا ہے اور لب گور بیٹھا ہوا ہے اور کتب فقہ کی جانب رجوع کئے ہوئے عرصہ گذر چکا۔ اور اب دل بھی آمادہ نہیں ہو رہا ہے کیا کیا جائے۔ اسی روش پر زندگی رواں دواں ہے۔ علاوہ ازیں عدیم الفرصت ہوں اور ایک انار سو بیمار، ایک سر ہزار سودا والا معاملہ ہے۔ مسائل کی تلاش و تفحص اور انتخاب کی مہلت و فرصت نہیں پا رہا ہوں۔ لیکن سوال کا جواب دئے بغیر بھی چارہ نہیں تھا جس کی وجہ سے علامہ سیوطی کا رسالہ نقل کر کے روانہ کر رہا ہوں۔

دل میں بہت سی باتیں ہیں جن کی ترجمانی سے زبان قلم قاصر ہے۔

عمر بگذشت و حدیث دردِ من آخر نہ شد
شب بآخر شد اکنوں کوتہ کنم افسانہ را

(عمر گذر چکی لیکن میری درد بھری بات پوری نہ ہوسکی۔ رات ختم ہو رہی ہے، لہٰذا میں اپنی داستان کو ختم کر دیتا ہوں۔

والسلام خیر الختام

مکتوب: ۳

بنام مولوی حاجی غلام رسول صاحب چودھری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ

آنجناب کا مکتوب مورخہ ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۵ھ عین عالم انتظار میں نظر نواز ہوا۔ حسن خیریت و کیفیت پر مشتمل رہنے کی وجہ سے قلب کے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا باعث بنا۔ اس غربت اسلام کے دور میں آپ کی ذات گرامی ملت اسلامیہ کے لئے بڑی غنیمت ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے سایۂ زندگی کو قائم رکھے اور آپ کے امور واشغال اور اعمال میں خیر وبرکت عطا فرمائے۔

امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ النعمان اپنی زندگی کے ستر سال میں پچپن مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت ونعمت سے مشرف ہوئے اور فقیر کو یہ حسرت ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ۷۹ سال میں سفر کی سہولتوں کے باوجود حج ثانی سے مشرف نہیں ہے، دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا ہے، ایسا شخص بے دولت ہے جو بیج کو درست طور پر استعمال کرے اور قابل استعداد زمین میں نہ بوئے اور ایک دانہ سے سات سو دانے حاصل نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امیدوار ہوں کہ وہ فقیر کو عنقریب بمبئی کے راستے سے حجاز مقدس پہنچا دے گا اور اس کی خاک کو حرمین شریفین میں سے کسی ایک حرم کی زمین میں بکھیر دے گا۔ انہ قریب مجیب۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مکتوب نگار قدس سرہٗ کی یہ آرزو اور تمنا پوری کر دی۔ چنانچہ حضرت موصوف سنہ ۱۲۸۸ھ میں حج ثانی سے مشرف ہوئے اور مدینۂ منورہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور جنت البقیع میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے پائیں مدفون ہوئے۔

تاریخ وفات: ۱۱ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۹ھ ہے۔ "تھا یہ چراغ ہند" ۱۲۸۹ — مترجم

دیگر ایں کہ مرشد کامل و شیخ مربی کی صحبت اور اس کی تعلیم و تربیت اکسیر کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ چند قلوب کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ حس کے تابع رہتے ہیں اور جو حس سے دُور ہے وہ قلب سے بھی دُور ہے اور من لم یملك عینه فلیس القلب عندہ (جو اپنی نگاہ کا مالک نہیں اس کے نزدیک دل نہیں ہے) کی حدیث شریف میں اسی مقام اور مرتبہ کی جانب اشارہ موجود ہے۔ آخر کار جب کسی دل کو حس کی پیروی نہیں رہتی تو یہ حس سے دُوری قلب میں تاثیر نہیں کرتی ہے۔ اسی لئے حضرات مشائخ اور صوفیائے کرام بلندی اور متوسط شخص کو مرشدین کی صحبت اور ان کی تربیت میں رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

اور جب ایسے شیخ مربی و مرشد کامل کی صحبت میسر نہ ہو تو قرآن کریم کی تلاوت، معانی و مطالب کی فہم کے ساتھ بہترین سلوک ہے۔

دل میں بہت سی باتیں ہیں قلم ان کی ترجمانی سے عاجز ہے۔ یہاں کے حالات لائق شکر ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ۔

سعید دارین رکن الدین سید محمد مدعمرہٗ ملاقات کی تمنا کے ساتھ سلام مسنون پیش فرماتے ہیں اور دعائے خیر کے متمنی ہیں۔ مکرمی اکبر صاحب مدراس میں تشریف فرما ہیں اور ان کے داماد حکیم رسول صاحب اور جعفر حسین صاحب کے فرزندان ویلور میں بخیر ہیں۔ اور باقی احباب و متعلقین میسور میں بخیریت ہیں۔ والدہ ماجدہ اور برادران و برادر زادگان وغیرہ کی خدمات میں سلام مسنون پیش فرمائیں برخوردار رکن الدین سید محمد سلام مسنون پیش کرتے ہیں۔

مکتوب (۴)

بنام الحاج مولانا مولوی غلام رسول صاحب چودھری ناگپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے قلب سعادت ذخائر پہ واضح ہو کہ:

۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۶۸ھ کا التفات نامہ جو انتہائی خلوص و محبت کے ساتھ تحریر کیا گیا تھا نظر نواز ہوا جس سے دنیا و ما فیہا (جو خدا کی ملعون و مردود ہے) کی ناپسندیدگی و کراہت کی خوشبو محسوس ہوئی اور یہ چیز قلب کے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا باعث بنی اللہ آپ کی اس قلبی کیفیت کو دوام بخشے اور تمہیں تمہارے امور میں برکت عطا فرمائے۔

دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا ہے تاکہ بیج کو زمینِ استعداد میں بوئیں اور ایک دانہ سے سات سو دانے حاصل کریں۔ زندگی کا ہر ایک لمحہ جو گذر رہا ہے وہ عمر کے حصہ کو کم کرتے چلا جا رہا ہے اور وقت مقررہ (موت) سے قریب کر رہا ہے اور جس شخص کے حق میں جسمانی لذتیں اور فانی راحتیں، تعمیر آخرت کی راہ میں حائل ہو جائیں تو وہ اپنی زراعت کی سبزی سے فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن اس کے ثمرات سے محروم ہو رہا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ما الدنیا الآضرتان ان رضیت احداهما سخطت الاخریٰ دنیا و آخرت کی مثال دو سوکن جیسی ہے، ایک خوش ہوئی تو دوسری ناراض۔

جس مومن کی نظریں آخرت پر جمی ہوئی ہیں اس کو دنیا و مافیہا سے کوئی خوشی نہیں رہیگی الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ علمائے سلف سے منقول ہے کہ جب کوئی بیمار اور مفلس شخص اہل اللہ کی صحبت اختیار کرتا تو پھر وہ صحت اور دولت کا خواہشمند نہیں رہتا۔ فقر بھی بیماری کی طرح، ایک ایسی دولت ہے جو حق تعالیٰ کے عاشقوں کو نصیب

ہوتی ہے اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہو جائیں گے اور اغنیاء حساب وکتاب کی الجھنوں میں گھرے رہیں گے اور حضرت سلیمان علیہ السلام شرف نبوت سے مستفیض رہنے کے باوجود جنت میں انبیائے کرام کے داخل ہونے کے پانچ سو سال بعد جائیں گے۔ اللھم احیینی فقیرًا وامتنی فقیرًا واحشرنی فی زمرۃ الفقراء اے اللہ مجھے فقر کے ساتھ زندہ رکھ اور مجھے فقر کی حالت میں موت عطا فرما اور میرا حشر فقراء کی جماعت کے ساتھ فرما۔

فقر کی راہ بہترین راہ ہے لیکن اس راہ میں بڑی رکاوٹیں، صعوبتیں اور حاجتیں پیش آئیں گے۔

اس زمانے میں اسلام انتہائی ضعف و شکستگی سے دوچار ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں عمل قلیل بھی اجر جزیل کے عوض اللہ تعالےٰ کے نزدیک کمال اعتناء کے ساتھ قبولیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

اگر کوئی صاحب دولت انما الاعمال بالنیات (عمل کا دارومدار نیت پر ہے) کے حکم کے مطابق خلوص نیت کے ساتھ امراء کی صحبت اختیار کرے اور مقدمات شرعیہ کے نفاذ اور کامیاب عدالت کے قیام کے لئے سعی کرے تو اس سے زیادہ موثر اور کارگر طریقہ کوئی اور نہیں۔ عدل ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ" ایک گھنٹہ انصاف میں بسر کرنا ساٹھ سال کی عبادت و ریاضت سے بہتر ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے منقول ہے کہ شریعت مطہرہ کی ترویج و اشاعت اور ملت کی تائید و حمایت کی خاطر امراء و سلاطین کی صحبت اختیار کرتے تھے اور اپنے ذاتی اثر و رسوخ اور تصرف سے انہیں منقاد و مطیع بناتے ہوئے احکام شریعت کی تنفیذ فرماتے تھے۔ یہ اس زمانے کا حال ہے جب کہ حکومت و سلطنت کی زمام خود مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی۔ لہٰذا غور فرمایئے اب اس زمانے میں کار عدالت کس قدر خوبیوں اور برکتوں کا موجب ہوگا۔ آپ کے یہاں سے

مسلمان خوش نصیب ہیں کہ غیر اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے قاضی اسلام کی سرپرستی وحمایت میں اچھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ فقیر آپ کی ذاتِ گرامی کو شہبازِ بلند پرواز کے روپ میں دیکھ رہا ہے اور ملتِ اسلامی ودیگر بندگانِ خدا کے حق میں غنیمت تصور کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سایۂ زندگی کو قائم رکھے۔ بارگاہِ ایزدی میں اپنی دعا کی قبولیت کے احتمال کے خیال سے آپ کی ظاہری وباطنی ترقیات کے خاطر خود کو دعائے خیر سے فارغ نہیں رکھتا ہے کیونکہ آپ کی خیر وخوبی اور صلاح میں جمیع علاقہ داروں کی خیر وخوبی اور صلاح پوشیدہ ہے اور ان کے حق میں دعا وہاں کے سارے مسلمانوں کے حق میں دعا کرنا ہے، انہ قریب مجیب۔

اور اخلاص نیت میں پورے دل کے ساتھ کوشش کریں تاکہ کبھی امراء واغنیاء کا قرب اور حکومت ودنیاوی جاہ ومنصب، اور لوگوں کا پاس ولحاظ اور ملامت گروں ونکتہ چینوں کی ملامت ونکتہ چینی کا خوف تمہارے پیش نظر نہ رہے۔ اگر خلوص میں کبھی کمی محسوس ہو تو بتکلف اس جانب خود کو مائل کریں۔

اور گواہوں کی صفائی اور تزکیہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ مدعی اور مدعا علیہ کے اظہار بیان کے بعد صفائی کی جو صورت بھی ممکن معلوم ہو، اس کو اختیار کرتے ہوئے پوری تحقیق وچھان بین کے بعد فیصلہ صادر کریں اور جب کبھی مدعی اور مدعا علیہ کے اظہار بیان کے بعد بھی کوئی حل نظر نہ آئے تو غیر مزکّٰی گواہ پر فیصلہ موقوف رکھتے ہوئے حکم ابو لیلیٰ کے موافق گواہ سے قسم لیں۔ کیونکہ یہی زمانے کا اقتضاء ہے، اور جن خصومات وقضایا کے اندر حق وباطل کی تمیز کرنا مشکل ہو جائے تو جہاں تک ہو سکے طرفین کی رضی سے فیصلہ کریں یا پنچایت کے ذریعہ فیصلہ صادر کریں، اور حق کی وضاحت اور ثبوت کی فراہمی کے بعد حکم جاری کرنے میں اور دستخط ثبت کرنے میں کسی قسم کی تاخیر نہ کریں۔ شرعی حکم کے نفاذ میں تاخیر کرنے سے متعلق جو سخت وعید وارد ہے اس کے ملاحظہ سے مومن کا دل پانی پانی ہو جاتا ہے۔

سقاف صاحب کا مکتوب موصول ہونے کے دوسرے دن تنجاور روانہ

ذیل کا فتویٰ مجدد مجذوب علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور علیہ الرحمہ نے مولانا صوفی شاہ حبیب اللہ قطبی قادری ساکن بمبئی کے نام فارسی زبان میں روانہ فرمایا تھا جس میں حضرت موصوف قدس سرہٗ نے علویؔ اور صفویؔ کی نسبت روشنی ڈالی ہے۔ متن کے ساتھ ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

مترجم لبشیر الحق عفی عنہ

از علوی و صفوی استفسار رفتہ بود :

سعادت آثارا! علوی اولادِ ابو الاولیاء حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ را خوانند، خواہ از بطنِ فاطمہؓ باشند یا غیر فاطمہؓ۔ اگر کسے مسمّٰی بعلیؓ بود، و مُنتسبانش اگر خود را علوی گویند گنجائش دارد۔

و شاہ صفی قادری چشتی بزرگے اند۔ منتسبانِ سلسلۂ وے خود را صفوی خوانند چنانچہ مولوی ارتضاء علی خان سلمہ اللہ تعالیٰ نیز خود را بہمیں معنی صفوی گویند۔

و ایضاً شاہ صفی در ایران بادشاہے بُود۔ اولادِ اُو را سلاطین صفویہ خوانند و اینہا شیعہ اند و سلطنتِ ایشاں از زمانِ تیمورؔ تا زمانِ نادرؔ امتداد یافت۔

آپ نے علویؔ اور صفویؔ سے متعلق دریافت کیا تھا :-

سعادت آثار! ابو الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد کو علویؔ کہتے ہیں خواہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوں یا دوسری بیوی کے بطن سے۔ اگر کوئی شخص حضرت علیؓ کے نام سے مسمّٰی ہو اور خود کو علوی کی نسبت سے منتسب کرے تو گنجائش رکھتا ہے۔

شاہ صفی سلسلۂ قادریہ و چشتیہ کے بزرگ ہیں۔ جن کے سلسلہ سے وابستہ اور منسلک ہونے والے خود کو صفویؔ کہتے ہیں، جیساکہ مولوی ارتضاء علیخاں سلمہ اللہ تعالیٰ بھی خود کو اسی معنی و مفہوم میں صفوی کہتے ہیں۔

نیز ایران میں شاہ صفی نام کا ایک بادشاہ بھی گذرا ہے۔ جس کی اولاد کو سلاطین صفویہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ شیعہ مذہب رکھتے ہیں۔ اور ان کی سلطنت عہدِ تیمورؔ سے لے کر نادرؔ شاہ کے زمانے تک پھیلی ہوئی ہے۔

دار العلوم لطیفیہ

پیش کش: مولوی حاجی سید شاہ عشاق محمد عرف شاہ عبدالستار بادی قادری لطیفی
صدر مدرس مدرسہ نور الاسلام تاڑپتری

ھر کہ زانجا بح خواں دیدم — در ثنائے تو خوش بیاں دیدم
آنچہ امروز من چناں دیدم — لطفِ اقطاب ایں جہاں دیدم
گنج علم است ایں لطیفیہ — جوئے رحمت درو رواں دیدم
ایں سخن گر مبالغہ نہ شود — بر زمیں ہم یک آسماں دیدم
تیز ہر گام تشنہ کش می رفت — بہر رہِ راست کارواں دیدم
میکش و ساقی و ایاغ و مئے — ہر چہ دیدم ازاں جواں دیدم
ایں مقامِ بزرگ سیند ارم — آمدند زو صد عالماں دیدم
گفت ہر یک دہن حکایت نو — داستانے بہ ہر زماں دیدم
سیل محنت بکام می باشد — بار آوردہ بوستاں دیدم
مثلِ شاہ اند بزرگانِ مکاں — خاکساری آں شہاں دیدم
جامِ عرفاں بنوش و فیض بیاب — ساقیٔ ما چوں مہرباں دیدم
بر سر آستانۂ اقطاب — بندگاں راز مستعاں دیدم
تا ابد زی زِ شوکتِ ابدی — سنگِ بنیاد دیدہ ماں دیدم

شعر ہائے عقیدت کا نظم
باعثِ فیض حضرتاں دیدم

قصائدِ ذوقی علیہ الرحمۃ
قسط (۳)
تصحیح و ترتیب و تحشیہ
ڈاکٹر سید وحید اشرف
پروفیسر دانش گاہ مدراس

قصیدہ فی المنقبت

۱۔ عید است و وقتِ صبحدم دلدار غمخوار آمدہ
عید ہے اور صبح کا وقت غمخوار دلدار آیا ہوا ہے

خنداں چو گل با جامِ مُل سنبل بگلزار آمدہ
جامِ شراب کے ساتھ گل کی طرح خنداں سنبل گلزار میں آیا ہے

۲۔ خورشید از رُخسارِ او برجیس از کردارِ او
اس کے رُخسار کے سامنے خورشید، اس کے کردار کے سامنے برجیس

مہتاب از دیدارِ او بر آسماں خوار آمدہ
اس کے دیدار سے مہتاب، آسمان پر خوار ہیں

۳۔ از روی آں شیریں لباں شوریست اندر کوکباں
ان شیریں لبوں کے چہرے سے ستاروں میں شور ہے

از بادۂ شوقش نیاں خورشید سرشار آمدہ
اس کے شوق کی شراب سے خورشید سرشار ہے

۴۔ آں کاکلِ درہم نگر واں زلفِ خم در خم نگر
اس درہم کاکل کو دیکھو اور اس پُر پیچ زلف کو دیکھو

دود دلِ عالم نگر چوں مشکِ تاتار آمدہ
دنیا کے دل کے دھویں کو دیکھو جیسے مشکِ تتار

۵۔ آں چہرۂ زیبا ببیں آں عارضِ رعنا ببیں
اُس چہرۂ زیبا کو دیکھو، اُس عارضِ رعنا کو دیکھو

آں روی ماہ آسا ببیں با طرۂ تار آمدہ
اس چاند جیسے چہرے کو دیکھو جو سیاہ زلفوں کے ساتھ ہے

۶۔ در عارضِ او آب بیں در کاکلِ او تاب بیں
اس کے چہرے میں رونق دیکھو، اس کے کاکل میں خم دیکھو

در دیدۂ او خواب بیں با بختِ بیدار آمدہ
اس کی آنکھوں میں خواب دیکھو جو اپنے بیدار بخت کے ساتھ آیا ہے

۷۔ روی منیرش در ضیا چوں رای سلطان الوریٰ
اس کا روشن چہرہ روشنی میں جیسے سلطان الوریٰ کی رائے

بوبکر کز سہمش سما بی زور و زر، زار آمدہ
ابوبکر جن کے خوف سے آسمان بے زور، بے زر اور زار ہے

مطلع دوم

۸۔ شام است و ابروی ہلال از چرخ دیدار آمدہ
شام ہے اور ہلال کا ابرو آسمان پر دکھائی دیتا ہے

از بہرِ خونریزی غم خنجر پدیدار آمدہ
غم کا خون بہانے کے لئے خنجر ظاہر ہو گیا ہے

۹۔ از انجمانِ انجمن افزود گردوں را حزن
تاروں کی انجمن نے آسمان کا غم بڑھا دیا

ناخن برخ زد مبرہن از اشک افگار آمدہ
چہرے پہ ناخن مارا اس لئے زخموں کے سبب آنسوؤں سے اشک آلود ہے

۱۰۔ چادر ز اشکِ عاشقاں مالید بر رُخ آسماں
عاشقوں کے آنسوؤں کا چشمہ آسمان نے اپنے چہرے پر مل لیا

گلگوں بروتش بر لباں بی ہیچ آزار آمدہ
اس کے ہونٹوں پہ گلگوں مونچھ بے آزار آنسوؤں کے اثر سے آئی ہے

۱۱۔ از بہرِ قتلِ غم رواں خنجر بکف کرد آسماں
غم کو قتل کرنے کے لئے آسمان خنجر بکف ہے

نیمی بدامن شد نہاں نیمی پدیدار آمدہ
آدھا دامن میں چھپا ہے آدھا ظاہر ہوا ہے

۱۲۔ از شور و غوغائے کسان لرزید دستِ آسمان — افتاد از شستش کمان آنگہ نگوں سار آمدہ
لوگوں کے شور و غوغا سے آسمان کا ہاتھ کانپ اٹھا — اس کے شست سے کمان گر گئی اور وہ نگوں سار ہوگیا

۱۳۔ از شست شاہ نامور تیری بگردون شد مگر — یک نیمہ رفت اندر جگر یک نیمہ دیدار آمدہ
نامور بادشاہ کے شست سے شاید ایک تیر آسمان میں لگا — آدھا جگر کے اندر چلا گیا، آدھا ظاہر ہے

۱۴۔ شاہنشہ روشن جبیں بوبکر صدیق امین — کز ترس او چرخ بریں رخ زرد بیمار آمدہ
روشن جبین بادشاہ ابوبکر صدیق امین — جس کے خوف سے چرخ بریں زرد و بیمار رہے

مطلع ثالث

۱۵۔ دوش آن بت شیریں سخن با من بگفتار آمدہ — ہمچو منِ بی یار را از رحمت یار آمدہ
کل شب وہ شیریں سخن بت مجھ سے ہمکلام ہوا — مجھ جیسے بے یار و مددگار کا اپنے لطف سے مددگار بن گیا

۱۶۔ از چہرۂ پُر نور او پُر نور شد بازار و کو — گوئی کہ شاہ چرخ رو شویان ببازار آمدہ
اس کے پُر نور چہرہ سے بازار و کوچہ پُر نور ہو گئے — تم کہو گے کہ سورج اپنا منہ دھوتے ہوئے بازار میں آگیا

۱۷۔ از لمعۂ رخسار او وز تاب زلفِ تار او — وز خوبی رفتار او ہر طبع پُر خار آمدہ
اس کے چہرے کی چمک اور اس کے زلفوں کی تاب سے — اور اس کی رفتار کی خوبی سے ہر دل میں خلش ہے

۱۸۔ از دیدنِ آں دلستاں جان از بدن می شد رواں — اندر پی جانِ جہاں گریان و خونبار آمدہ
اس دلستان کو دیکھ کر جان بدن سے رواں ہو گئی — اس جان جہاں کے لئے (جان) گریان و خونبار رہے

۱۹۔ آں گلعذار سیمبر چون موکمر بروی نگر — در پای کفش، افسر بسر، نازاں ببازار آمدہ
اس سیم تن گلعذار کی بال کی طرح باریک کمر کو دیکھو — پاؤں میں جوتا، تاج بسر، بازار میں نازاں آیا ہے

۲۰۔ گوئی ز رشک افسرش بگریست انجم بر سرش — ہر قطرۂ چشمِ ترش بر تاج پرکار آمدہ
تم کہو گے کہ اس کے تاج کے رشک سے تاروں نے اس کے سر پہ — اس کی چشم تر کا ہر قطرہ تاج پر زیبا ہے

۲۱۔ بار سرش چرخ بریں انداخت لولو بر زمیں — زاں چند لولوئے ثمین تابی بانظار آمدہ
اس کے سر کے بار چرخ بریں نے زمین پر موتی گرائے — ان میں سے چند قیمتی موتی نظروں کو تاب دے رہے ہیں

۲۲۔ در پیش او رفتم دواں گفتم کہ ہستم ناتواں — لطفی بکن ای دلستاں بر بندۂ زار آمدہ
اس کے سامنے میں دوڑتا ہوا گیا اور کہا کہ میں ناتواں ہوں — اے دلستان اس بندۂ زار پر لطف کرو

۲۳۔ گفتا مکن اظہارِ غم، توصیف خاری درارم
اس نے کہا کہ اظہارِ غم نہ کرو، ارم میں کانٹے کا وصف نہ بیان کرو

۲۴۔ چوں در زماں کردم نگہ دیدار شد رخسار شہ
جب میں نے فوراً نگاہ اُٹھائی تو بادشاہ کے چہرے کا دیدار ہُوا

۲۵۔ شاہ جہاں، تاج شہاں، عالی مکاں دریا جناں
دنیا کے بادشاہ، شاہوں کے تاج، عالی مقام، دریا دل

۲۶۔ از نام او شیر عرین، گشتہ برابر با زمین
اس کے نام سے جنگل کا شیر زمین کے برابر ہو گیا

۲۷۔ گاوِ زمین شد بی سر و ماہی زخونش سرخرو
گاو زمین بے سر ہو گئی، مچھلی اس کے خون سے سرخرو ہو گئی

۲۸۔ از تابش صمصام او شد خی رواں از جسم جو
اس کے صمصام کی تابش سے نہر کے جسم سے پسینہ جاری ہو گیا

۲۹۔ از تیغ آتش ریز او و ز ناوک سر تیز او
اس کی آگ برسانے والی تیغ سے اور تیز ناوک سے

۳۰۔ چوں تیغ لامع ساختہ از خور پریدہ فاختہ
جب اس نے تلوار کو نکالا تو اس کی تابش سے سورج کے چہرے سے فاختہ اُڑنے لگا

۳۱۔ از تیغ او تیغ علم چوں دستِ دشمن شد قلم
اُس کی تیغ سے علم کا تیغ دشمن کے ہاتھ کی طرح قلم ہو گیا

۳۲۔ چوں چوب برزد کاسہ گو در لشکرانِ نامور
جب تاروں کے لشکر میں کاسہ گر نے چوب ماری

۳۳۔ از بیم او شیر اجم ہم در عرب ہم در عجم
اس کے خوف سے جنگل کا شیر عرب و عجم میں

بگذر از یں درد و الم کا ینک جہاندار آمدہ
اس درد و الم کو چھوڑو کہ یہ جہاندار آ گیا

ہر جانبی رفتم زرہ بی درد و آزار آمدہ
میں ہر جانب بے درد و آزار پھرا

کشورستان در کُن فکاں با تیغ خونخوار آمدہ
دنیا میں فاتح اپنی خونخوار تیغ کے ساتھ آ گیا

بر پائے او سودہ جبین شرزہ بمضمار آمدہ
غضبناک جنگجو اس کے پاؤں پر پیشانی رگڑتا ہے

تا گرز چوں البرز او بر فرق کہسار آمدہ
جب اس کا البرز کی مانند گرز پہاڑ کے سر پہ پڑا

چندانکہ بحر از جملہ سو سایل با قطار آمدہ
یہاں تک کہ سمندر ہر طرف سے اس سے پانی کی بھیک مانگنے لگا

از رخش گرد انگیز او گردوں بزنہار آمدہ
اس کے گرد اُڑانے والے کوڑے سے آسمان پناہ مانگتا ہے

چوں نیزہ در کف تاختہ محشر با ظہار آمدہ
جب اُس نے ہاتھ میں نیزہ لیا تو قیامت برپا ہو گئی

چرخِ بریں را ہر قدم سنگِ گراں بار آمدہ
آسمان کا ہر قدم ایک بھاری پتھر بن گیا

بر طبل زیبق گشتہ خور در چرخ نوّار آمدہ
تو پارے کے طبل یعنی آسمان پر خورشید ظاہر ہو گیا اور سفید آسمان میں آ گیا

از غاب لرزاں دمبدم اندر دل غار آمدہ
غاب میں دمبدم لرزتے ہوئے غار میں چلا گیا

۳۴۔ ببرید تیغش در زماں خورشید روشن را زبان
کز کوہ در صبح دہان گستاخ و طرار آمدہ
اس کی تیغ نے فوراً روشن خورشید کی زبان کاٹ لی
کیونکہ صبح کے منہ میں پہاڑ کے عقب سے گستاخ و طرار ہوکر نکلی تھی

۳۵۔ از تیر او چرخ بریں اندر کماں جوید کمیں
بر ترس او اینک ببیں چہ تیر پرکار آمدہ
اس کے تیر سے چرخ بریں کمان کے اندر پناہ ڈھونڈ رہا ہے
اس کے خوف سے یہ دیکھو کہ تیر پرکار کی مانند گھوم رہا ہے

۳۶۔ پیل ست گردوں سیر او، گر نیک گردوں مہر او
در خلق شد چوں بہر او با فر و مقدار آمدہ
اس کا سورج کیا نیک اور کیا دوں، ایک گردوں سیر ہاتھی ہے
مخلوق میں وہ ایک باشان و شوکت بہرہ دار ہے

۳۷۔ از بہر او پیل از سماء برگستوانش از ذکاء
ہودج زماہ خوش لقا بر پشت او بار آمدہ
آسماں اس کے لئے ہاتھی ہے، سورج اس کا برگستواں ہے
ماہ خوش لقا ہودج ہے جو اس کی پیٹھ پر ہے

۳۸۔ چوں تاب بخشد تیغ را ابر سو کشیدہ میغ را
آں میغ نار آمیغ را باراں باشرار آمدہ
جب وہ اپنی تیغ کو تاب بخشتا ہے تو ہر طرف بادل چھا جاتے ہیں۔
اس آتش آمیز بادل کی بارش چنگاریوں سے بھری ہوئی ہے۔

۳۹۔ از خنجر خونبار او وز تیغ میغ آثار او
ہر دشمن بی یار او طوفان پدیدار آمدہ
اس کے خونبار خنجر سے اور بادل جیسی تیغ سے
اس کے بے یار دشمن پر طوفان نمودار ہو گیا

۴۰۔ شاہنشہ چرخ بریں عریاں و لرزاں بر زمیں
باروی زردی چوں لجین او را پرستار آمدہ
سورج عریاں اور لرزاں زمین پر
زرد چہرے کے ساتھ جھڑے ہوئے پتے کی طرح اس کا پرستار دکھائی دیتا ہے

۴۱۔ ثقلاب و ہند و روم و چین اندر ابود زیر نگیں
زہ بر چناں جمشید دیں کز جام بیزار آمدہ
ثقلاب، ہند، روم اور چین اس کے زیر نگین ہیں
آفریں ہے دین کے اس جمشید کو جو جام سے بیزار ہے

۴۲۔ دریاست آبی از کفش وز کرو فر فرف رفش
در پیش تخت اشرفش چرخ بریں خوار آمدہ
سمندر اس کی ہتھیلی کا قطرہ ہے اور اس کا رفتار و شوکت کا زرف ہے
اس کے اشرف تخت کے سامنے چرخ بریں خوار ہے

۴۳۔ سیلاب خون دشمنش از زخم تیغ روشنش
ہر لعل اندر معدنش سرخی رخسار آمدہ
اس کے دشمن کے خون کا سیلاب اس کے روشن تیغ کے زخم سے
معدن کے اندر لعل کے چہرے کی سرخی بن گیا

۴۴۔ فیضانِ ابر دست او باشد نوای شست او
شست عدوی گست او سنگ گرانبار آمدہ
اس کے ہاتھ کے بادل کا فیضان اس کے شست کی ایک آواز ہے
اس کے ادنی دشمن کی شست بھاری پتھر ہے

۴۵۔ ناوک چو بر دشمن بزد بالفعل بس روشن بزد
جب دشمن پر تیر مارا تو ہدف بہت نمایاں اور روشن تھا

۴۶۔ لرزاں فلک از باس او گشتہ نگوں سر کاس او
آسمان اس کے خوف سے لرزاں ہے، اس کا کاسہ سر نگوں ہے

۴۷۔ خصمش دُنی از ذہنی پیوستہ ماد و منی
اس کا دشمن سفلہ پن سے خوار ہے اور ہمیشہ ڈینگ مارتا ہے

۴۸۔ از کف او دریا خجل از روی او بیضا خجل
اس کی ہتھیلی سے سمندر خجل ہے، اس کے چہرے سے روشنی خجل ہے

۵۰۔ شاہی کہ از بہر دیم کرد ابر ماطر از شیم
وہ بادشاہ جس نے بارش کے لئے ابر باراں کو زمین سے اٹھایا

۵۱۔ چون او کجا دریا دلی یا کاملی یا مقبلی
اس کی طرح کہاں کوئی دریا دل، کامل یا مقبل ہے

۵۲۔ بحر دیم، ابر حیا، کان کرم، دُور از ریا
بارش کا سمندر، حیا کا بادل، کرم کی کان، ریا سے دور

۵۳۔ تُو سرورِ دریا دلی اندر کرامت کاملی
تُو دریا دل سرور ہے، کرامت میں کامل ہے

۵۴۔ بشکستہ حاسد را جسد از بہر افراطِ حسد
حاسد کے جسم کو توڑ دیا اس کے حسد کی زیادتی کے سبب

۵۵۔ از سہم تو چرخ فلک در گوشہ ای شد با ملک
تیرے خوف سے گردونِ گردان فرشتہ کے ساتھ گوشہ میں ہو گیا

۵۶۔ از بسکہ جوش انگیختی از کف و گوہر ریختی
تم نے بہت زیادہ جوش کے ساتھ ہتھیلی سے موتی برسایا

۵۷۔ گر خواہی ای بحر کرم کردن گزار از آب ہم
اے بحر کرم اگر آپ چاہتے ہیں سمندر کے پانی کو چھوڑ دینا

سر پہلوی رہمن بزد کاندر دل انوار آمدہ
شیطان کا سر کاٹ دیا تاکہ دل پُر انوار ہو جائے

بر پای او بین راس او کز ترس یکبار آمدہ
اس کے پاؤں پر اس کا سر دیکھو جو خوف سے رکھے ہوئے تھے

از پیشۂ اہرمنی مبغوض دادار آمدہ
شیطنت کے سبب خدا کا مبغوض ہے

وز رای او لالا خجل چون جام جم زار آمدہ
اس کی رائے سے لالہ خجل اور جام جم کی طرح زار ہے

گوہر بکفش من کیم دریای زخار آمدہ
میں کیا ہوں دریائے زخار گوہر بکف ہے

یا مفضلی یا فاضلی کز راہ ایثار آمدہ
یا مفضل یا فاضل ہے جو اس کی طرح ایثار کرتا ہو

مہر علم اندر ضیا، بر چرخ ادوار آمدہ
روشنی میں علم کا سورج بن کر زمانے کے آسمان پر آیا

در شہر دانش عاملی، در علم سردار آمدہ
دانش کے شہر میں عامل ہے، علم میں سردار ہے

عنقش ببستہ از حسد خنداں چو گلزار آمدہ
اس کی گردن حسد سے باندھ دی اور گلزار میں خنداں آگیا

زہ کرد و گفت الملک لک آنگاہ بر کار آمدہ
آفریں کہا اور کہا ملک تیرا ہے، اس کے بعد اپنے کام پر لگ گیا

تار طمع بگسیختی خورشید کردار آمدہ
یہاں تک کہ حرص کا تار توڑ دیا خورشید کی طرح فیاضی کر کے

جولان بکف کن دمبدم از دشت وافطار آمدہ
تو دمبدم اپنے ہاتھ کو جولاں کیجئے ان کے لئے جو دور دور سے آئے ہیں

۵۸۔ کردی نظر سوی قمر واشد زگامش درّ ِ ممر
زیں غم فرو افگندہ سر خور تیرہ و تار آمدہ

تم نے چاند کی طرف نظر ڈالی، اس کی گزرگاہ روشن ہوگئی
اس غم سے سورج سر جھکائے ہوئے تیرہ و تار ہوگیا

۵۹۔ درعین عمر دشمناں گردِ عدم افتادہ داں
درعینِ عزق قبضِ جاں یکسر گرفتار آمدہ

دشمنوں کی عمر کی عین میں عدم کی گرد پڑ گئی ۔
جان کے قبض کے عزق کے عین میں گرفتار ہو گئے

۶۰۔ از لمعۂ صمصام تو وز اشتہار نام تو
وز اعتلای بام تو چرخ خور آوار آمدہ

تمہاری تلوار کی چمک سے اور تمہارے نام کی شہرت سے
اور تمہارے نام کی بلندی سے سورج کا آسمان آوارہ ہے

۶۱۔ در دار بی دردو الم خدّام تو اے محترم
شمّات تو پرگردِ غم از دار بردار آمدہ

اے محترم آپ کے خدام بے درد والم گھر میں (خوش) ہیں
آپ کے پُر غم دشمن گھر سے تختۂ دار پر آگئے

۶۲۔ از چنگ تو شستِ عنا افتاد در رودِ فنا
در پردۂ تنگ عنا راہ شب تار آمدہ

تمہارے چنگ سے عنا کا شست فنا کی ندی میں پڑا
عنا کے تنگ پردے سے تاریک رات کا راستہ ظاہر ہوگیا

۶۳۔ خصم تو از شرع متین بیروں بود خوار و مہین
در گردنش قبض تو ہیں مانند زنّار آمدہ

تمہارا دشمن ذلیل و خوار ہوکر شرعِ متین سے باہر ہوگیا
اس کی گردن میں تم سے کینہ زنّار کی مانند ہوگیا

۶۴۔ ذوقی بمدحت نامور چوں ابر می بارد گہر
بحرز خرز و پرگہر در سلک اشعار آمدہ

ذوقیؔ تمہاری مدحت میں نامور ہے اور بادل کی طرح موتی برساتا ہے
بحر زخار اس کی موتیوں سے بھر گیا اور موتی اس کے اشعار کی سلک میں آگئے

۶۵۔ اشعار خاقانی اگر با خسروِ عالی منظر
کردا اندرونِ صفحہ در مدح جہاندار آمدہ

اے خسروِ عالی نظر اگر خاقانی کے اشعار
صفحات کے اندر بادشاہوں کی مدح میں ہیں

ق

۶۶۔ من کردہ ام از آگہی مدح شہی را کو ہی
مرشاہ شد شاہنشہی ماندہ پرستار آمدہ

تو میں نے علم و آگہی سے ایسے بادشاہ کی مدح کی ہے جس کا غلام
بادشاہ ہے۔ اور بادشاہی چھوڑ کر آپ کا پرستار ہے

۸۷۔ خصم تو با دا سرخرو اما ز زخم تیغ تو
دلخستہ و بے آبرو در بند آزار آمدہ

آپ کا دشمن سرخرو ہے لیکن آپ کے تیغ کے زخم سے
زخمی دل اور بے آبرو آزار میں مبتلا رہے

قصیدہ ۲۲ فی المنقبت

۱۔ چوں لبت گوہر نثر انداز د
فلک از رشک اختر اندازد

جب تیرے لب گوہر نثر برساتے ہیں
تو آسمان رشک سے تارے (شہابِ ثاقب) گراتا ہے

۲۔ چوں زند موج بحر دیدہ من
کشتیٔ چرخ لنگر اندازد
جب میری آنکھ کا سمندر موجیں مارتا ہے
آسمان کی کشتی اپنا لنگر ڈال دیتی ہے۔

۳۔ ساغرت در صبوح از رخ مہر
آب در جیب گوہر اندازد
تیرا ساغر صبح کو سورج کے چہرے سے
آب وتاب کو گوہر کے جیب میں ڈالتا ہے

۴۔ آسمان در خیال ساغر تو
بر سر سنگ ساغر اندازد
آسمان تیرے ساغر کے خیال میں
پتھر پر اپنا ساغر ڈالتا ہے

۵۔ دلبر ما نگر کہ گاہِ عتاب
سرکہ از تنگ شکر اندازد
میرے دلبر کو دیکھو کہ عتاب کے وقت
شکر کی صراحی سے سرکہ نکالتا ہے

۶۔ روئے او بر مثال شمشیر است
کہ سر افراز را سر اندازد
اس کا چہرہ شمشیر کی مانند ہے
جو سرکشوں کا سر قلم کرتی ہے

۷۔ نفرازد بہ پیش خسرو سر
کہ سر تیغ او سر اندازد
بادشاہ کے آگے کوئی سر نہیں اٹھاتا
کیونکہ اس کی تیغ کا سر (سرکش کے) سر کو قلم کردیتا ہے

۸۔ شاہ اورنگ راستی بوبکر
کہ سر هر مزوّر اندازد
سچائی کے تخت کے شاہ حضرت ابوبکر
جو، ہر جھوٹے کا سر کاٹ دیتے ہیں

۹۔ از نهیبش بعالم علوی
باد سیمرغ شہپر اندازد
ان کے خوف سے عالم علوی میں
سیمرغ کی ہوا اپنا شہپر گرادیتی ہے

۱۰۔ از هراس سهام با پراو
کرگس آسمان پر اندازد
ان کے پردار تیر کے خوف سے
آسمان کا کرگس اپنا پر گرادیتا ہے

۱۱۔ تیغ بُرّانِ او بیک ضربت
قلّۂ کوہ خاور اندازد
ان کی تیغ بُرّاں ایک ضرب سے
کوہ خاور کا قلّہ گرادیتی ہے

۱۲۔ سیلیِ تیغ آتش آمیغش
از سرِ مہر معجر اندازد
ان کے آتش آمیز تیغ کا طمانچہ
سورج کے سر سے چادر گرادیتا ہے

۱۳۔ زد وجودش بہ تختۂ هستی
مہرۂ غم بششدر اندازد
ان کا وجود ہستی کے تخت پر نمودار ہوا
جو غم کے مہرہ کو ششدر کردیتا ہے

۱۴۔ تیغ او گر جلال بنماید
ان کی تیغ اگر اپنا جلال دکھائے

۱۵۔ از پی حق آشنائی چرخ
آسمان سے آشنائی کا حق ادا کرنے کیلئے

۱۶۔ اگر کمان بگماں بزہ آرد
اگر وہ اپنی کمان کو زہ کر دیں

۱۷۔ گر ز خنجر حرارت افزاید
اگر خنجر کی حرارت کو بڑھا دیں

۱۸۔ عدم از سوزش حرارت او
اس کی حرارت کی سوزش سے عدم

۱۹۔ ور سر نیزہ اش فراز آید
اور اگر اس کے نیزہ کا سر بلند ہو

۲۰۔ ور دل دشمنان خود ز حسام
حسام سے اپنے دشمنوں کے دل میں

۲۱۔ دیدہ بر جای اشک در دامن
تو دامن میں آنسو کے بجائے آنکھ

۲۲۔ مہر او گر سواطع افزاید
اگر اس کا مہر روشنی بڑھائے

۲۳۔ وصف تیغش بصفحۂ کاتب
کاتب کے صفحے پر اس کی تیغ کا وصف

۲۴۔ آتش افتد بخنصر و ابہام
خنصر اور ابہام میں آگ لگ جائے

۲۵۔ از پی تاختن چو در میدان
میدان میں حملہ کرنے کے لئے

خویش را بر غضنفر اندازد
تو اپنے کو شیر پر غالب کر دے

استخوان اسد بر اندازد
اسد کے استخوان کو منتشر کر دے

تیر بر تیر اغبر اندازد
تو وہ گرد کے تیر پر تیر چلائے

در دل خصم آذر اندازد
تو دشمن کے دل میں آگ لگا دے

برقع غیب از سر اندازد
غیب کا برقع اپنے سر سے اُتار دیتا ہے

صعقۂ آسمان بر اندازد
تو آسمان کی بجلی کو نیست کر دے

شرر پُر ضرر گر اندازد
اگر پُر ضرر شرر ڈالے

اخگر محترقی در اندازد
جلانے والی چنگاریاں گرائے

تاب بر کوہ کردر اندازد
تو کوہ و کردر پر اس کی روشنی پہنچے

غلغل آذر آذر اندازد
آگ آگ کا شور برپا کر دے

دم بوسطی و بنصر اندازد
وسطی اور بنصر میں جان ڈال دے

شبرمہ بر لگاور اندازد
جب شبرمہ کو دوڑانے پر آمادہ کرتا ہے

۲۶۔ شیر تا بر فلک فرا شود — کام بر چشم اختر اندازد

آسمان پر شیر مہ کے پوری طرح نمودار ہونے تک — ستاروں کی آنکھ کو اپنا ہدف بناتا ہے

۲۷۔ آسمان زیر کرۂ خاکی — جامۂ سرخ در بر اندازد

آسمان کرۂ خاکی کے نیچے — سرخ جامہ پہن لیتا ہے

۲۸۔ گوھر اندر صدف شود خونیں — جوشش بحر در بر اندازد

صدف میں موتی خون کے رنگ کا ہو جاتا ہے — سمندر کے جوش کو تہ و بالا کر دیتا ہے

۲۹۔ زھرہ در بزم راہ رزم زند — بادۂ خون بساغر اندازد

زہرہ بزم میں رزمیہ نغمہ گانے لگتی ہے — ساغر میں خون کی شراب ڈالتی ہے

۳۰۔ در بسا بس نگاہ مرحمتش — چشمۂ چشم کوثر اندازد

دُور دُور تک اُس کی نگاہ لطف — کوثر کا چشمہ پیدا کرتی ہے

۳۱۔ گر شود مطمح نگاہ عدو — خاک در چشم عبھر اندازد

اگر دشمن کا مقصد یہ ہو — کہ نرگس کی آنکھ میں خاک ڈالے

ق

۳۲۔ لمعۂ آفتاب صمصامش — باختر را بخاور اندازد

تو اس کی تلوار کے آفتاب کی چمک — باختر کو خاور میں ڈال دے

۳۳۔ گر بخندد عدوی او سحری — گرد در جیب کردر اندازد

اگر اس کا دشمن کسی صبح کو ہنس دے — تو کردر کی جیب میں گرد ڈال دے

۳۴۔ غلغل کوس تندر آغازش — آب از چشمۂ خور اندازد

اس کے تندر آواز کوس کا شور — سورج کی آب و تاب کو اُڑا لے جاتا ہے

۳۵۔ صفدر صفدری چوں صفدر — لرزہ در جانِ صف در اندازد

وہ صفدر جس کا پیشہ صفدری ہے وہ صف پھاڑنے والے کی طرح — صف کی جان میں لرزہ پیدا کر دیتا ہے

۳۶۔ دیدۂ خصم بین کہ از حسدش — عبرۂ لعل برزر اندازد

دشمن کی آنکھ کو دیکھو کہ اس کے حسد سے — سرخ آنسو زرد چہرے پر بہاتا ہے

۳۷۔ چوں سرِ تیغ را نیام کند | ماہی ای را بہ اژدر اندازد
جب تیغ کے سر کو نیام میں ڈالتا ہے | تو گویا ماہی کو اژدر کے منہ میں ڈالتا ہے

۳۸۔ شعلۂ آتشِ صارم او | سوز در جان کافر اندازد
اس کی تلوار کی آگ کا شعلہ | کافر کی جان میں سوزش پیدا کرتا ہے

۳۹۔ صارم او اگر کنوں خواہد | شرِ خورشید محشر اندازد
اگر اس کی تلوار ابھی چاہے | تو سورج میں قیامت برپا کر دے

۴۰۔ پیش او آفتاب شرمندہ | از رخ لعل گون زر اندازد
اس کے سامنے آفتاب شرمندہ ہے | اپنے لعل گون چہرہ سے سونا گراتا ہے

۴۱۔ کیست ذوقی کہ مدح او گوید | دست بر دوش اختر اندازد
ذوقی کی کیا حیثیت ہے کہ اُن کی طرح کر سکے | گویا اپنا ہاتھ ستاروں تک پہنچا سکے

قصیدہ ۲۳ فی المنقبت

۱۔ اگر تا بد لب لعل تو بر سنگ | بسانِ تُنگ گردد پُر شکر سنگ
جو تابش پائے تیرے لب سے پتھر | صراحی شکر ہو جائے پتھر

۲۔ دلِ سخت تو در پہلو خزیدہ | فگن از بر برای سیم بر سنگ
تیرے پہلو میں بیحد سخت دل ہے | نکال اور پھینک دے پہلو سے پتھر

۳۔ نگیرد در دلت آہی کہ از وی | ز موم گرم آرد نرم تر سنگ
نہیں تجھ پر اثر اس آہ کا بھی | کہ جس سے موم ہو جاتا ہے پتھر

۴۔ بجائے لعل بیرون آرد اخگر | ز آہ ما خبر یابد اگر سنگ
بجائے لعل چنگاری نکالے | جو میری آہ کو پا جائے پتھر

۵۔ بہجرانِ تو ای خورشید پیکر | شود اندر کفِ ما سیم و زر سنگ
جدائی میں تری اے ماہ پیکر | مرے ہاتھوں میں سیم و زر ہے پتھر

۶۔ دل ما را ہمی سائی شب و روز — ز دل پوشیدہ پنہادہ بر سنگ
مرا دل پیستا ہے تو شب و روز — نہیں دل، جسم میں تیرے ہے پتھر

۷۔ کنم یاد از دل سخت تو ای بت — چو می آید مرا اندر نظر سنگ
تری سختیِ دل یاد آئی فوراً — نظر میں جب کوئی آجائے پتھر

۸۔ اگر یابد خبر کوہ از دل تو — سر خود را زند فی الحال بر سنگ
خبر ہو کوہ کو گر تیرے دل کی — تو اپنے سر سے وہ ٹکرائے پتھر

۹۔ بیک گفتار نرمی دل شکستی — شکست از آبگینہ مر بسر سنگ
لب شیریں سے تم نے دل کو توڑا — آہ اک آبگینہ توڑے پتھر

۱۰۔ فسان باید پی تیغ شہنشاہ — سزا باشد ز دل سازی اگر سنگ
ہے تیغ شاہ کو حاجت فساں کی — مناسب ہے جو تیرا دل ہے پتھر

۱۱۔ شہنشاہِ عمر کز فرّ و سنگش — بلرزد عالمی فرسنگ فرسنگ
ہیں لرزہ میں جو دیکھا فرّ فاروق — بہ کوہ و دشت اور میلوں کے پتھر

۱۲۔ اگر یابد خبر از گرز او شیر — زند بر سر میان کوہ و در سنگ
ہو اُن کے گرز سے آگاہ اگر شیر — تو اپنے سر پہ وہ خود مارے پتھر

۱۳۔ ز بہر قمع فرق دشمن او — بہ بیشہ جمع کردہ شیر نر سنگ
مٹانے کے لئے اعدا کو ان کے — کیا ہے مجتمع شیروں نے پتھر

۱۴۔ ز تاب رای او مر سنگ تابد — شود از تاب او لؤلؤ و زر سنگ
چمک پتھر میں اُن کی رائی سے ہے — زر و گوہر میں بدلے جس سے پتھر

۱۵۔ اگر بیند شکوہ و فرّ او کوہ — خورد ہر صبح شاہ باختر سنگ
جو اُن کی شان و شوکت کو وہ دیکھے — تو سورج ہر سحر کو کھائے پتھر

۱۶۔ برآمد آئینہ از تاب تیغش — ہر آں عقدہ کہ بینی در نظر سنگ
ہوئے آئینے تابِ تیغ سے وہ — کہ جو عقدے نظر آتے تھے پتھر

۱۷۔ ہزاراں عقدہ دارد کوہ در دست — کہ بند و چوں بیابد از تو مر سنگ
ہیں دستِ کوہ میں عقدے ہزاروں دل — کھلے بندش جو تم سے پائے پتھر

۱۸۔ زدرگاہِ بلند او بگدیہ | برد فرسنگ درفرسنگ فرسنگ
ملے ہیں بھیک میں اُس بارگہ سے | یہ سطحِ ارض پر میلوں کے پتھر

۱۹۔ شہنشاہا جہانگیرا ز مدحت | بکان صفحہ شد اینک گہر سنگ
اثر ہے آپ کی مدحت کا شاہا | ہیں کان صفحہ میں موتی کے پتھر

۲۰۔ بزیر دین توئی، چوں از تو سرتافت | برآمد کوہ را چیچک بدرسنگ
یہ تم سے سرکشی ہی کی سزا ہے | کہ ہیں جدری نشاں کردہ کے پتھر

۲۱۔ زبحر کفتِ تو یابد اگر آب | شود برگلشن رافت مطر سنگ
یمِ کف سے تمہارے پائے گر آب | تو ابرِ باراں بن کے برسے پتھر

۲۲۔ ہمہ کہ آب شد ہنر رنگ حلمت | ببین اینک حباب اوست در سنگ
تمہارے حلم سے پتھر ہے پانی | حباب آسا نظر آتا ہے پتھر

۲۳۔ بود ذوقی غلام کمتر تو | بخواہد از توای باکر و فرسنگ
ہے ذوقی آپ کا ادنیٰ غلام ایک | بنا دو اس کو محکم جیسے پتھر

۲۴۔ زند لہو شاعری را در مباہات | لف دانش ازیں مضمار فرسنگ
کرے جو ژاژ خائی اس کے آگے | گرے وہ منہ کے بل اور کھائے پتھر

۲۵۔ ہمیشہ تاکہ از لعلِ درخشاں | بیابد زیور اندر کوہ و در سنگ
ہوں جب تک کوہ میں لعلِ بدخشاں | کہ جس سے آب وارزش پائے پتھر

۲۶۔ ببادا خصم تو بردامنِ کوہ | کہ پا "تا سر بود پوشیدہ در سنگ
ترا دشمن رہے کوہ و دمن میں | رہے پوشیدہ زیرِ پائے پتھر

قصیدہ ۲۴ فی المنقبت

۱۔ زوصف آں لنگرین لب دہاں شود شیریں | بنان و خامہ و لفظ و بیاں شود شیریں
اس لنگریں لب کا وصف بیان کرنے سے آپ شیریں ہو جاتا ہے | انگلیاں، قلم، لفظ اور بیان شیریں ہو جاتے ہیں

۲۔ زپرتو لب او شکریں شود حنظل
اس کے لب کے پرتو سے حنظل شیریں ہو جاتا ہے
۳۔ مکو بوصف لب او خیال شکر و قند
اس کے لب کے تصور کے ساتھ شکر و قند کا خیال کرو
۴۔ اگر ز وصف لب او بگل کشائی لب
اگر اس کے لب کا وصف پھول سے بیان کرد
۵۔ مرا خیال سر زلف اوست اندر سر
میرے سر میں اس کی زلف کا خیال ہے
۶۔ ز رشک آن شکریں لب کہ خسرو خوبانست
اس خسرو خوباں کے شکریں لب کے رشک سے
۷۔ دہانِ ماست بوصف لب وی آلودہ
میرا منہ اس کے لب کے وصف سے آمیز ہے
۸۔ لبش ز شکر مدح شہ است آلودہ
اس کے لب شاہ کی مدح کی شکر سے آمیز ہیں
۹۔ شہ سریر کرامت عمر کہ از جودش
بزرگی کے تخت کے بادشاہ حضرت عمرؓ کی سخاوت سے
۱۰۔ مگر کہ گشت نبات از کرامتش آگہ
شاید نبات ان کی کرامت سے آگاہ ہو گئی
۱۱۔ چو نام او بدمی بر ہلاہل و سم مار
اگر اُن کا نام ہلاہل اور سانپ کے زہر پر دم کردو
۱۲۔ اگر خبر کنی از شور فضل او یم را
اگر اُن کے فضل کے شور سے سمندر کو آگاہ کردو
۱۳۔ اگر حدیث خوشش گوش ماہی آراید
اگر اُن کا حسن گفتار مچھلی کے کان کو آراستہ کرے

عجب مدار کہ از وی دہاں شود شیریں
تعجب کی بات نہیں اگر اس سے منہ شیریں ہو جاتا ہے
شکر بتازد اگر آنچناں شود شیریں
اگر شکر بھی اس کے ہونٹ کی طرح شیریں ہو جائے تو وہ اپنی شیرینی پہ نازکریگی
دہانِ بلبلِ آشفتہ جان شود شیریں
تو آشفتہ جان بلبل کا منہ شیریں ہو جائے
دہن مدام ز سودای آں شود شیریں
میرا منہ ہمیشہ اس کے سودا سے شیریں رہتا ہے
ز سوز آہ شکر ریں زبان شود شیریں
آہ کی سوزش زبان کو شیریں بنا دیتی ہے
بکام ما شکر و شہد از آن شود شیریں
اس وجہ سے میرے منہ میں شکر و شہد شیریں ہو جاتے ہیں
دہن ازاں شود از وصف او چناں شیریں
اس سبب سے اس کے ہونٹ کے وصف بیان کرنے سے منہ شیریں ہو جاتا ہے
مدام عیش مزارت نشان شود شیریں
فانی زندگی ہمیشہ شیریں رہتی ہے
کز و دہانِ ہمہ مردماں شود شیریں
کہ اس سے لوگوں کے منہ شیریں ہوتے ہیں
بسانِ شہد و شکر بیگمان شود شیریں
تو شہد و شکر کی طرح (یقیناً زہر) شیریں ہو جائے
دہانِ تلخ وی اندر زماں شود شیریں
تو اس کا تلخ منہ فوراً شیریں ہو جائے
گہر بجیب یم بیکراں شود شیریں
تو سمندر کے جیب میں موتی شیریں ہو جائے

۲۔ زیرِ پرتو لبِ او شکّرین شود حنظل
اس کے لب کے پرتو سے حنظل شیریں ہو جاتا ہے
عجب مدار کہ ازوی دہاں شود شیرین
تعجب کی بات نہیں اگر اس سے مُنہ شیریں ہو جاتا ہے

۳۔ مکن بوصفِ لب او خیال شکّر و قند
اس کے لب کے تصوّر کے ساتھ شکّر و قند کا خیال کرو
شکر بنازد اگر آنچناں شود شیرین
اگر شکر بھی اس کے ہونٹ کی طرح شیریں ہو جائے تو وہ اپنی شیرینی پر ناز کریگی

۴۔ اگر ز وصفِ لب او بگل کشائی لب
اگر اس کے لب کا وصف پھول سے بیان کرو
دہانِ بلبلِ آشفتہ جان شود شیرین
تو آشفتہ جان بلبل کا مُنہ شیریں ہو جائے

۵۔ مرا خیالِ سرِ زلفِ اوست اندر سر
میرے سر میں اس کی زلف کا خیال ہے
دہن مدام ز سودای آں شود شیریں
میرا مُنہ ہمیشہ اُس کے سودا سے شیریں رہتا ہے

۶۔ ز رشکِ آن شکریں لب کہ خسروِ خوبانست
اس خسروِ خوباں کے شکریں لب کے رشک سے
ز سوزِ آہ قرینِ زبان شود شیریں
آہ کی سوزش زبان کو شیریں بنا دیتی ہے

۷۔ دہانِ ماست بوصفِ لبِ وی آلودہ
میرا منہ اُس کے لب کے وصف سے آمیز ہے
بکامِ ما شکر و شہد از آن شود شیریں
اس وجہ سے میرے منہ میں شکر و شہد شیریں ہو جاتے ہیں

۸۔ لبش ز شکّرِ مدحِ شہ است آلودہ
اُس کے لب شاہ کی مدح کی شکر سے آمیز ہیں
دہن ازاں شود از وصف او چنان شیریں
اس سبب سے اس کے ہونٹ کے وصف بیان کرنے سے مُنہ شیریں ہو جاتا ہے

۹۔ شہ سریرِ کرامت عمر کہ از جودش
بزرگی کے تخت کے بادشاہ حضرت عمرؓ کی سخاوت سے
مدام عیشِ مزارت نشان شود شیریں
فانی زندگی ہمیشہ شیریں رہتی ہے

۱۰۔ مگر کہ گشت نبات از کرامتش آگہ
شاید نبات اُن کی کرامت سے آگاہ ہو گئی
کز و دہانِ ہمہ مردماں شود شیریں
کہ اس سے لوگوں کے مُنہ شیریں ہوتے ہیں

۱۱۔ چو نام او بدمی بر ہلاہل و سمِ مار
اگر اُن کا نام ہلاہل اور سانپ کے زہر پر دم کر دو
بسانِ شہد و شکر بیگمان شود شیریں
تو شہد و شکر کی طرح (بلقیناً) زہر شیریں ہو جائے

۱۲۔ اگر خبر کنی از شورِ فضلِ او یم را
اگراُن کے فضل کے شور سے سمندر کو آگاہ کر دو
دہانِ تلخ وی اندر زماں شود شیریں
تو اس کا تلخ مُنہ فوراً شیریں ہو جائے

۱۳۔ اگر حدیثِ خوشش گوشِ ماہی آراید
اگراُن کا حسنِ گفتار مچھلی کے کان کو آراستہ کرے
گہر بجیبِ یم بیکراں شود شیریں
تو سمندر کے جیب میں موتی شیریں ہو جائے

۱۴۔ ہمیشہ جمع کند دُرِّ نطق او برجیس
برجیس اُن کے نطق کے موتی کو ہمیشہ جمع کرتا ہے
عجب مدار گر او را عمان شود شیریں
تعجب کی بات نہیں اگر اس کے لئے عمان شیریں ہو جائے

۱۵۔ بگاہِ لطفش برجیس پیش و پس بند
اُن کے لطف کے وقت برجیس آگے پیچھے دیکھتا ہے
بہر دہانی کہ تا طیلسان شود شیریں
ہر منہ کے طرف کہ طیلسان شیریں ہو جائے

۱۶۔ گزد صحیفہ سر انگشت کلک در دندان
قلم کی اُنگلی کو صحیفہ اپنے دانتوں تلے دباتا ہے
چو حرف از صفتش درمیان شود شیریں
کیونکہ ممدوح کی صفت بیان کرنے سے حرف درمیان میں شیریں ہو جاتے ہیں

۱۷۔ چو بر ثنای دل آسای او شوم مائل
جب میں اُن کی دل آسا ثنا کی طرف مائل ہوتا ہوں
قلم میانِ بنان درعیان شود شیریں
تو اُنگلیوں کے درمیان قلم شیریں ہو جاتا ہے

۱۸۔ نبات ریزۂ انجم فلک بکف دارد
ستاروں کے ریزوں کی نبات فلک اپنی ہتھیلی پر رکھتا ہے
کہ از کرامت شاہِ جہاں شود شیریں
تاکہ شاہ جہاں کی کرامت سے شیریں ہو جائے

۱۹۔ کرامتش شکری ہست دل شکر یارب
اُن کی کرامت دل کا علاج کرنے والی شکر ہے
کہ عیش تلخ از و بیگمان شود شیریں
کہ تلخ زندگی اس سے شیریں ہو جاتی ہے

۲۰۔ بعہد او کہ جہاں پُر شد از حلاوت جود
ان کے عہد میں دنیا سخاوت کی شیرینی سے پُر ہے
بکام گرسنہ سم درعیان شود شیریں
بھوکے منہ میں زہر بھی شیریں ہو جاتا ہے

۲۱۔ اگر یکی قصب الجیب بر درش روید
اگر ایک قصب الجیب اُن کے در پر اُگ جائے
چو نیشکر بحدود جہاں شود شیریں
تو نیشکر کی طرح اقطار زمیں شیریں ہو جائے

۲۲۔ عجب مدار گر از مدح او شکر شد قند
تعجب کی بات نہیں اگر ان کی مدح سے شکر قند ہو گئی
گر ز دہانِ مکین و مکاں شود شیریں
کیونکہ اُن سے مکین و مکان شیریں ہیں

۲۳۔ ز قند مکرمتش کام خلق شیریں شد
اس کی مکرمت کی قند سے مخلوق کے منہ شیریں ہو گئے
کجا چنین شکر اصفہان شود شیریں
اصفہان کی شکر ایسی شیریں کہاں ہوتی ہے

۲۴۔ بوصف مکرمت او ز لب شکر بارد
اس کی مکرمت کے وصف میں لب سے شکر برستی ہے
کجا ز نام طبرزد دہان شود شیریں
نبات کے نام سے کہاں منہ شیریں ہوتا ہے

۲۵۔ شہا حلاوت مدح تو گر رود بہ بہشت
اے شاہ اگر تمہاری مدح کی حلاوت بہشت میں جائے
دہانِ حسرت اہلِ جناں شود شیریں
تو اہلِ جناں کے حسرت کے منہ شیریں ہو جائیں

۲۶۔ اگر ثنائے تو گوید عطارد اندر چرخ — لبِ دہانِ ستارہ آسمان شود شیریں
اگر آسمان میں عطارد تیری ثنا کرے — تو سورج کا منہ شیریں ہو جائے

۲۷۔ چو بسکہ گشتہ ام از مدحت تو فیض اندوز — ز فرق سودنِ من فرقدان شود شیریں
چونکہ آپ کی مدح سے میں بہت فیض یاب ہوں — اس لئے فرقدان میری پیشانی سے گھسنے سے شیریں ہو جاتے ہیں

۲۸۔ ز آبِ تیغ تو سودا بجوش می آید — کزو دہان ہمہ اختران شود شیریں
آپ کے تیغ کی آب سے سودا جوش میں آتا ہے — جس سے ستاروں کے منہ شیریں ہو جاتے ہیں

۲۹۔ چو تیر شست تو شد از کمان بسینۂ خصم — قضا شگفت کہ عیش جہان شود شیریں
جب آپ کے شست کا تیر کمان سے دشمن کے سینہ میں پیوست ہوا — قضا نے تعجب سے کہا کہ اب دنیا کی زندگی شیریں ہو جائے گی

۳۰۔ اگر ز بحر کفت آب یابد از حنظل — دہانِ اہلِ خرد جاودان شود شیریں
اگر آپ کے بحر کف سے پانی پائے تو حنظل سے — اہلِ خرد کے منہ ہمیشہ کے لئے شیریں ہو جائیں

۳۱۔ حسام تست ہمائی کہ در صف ہیجا — بکام او ہمگی استخوان شود شیریں
آپ کا نیزہ وہ ہما ہے کہ لڑائی کی صف میں — اس کے منہ میں تمام ہڈیاں شیریں ہو جاتی ہیں

۳۲۔ اگر بباغ ثنای تو در دمد کلکل — بزیر سایۂ او ہر دہان شود شیریں
اگر آپ کی ثنا کے باغ میں معقل اُگ آئے — تو اس کے سائے میں ہر منہ شیریں ہو جائے

۳۳۔ اگر ز شکر لطفش خبر رود بہ یمن — غصون تلخ نے خیزران شود شیریں
اگر اُن کے لطف کی شکر کی خبر یمن کو جائے — تو بید کی تلخ شاخیں شیریں ہو جائیں

۳۴۔ زبان من چو شکر از ثنای او بریزد — بصف جنگ حسام یمان شود شیریں
چونکہ میری زبان اُن کی ثنا میں شکر برساتی ہے — جنگ کی صف میں حسام یمانی شیریں ہو جاتا ہے

۳۵۔ گمان برم ز ثنا بیش مگر شکر باشد — درین خیال دہانِ گمان شود شیریں
اُن کی ثنا پر میں شکر کا گمان کرتا ہوں — اس خیال میں گمان کا منہ شیریں ہو جاتا ہے

۳۶۔ بود غلام تو ذوقی و از مدائح تو — زبان و خام او با بلبلان شود شیریں
ذوقی تمہارا غلام ہے اور تمہاری مدح کرنے سے — اس کی زبان اور قلم بلبلوں کے ساتھ شیریں ہو جاتے ہیں

قصیدہ ۲۵ فی المنقبت

۱۔ اقبال را بلند لوا کرد روزگار — حالا بہ حل مشکل ما کرد روزگار

زمانے نے اقبال کا جھنڈا بلند کیا — اب ہماری مشکل کو حل کرنے کی طرف روزگار نے توجہ کی

۲۔ ز آسیب غم کہ پای دل خلق بستہ بود — از دست انبساط رہا کرد روزگار

غم کے آسیب سے جس سے لوگوں کے پاؤں بندھے ہوئے تھے — انبساط کے ہاتھوں سے زمانے نے ان کو رہا کر دیا

۳۔ در باغ دل کہ شد ز خزانِ الم تباہ — از نوبہار لطف صبا کرد روزگار

دل کے باغ میں جسے خزانِ الم نے تباہ کر دیا تھا — لطف کے نوبہار کی صبا زمانہ نے بھیجی

۴۔ سرو نشاط چون سر اظہار پست کرد — تاج از کمال نشو و نما کرد روزگار

چونکہ سرو نشاط نے اپنے اظہار کے سر کو پست کر دیا تھا — تو زمانے نے نشو و نما کے کمال کا تاج پہن لیا

۵۔ با ہر کسی کہ بود ز آزرم میل کرد — اما بہ غم خیال دعا کرد روزگار

ہر شخص کی طرف شرم کے ساتھ توجہ کی — لیکن غم کی طرف زمانے نے دعا کے ساتھ توجہ کی

۶۔ ہر دل کہ درد داشت ز اندوہ بی قیاس — بشگفت از نشاط دوا کرد روزگار

ہر دل جو بے اندازہ غم سے درد میں مبتلا تھا — نشاط سے کھل اٹھا، زمانے نے اس کی دوا کر دی

۷۔ ہر طبع را بظلمت غم میکشید چرخ — اکنون قرین نور ہدا کرد روزگار

آسمان ہر طبع کو غم کی تاریکی کی طرف کھینچ رہا ہے — اب زمانے نے اس کو ہدایت کے نور تک پہنچا دیا

۸۔ تا این زمان، دریغ، ہمی داشت ظلِ بوم — اکنون قرین فرّ ہما کرد روزگار

افسوس اب تک زمانہ بوم کے سائے میں تھا — اب زمانہ ہما کی شان رکھتا ہے

۹۔ بر آستانہ شہ عالم رساند سر — از پستی وبال ندا کرد روزگار

شاہ عالم کے آستانے تک اپنا سر پہنچایا — وبال کی پستی سے زمانے نے آواز دی

۱۰۔ شاہنشہ بلند نظر حضرت عمر — کز خاکش انجلاب علا کرد روزگار

بلند نظر شاہنشاہ حضرت عمر — جن کی خاک کے طفیل زمانہ بلندی کی طرف مائل ہوا

۱۱۔ چون تافت روی تیغ منیرش بزلف شب — انگشت در دہان ز سما کرد روزگار

۱۱۔ چون تافت روی تیغ منیرش بزلفِ شب — **انگشت در دہان ز سما کرد روزگار**

جب اُن کی تیغ روشن شب کی زلف پر چمکی — زمانے نے آسمان کو حیرت زدہ کردیا

۱۲۔ از بہر کحل چشم عدم دست بر کشاد — **عین وجود خصم ہبا کرد روزگار**

عدم کی آنکھ کے سُرمے کے لئے اُنھوں نے ہاتھ کھولا — دشمن کے وجود کی آنکھ کو زمانے نے ہبہ کردیا

۱۳۔ تا بوے یافت از گل عدلش بباغ جاہ — **ہر دل ز خار خار جدا کرد روزگار**

جب سے جاہ کے باغ میں ان کے عدل کی خوشبو پہنچی — زمانے نے ہر دل کو دغدغہ سے جدا کردیا

۱۴۔ چون التہاب آتش شمشیر او فزود — **خورشید را بغرق فرا کرد روزگار**

جب اُن کی شمشیر کی آگ بھڑکی — تو سورج کو زمانے نے اس میں غرق کردیا

۱۵۔ ہر گہ کہ یافت نور و شعاع زمہر او — **بہر کلہ نگہ بحصا کرد روزگار**

چونکہ اُن کے لطف سے (سنگریزے) نور اور روشنی پاتے ہیں۔ — اس لئے زمانے نے اپنے تاج کے لئے سنگریزوں کی طرف نگاہ کی

۱۶۔ با حضرتش بدید سوی چرخ چرخ زن — **در پیش خور نگہ بہ سہا کرد روزگار**

ان کی موجودگی میں رقاص نے چرخ کی طرف دیکھا — سُورج کے سامنے ستارے کی طرف زمانے نے نگاہ کی

۱۷۔ چون چشم وا نمود بفیضانِ کفِ او — **از بحر و ز سحاب حیا کرد روزگار**

جب آنکھ کھولی تو اُس کی ہتھیلی کے فیضان سے — سمندر اور بادل سے زمانہ شرمندہ ہوگیا

۱۸۔ وصف لموع صارم او میزدم رقم — **اندر تپش خیال ہوا کرد روزگار**

میں اس کی تلوار کی تابش کا وصف لکھ رہا تھا — اس کی حرارت سے زمانے نے خیال کو ہوا بنا کر اڑا دیا

۱۹۔ شاہا بمدحت تو زبانم چو تیز شد — **کلکی مرا ز مہر عطا کرد روزگار**

شاہا آپ کی مدحت میں جب میری زبان تیز ہوگئی — تو زمانے نے مجھے از راہ کرم قلم عطا کردیا

۲۰۔ در پیشِ تو کہ قطب گرانسنگ عالمی — **بہر سلام پشت دوتا کرد روزگار**

آپ کے سامنے کہ آپ دنیا کے باوقار قطب ہیں — زمانے نے سلام کرنے کو اپنی پُشت دوتا کرلی

۲۱۔ چون آسمان بجامہ نگنجید و لاف کرد — **ہر جامہ ای کہ داشت قبا کرد روزگار**

چونکہ آسمان اپنے جامے میں نہیں سمایا اور لاف زنی کی — اس لئے زمانہ نے اس کے لباس کو پارہ پارہ کردیا

۲۲۔ بہر سنا چو شد دل من در ثنا ش چست — **در دل سنا فزود و ثنا کرد روزگار**

روشنی حاصل کرنے کے لئے جب میرا دل آپکی ثناء پر آمادہ ہوا — تو دل میں روشنی بڑھ گئی اور زمانے نے اس کی تعریف کی

۲۳۔ از شعر من محاسن مہ کرد آسمان
میرے شعر سے آسمان نے چاند کو محاسن بنا دیا
خورشید را لباس سہا کرد روزگار
زمانے نے خورشید کے لئے ستاروں کا لباس تیار کیا

۲۴۔ چون در فلک زہیبت تو رعشہ اوفتاد
آسمان میں تمہاری ہیبت سے جب رعشہ پیدا ہوا
پنہاں بزیر سبز وطا کرد روزگار
تو زمانے نے اس کی نیلی چھت کے نیچے چپکے سے اپنے کو سپرد کر دیا

۲۵۔ از آفتاب رای تو در کان آسمان
تمہاری رائے کے آفتاب سے آسمان کی کان میں
الماس اختران بہ بہا کرد روزگار
زمانے نے ستاروں کے الماس کو زیبائی بخشی

۲۶۔ کالای جاہ راکہ کسادی ز بخل بود
جاہ (زینت و رونق) کے اسباب میں بخل کے سبب کمی تھی
از دست شاہ دست دعا کرد روزگار
زمانے نے دست شاہ کے ذریعے دعا کی

۲۷۔ دریای کف تو چو بزد جوش از کرم
آپ کا دریائے کف کرم سے جوش میں آیا
خورشید را بگریہ گدا کرد روزگار
زمانے نے رو کر خورشید کو گدا بنایا

۲۸۔ بر ماہ نو کہ قرطۂ گوش فلک بود
ماہ نو جو فلک کے کان کا زیور تھا
نگریست شاہ قرطہ جدا کرد روزگار
اس کو شاہ نے دیکھا اور زمانے نے قرطہ کو جدا کر دیا

۲۹۔ اے سرور سریر سرا، دشمن ترا
اے دنیا کے تخت کے سرور، آپ کا دشمن
پیوستہ در عنای، عنا کرد روزگار
رنج و غم سے پیوستہ ہو گیا، زمانے نے اس کو بے نشان کر دیا

۳۰۔ ہاروت وش بہ بابل غم دود درد یافت
ہاروت کی طرح غم کے بابل میں درد کا دھواں پایا
چو با بلا سخن ز بلی کرد روزگار
جب زمانے نے بلا کو دعوت دی

۳۱۔ ہر فتنہ راکہ بود بہ اقلیم سلطنت
ہر وہ فتنہ کہ اقلیم سلطنت میں تھا
از دست خواب بی سر و پا کرد روزگار
زمانے نے اس کو سلا دیا

۳۲۔ بر خاکپای تو چو جبین سود بہر آب
رونق حاصل کرنے کے لئے جب آپ کی خاک پا سے جبیں سائی کی
از دیبۂ قز بر لحا کرد روزگار
تو زمانے نے قیمتی چمڑے سے اپنے لئے جوتے بنائے

۳۳۔ گلگونہ ای کہ بہر عدوی تو جست کرد
وہ گلگونہ جسے آپ کے دشمن کے لئے تیار کیا تھا
از خون اہل جور و جفا کرد روزگار
اسے زمانہ نے ظالموں کے خون سے بنایا تھا

۳۴۔ آن خاک راکہ آب بیفزود پای تو
اس خاک کو جس کی رونق آپ کے پاؤں نے بڑھائی
مامون ز نار و باد بلا کرد روزگار
اسے زمانہ نے بلا کی آگ اور ہوا سے مامون کر دیا

۳۵۔ نشنیدہ شد ز طاق وجود عدو صدا — از جست جو اگرچہ ندا کرد روزگار

دشمن کے وجود کے طاق سے کوئی آواز نہیں سنائی دی — اگرچہ زمانہ نے جست وجو کے ساتھ بہت آواز دی

۳۶۔ از افسر ثنای تو چون سرفراختم — اخمص مرا ز فرق ھجا کرد روزگار

آپ کی ثنا کے تاج سے جب میں نے سربلند کیا — تو زمانے نے اپنا سر میرے تلوے کے نیچے کر دیا

۳۷۔ ہر سبزہ ای کہ در چمن صفحہ کاشتم — آرایشی ز نشو و نما کرد روزگار

ہر وہ سبزہ جسے میں نے صفحہ کے چمن پر اُگایا — اُس کی نشو و نما سے زمانہ نے اپنی آرائش کی

۳۸۔ پروانہ چراغ ثنای تو چون شدم — مصباح مجمع شعراء کرد روزگار

جب میں آپ کی ثنا کے چراغ کا پروانہ ہو گیا — تو زمانے نے مجھے جماعت شعراء کا چراغ بنا دیا

۳۹۔ گر نیست فضل یاورِ من اندرین طریق — خود را ردیف بند چرا کرد روزگار

اگر اس راہ میں فضلِ ربی مرا یاور نہیں ہے — تو زمانے نے کیوں اپنے کو ردیف بند کر لیا

۴۰۔ ذوقی چنان بہ بحرِ ثنای تو غوطہ خورد — کورا کلہ ز دُرِّ ثنا کرد روزگار

ذوقی نے آپ کی ثنا کے سمندر میں اتنی غوطہ لگایا ہے — کہ زمانہ نے ثنا کے موتی سے اس کے لئے تاج بنایا

۴۱۔ از چشم زخم خصم نگہدار و یار شو — افسانہ اش چو در ہمہ جا کرد روزگار

دشمن کے چشم زخم سے اسے محفوظ رکھیے اور مدد کیجئے۔ کیونکہ زمانہ نے اس کو ہر جگہ مشہور کر دیا ہے

قصیدہ ۲۶ در فی المنقبت

۱۔ باز جام شوق سبحان میزنم — دست اندر راز پنہان میزنم

پھر سبحان کے شوق کا جام پی رہا ہوں — رازِ پنہاں کو حاصل کر رہا ہوں

۲۔ کشتی نوحم کہ خندان ہمچو برق — کام اندر موج طوفان میزنم

میں کشتی نوح ہوں اور بجلی کی طرح ہنستے ہوئے — موج طوفاں سے مقصد بر آری کر رہا ہوں

۳۔ از بلندی پای بنہادہ بخاک — دست اندر چرخ گردان میزنم

بلندی سے خاک پر پاؤں رکھے ہوئے — چرخ گرداں میں دست اندازی کر رہا ہوں

۴۔ ز اشتیاق حق بدستِ دُور باش　　آتش اندر مہرِ رخشان میزنم
اشتیاقِ حق سے دُور باش کے ذریعے　　تابندہ سُورج میں آگ لگا رہا ہوں

۵۔ آبِ اشک اندر میانِ صبحدم　　بر شرارِ گوہرِ کان میزنم
صبح کے وقت آنسوؤں کا پانی　　کان کے موتی کے شرارے پر مارتا ہوں

۶۔ ہر سحر از دستِ شوقِ ذوالجلال　　آتش اندر ماہ تابان میزنم
ہر صبح کو ذوالجلال کے شوق میں　　ماہِ تاباں میں آگ لگاتا ہوں

۷۔ می نماید در نظر پیکانِ نجم　　تیر چوں در ہفت بنیان میزنم
پیکانِ نظر میں نجم دکھائی دیتا ہے　　جب میں ساتوں بنیادوں میں تیر مارتا ہوں

۸۔ بر سرِ گوی سخن از دستِ مدح　　در پناہِ شاہ چوگان میزنم
سخن کی گیند پر مدح کے ہاتھ سے　　شاہ کی پناہ میں چوگان بازی کرتا ہوں

۹۔ خسروِ دین شاہِ دریا دل عمر　　کز درِ او پا بکیوان میزنم
شاہِ دین، دریا دل شاہ حضرت عمر　　کہ ان کے در سے کیوان پر ٹھوکر لگاتا ہوں

۱۰۔ چوں کفِ او دید دریا بانگ زد　　طعنہ بر بارانِ نیسان میزنم
سمندر نے ان کے کف کو دیکھا تو چلاّیا　　کہ میں بارانِ نیساں کو طعنہ دوں گا

۱۱۔ با سحابِ گوہر افشانِ کفّ او　　گفت دستِ رد بباران میزنم
موتی برسانے والے بادل سے اس کے کف نے　　کہا کہ میں باران کو بیکار بنا دیتا ہوں

۱۲۔ در پناہِ عدلِ او فرمود بز　　دست در آغوشِ سرحان میزنم
اس کے عدل کی پناہ میں بکری نے کہا　　میں بھیڑیے کی آغوش میں ہاتھ مارتی ہوں

۱۳۔ گرزِ او بر تیغ کہ افتاد و گفت　　وسعت سخت اینک بحلوان میزنم
اس کا گُرز پہاڑ کی تیغ پر پڑا اور کہا　　میں دو شہروں پر سخت ہاتھ مارتا ہوں

۱۴۔ گُرز چوں البرز او فاران بدید　　گفت پا بر کوہِ فاران میزنم
اس کے البرز جیسے گُرز نے جب فاران کو دیکھا　　تو کہا میں کوہ فاران کو ٹھوکر مارتا ہوں

۱۵۔ شاہ روزی از برای امتحان　　گفت گو پالی بشہلان میزنم
ایک دن شاہ نے امتحان کے لئے　　کہا کہ میں شہلان پر گوپال مارتا ہوں

۱۶۔ درزمین شد کوہ سہلان ناپدید	ق لوشیا گفتا کہ چوگان میزنم
کوہ سہلان زمین میں ناپدید ہو گیا	نادان نے کہا کہ میں چوگان کھیل رہا ہوں
۱۷۔ دیدہ خانی میکند درزیر خاک	چوں سر اندر جیش خاقان میزنم
خانی اپنی آنکھوں کو زیر خاک کرے	اگر میں خاقان کے لشکر میں داخل ہو جاؤں
۱۸۔ شست او گوید کہ با ہم شست تیر	بر جگر گاہ حسودان میزنم
اس کا شست کہتا ہے کہ تیر کے شست کو	حاسدوں کے جگر پر چلاتا ہوں
۱۹۔ خون انجم ریزد از ہم برزمین	چون بہ تیر کند پیکان میزنم
ستاروں کا خون زمین پر برسے	اگر میں پیکاں کے کند تیر سے ماروں
۲۰۔ رابلش گوید کہ این جای ست پست	رخنہ اندر چرخ گردان میزنم
اس کا جھنڈا کہتا ہے کہ زمین پست جگہ ہے	میں چرخ گردان میں رخنہ ڈالوں گا
۲۱۔ تیغ او گوید کہ از تیزی دم	آتش اندر بحر عمان میزنم
اس کی تیغ کہتی ہے کہ دم کی تیزی سے	بحر عمان میں آگ لگادوں گی
۲۲۔ جود او گوید کہ در کان نیست لعل	دست بر کوہ بدخشان میزنم
اس کی سخاوت کہتی ہے کہ کان میں لعل نہیں ہے	کوہ بدخشاں پر ہاتھ ماروں گی
۲۳۔ جاہ او گوید کہ باید مرکبی	داغ بر ران فلک زان میزنم
اس کا جاہ کہتا ہے کہ ایک سواری چاہئے	تاکہ اس سے فلک کی ران پر داغ لگاؤں
۲۴۔ دولتش گوید کہ باید پردہ ای	بر شہ چین دست سلطان میزنم
اس کی دولت کہتی ہے کہ ایک پردہ چاہئے	تاکہ شاہ چین پر سلطانی کا سکّہ جماؤں
۲۵۔ بیم او گوید چہ باشد تہمتن	سام در زال و نریمان میزنم
اس کا خوف کہتا ہے کہ تہمتن کی کیا حیثیت ہے	زال اور نریمان کو موت کے گھاٹ اُتاردوں
۲۶۔ گر تو ای جم در اجم گوئی کہ تیغ	بر سر ضرغام غرّاں میزنم
اے شاہ اگر تم جنگل میں کہو کہ "تلوار	ق میں شیر غرّاں پر ماروں گا
۲۷۔ آب گردد شیر، بکشاید دہن	خاک، کآب از جام ثعبان میزنم
تو شیر پانی ہو جائے، خاک اپنا منہ کھول دے	کہ میں ثعبان کے جام سے پانی پیوں گی

۲۸۔ سیف او گوید کہ در ثعبان دشت
اس کی تلوار کہتی ہے کہ جنگل کے ثعبان میں
آتش اندر شیر و ثعبان میزنم
شیر اور ثعبان میں آگ لگادوں گی

۲۹۔ اسپ او گوید کہ بر سوراخ نجم
اس کا گھوڑا کہتا ہے کہ ستاروں کے سوراخ میں
پر کنم از سم چو جولان میزنم
سم سے پر کردوں جب میں جولانی پہ آؤں

۳۰۔ کس نبیند اختری آنگہ کہ من
اس وقت کوئی ایک تارہ نہ دیکھے گا جب میں
گام بر ہر یک بہیجان میزنم
لڑائی میں ہر ایک پہ بڑھ کر لگاؤں گا

۳۱۔ ای شہ عالی مکان از عدل تو
اے عالی مقام شاہ آپ کے عدل کے بارے میں
کی صلف این جا بہذیان میزنم
یہاں میں ہذیان اور دروغ کب کہہ سکتا ہوں

۳۲۔ گرگ از وادی ہمی آید کہ سر
وادی سے بھیڑیا آتا ہے کہ سر کو
بندہ وش بر پای چوپان میزنم
بندہ کی طرح میں چوپان کے پاؤں میں رکھوں گا

۳۳۔ آب می پوید بہ نزدیک شرر
پانی آگ سے قربت اختیار کرلے
ہر کرا گوئی بفرمان میزنم
اگر آپ حکم دے دیں

۳۴۔ شعلہ می آید بسوی نم کہ من
شعلہ نمی کی طرف آجاتے کہ میں
گردن خصم تو آسان میزنم
آپ کے دشمن کی گردن آسانی سے ماردوں گا

۳۵۔ خسروا بر شاخسار مدح تو
اے بادشاہ آپ کے مدح کی ثنا خسار پہ
بلبلم سرو سہی زان میزنم
میں بلبل ہوں اس لئے یہ نغمہ گاتا ہوں

۳۶۔ بر سہی سرو ثنایت از عراق
آپ کی ثنا کے سرو سہی پر عراقی نغمہ سے
راہ مرغانِ صفاہان میزنم
مرغانِ صفاہان کو مات کردیتا ہوں

۳۷۔ بشنوم از طوطی ہند آفرین
طوطی ہند سے آفریں سنتا ہوں
چون رہ سار خراسان میزنم
جب میں خراسانی راگ سے گاتا ہوں

۳۸۔ چون کنم درج سخن را لعل ریز
جب میں درج سخن سے لعل گراتا ہوں
طعنہ بر یاقوت رمّان میزنم
تو یاقوت۔ رمّان پر طعنہ مارتا ہوں

۳۹۔ چون نشینم بر سر صدر کمال
جب کمال کے جالے صدر پر بیٹھتا ہوں
دست رد بر روی سحبان میزنم
سحبان کو خاموش کردیتا ہوں۔

۴۰۔ پر دُرّ و مرجانست درج طبع من
پنجہ کی بر دُرّ و مرجان میزنم
میری طبیعت دُرّ و مرجان سے پُر ہے
اس لئے میں دُرّ و مرجان کے لئے کیوں ہاتھ ماروں

۴۱۔ آفرین گوید چو کوس اعتلا
پیش گنج خیبر شروان میزنم
مجھ کو آفرین کہتا ہے جب کوس اعتلا
میں شروان کے خزانے کے سامنے میں بجاتا ہوں

۴۲۔ بشنوم احسنت زاغان حسن
چون نوادر پیش حسّان میزنم
خوش الحانی کے ساتھ آفرین کی آواز سنتا ہوں
جب میں حسّان کے سامنے نو اسنج ہوتا ہوں

۴۳۔ چون بر بزم گل زلب گاه سخن
خار در پای گلستان میزنم
جب میں سخن کے وقت گلریزی کرتا ہوں
تو گلستان کے پاؤں میں رشک سے کانٹے چبھتے ہیں

۴۴۔ بحر بی ساحل منم در وقت جوش
موج نی، دریای عرفان میزنم
جوش کے وقت میں بحر بے ساحل ہوں
موج نہیں، بلکہ عرفان کا دریا بہا دیتا ہوں

۴۵۔ عرفی از رشکم بسوزد ای شگفت
او بآتش موج زنیسان میزنم
عرفی رشک سے جلتا ہے کہ یا عجب
وہ آگ میں اور میں ایسی موج مارتا ہوں

۴۶۔ در سخن کمتر بود جای سخن
گرچہ لاف فراوان میزنم
میری شاعری میں کوئی کلام نہیں ہے
اگرچہ میں بہت لاف زنی کرتا ہوں

۴۷۔ روز و شب در گلستان مدح تو
از کمال ای شہ صفاہان میزنم
روز و شب آپ کی مدح کے گلستان میں
اے شاہ اپنے کمال سے صفاہان کو مات کرتا ہوں

قصیدہ ۲۷ فی المنقبت

۱۔ ای ز رشک عارض تو خوار در گلزار گل
گر خرامان اندر چمن آئی بر آید خار گل
اے وہ کہ تیرے رخسار کے رشک سے گلزار میں پھول خوار ہے
اگر تم خراماں چمن میں آجاؤ تو کانٹوں سے بھی پھول نکل آئیں

۲۔ از ہوای زلف تو گر دی بود در رخ را حجاب
میکند پوشیدہ اندر زیر خود ہر بار گل
تیری زلف جو رخ کا حجاب ہے اس کی ہوا سے
گل اپنے پھل کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے

۳۔ نو بہار لطف تو گر بر فروزد باغ را
چاک پیراہن نخواہد کرد در گلزار گل
اگر تیرے لطف کی بہار باغ کو رونق بخشے
تو گلزار میں پھول اپنا پیراہن چاک نہ کرے

۴۔ بزبان راہزن گر بگذرد نام تو چنگ
اگر موسیقار کی زبان پر تیرا نام آئے تو چنگ
دامن پر گل شود افشاند از ہر تار گل
پھول سے بھرا ہوا دامن بن جائے اور ہر تار سے پھول نکلے

۵۔ گر شود مفتون گلزار عذارت عندلیب
اگر بلبل تمہارے چہرے کے گلزار پر فریفتہ ہو جائے
ہر زمان ریزد اندر نالہ از منقار گل
تو اس کے نالوں سے اس کی منقار سے ہر وقت پھول جھڑیں

۶۔ گر کند سرو سہی آغاز بر لحن قدت
اگر موسیقار تمہارے قد کی مطابقت سرو سہی راگ چھیڑے
ریزد از نغمات در گشتہ موسیقار گل
تو دھن ایسے موتی کو پھول کی شکل میں گرائے

۷۔ احتیاج باغ نبود چون مرا در ہر سحر
مجھے باغ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے لئے ہر صبح کو
بشگفد از وصف رخسار تو در اشعار گل
تیرے رخسار کے وصف سے اشعار میں پھول کھلتے ہیں

۸۔ میکند از خجلت قد تو سرو سہی
تیرے قد سے شرمندہ ہو کر سرو سہی ہمیشہ ہمیشہ
جای ماہی افتد اندر شست بو تیار گل
مچھلی کو تیار کے شست میں پھول بن جاتی ہے

۹۔ نرگس چشم تو تا با خار مژگان شد ندیم
جب تیری نرگس چشم خار مژگاں کی ندیم ہوئی ہے
خار را داند بصحن گلستان غمخوار گل
گلستاں میں پھول کانٹوں کو اپنا غمخوار سمجھتا ہے

۱۰۔ ظلم بر گل میکند روی تو ای مہ منع کن
اے ماہ تمہارا چہرہ پھول پر ظلم کرتا ہے
حال خود ظاہر کند بر شاہ با مقدار گل
پھول اپنا حال شاہ ذی وقار پر ظاہر کرے گا

۱۱۔ شاہ دریا دل عصر کز نو بہار عدل او
شاہ دریا دل عصر کہ جس کے عدل کی بہار سے
در ریاض معدلت بشگفتہ از ہر خار گل
انصاف کے باغ میں ہر کانٹے سے پھول کھل اٹھا

۱۲۔ شہسواری کز نہیب تیغ بران فلک
وہ شہسوار کہ جس کے تیغ براں کے خوف سے آسمان نے
از برای گور خود بنہاد یک خروار گل
اپنی قبر کے لئے پھولوں کا انبار جمع کر لیا ہے

۱۳۔ در زمان او کہ شد غم فارغ از دست عدم
اس کے زمانے میں جبکہ غم دست عدم کا فارغ ہو گیا
ریختہ در دامن خود گنبد دوار گل
آسمان نے اپنے دامن میں پھول بکھیر لیا ہے

۱۴۔ دشمن خود را چو بر دار بر خود بر داشتہ
اپنے دشمن کو اپنے سامنے جب دار پر چڑھایا
دشمن او خوار شد اما فگندند از دار گل
تو اس کا دشمن خوار ہو گیا لیکن دار سے پھول اٹھے

۱۵۔ گر ز باغ التفاتش یافتی بوی خبر زر
اگر اس کے التفات کے باغ کی خبر زر کو ہو جاتی
در میان بیشہ ہا رستی ز ہر دینار گل
تو جنگلوں میں ہر دینار سے پھول نکلتے

۱۶۔ از نسیم لطف او بشگفت گلزار وجود
اس کے نسیم لطف سے وجود کا گلزار کھل اٹھا
۱۷۔ خصم او میخواست گل آمد برا تنش بسر
اس کے دشمن نے خواہش کی کہ اس کے جسم پر پھول لگے اور سر پر تیغ
۱۸۔ البسکہ از آسودگی ہر شئے ہوای گل کند
آسودگی کے سبب چونکہ ہر شئے پھول کی خواہش مند ہے
۱۹۔ از برای آنکہ اندر ضد او شد جامہ چاک
چونکہ اس کی مرضی کے خلاف جامہ چاک ہوا
۲۰۔ ماز گمان آنکہ باشد آب ہمچوں تیغ شاہ
اس گمان میں کہ آب بادشاہ کی تیغ کی طرح ہے
۲۱۔ تا دم او باغ استغفار را آباد کرد
جب سے اس کے دم نے استغفار کا باغ آباد کیا
۲۲۔ گر ز سیل تیغ او سیراب گردد گلستاں
اگر اس کے تیغ کی سیل سے گلستان سیراب ہو جائے
۲۳۔ مشام شاہ عالم آشنائی میکنی
تو شاہ عالم کے دماغ سے آشنائی کرتا ہے
۲۴۔ بر امید آنکہ شود پای شہ را دفت کار
اس امید کہ ضرورت کے وقت شاہ کے پاؤں کو دھوئے گا
۲۵۔ از نسیم لطف او گر آسمان یابد خبر
اگر اس کے نسیم لطف کی خبر آسمان کو ہو جائے
۲۶۔ از بہار طبع او تا شد گل باغ وجود
جب سے اس کی طبیعت کی بہار سے وجود کے باغ کا پھول کھلا
۲۷۔ خصم او را گر بیفزاید طراوت در جگر
اگر آسمان دشمن کے جگر میں طراوت بڑھائے

ور نسیم قہر او اندر عدم شد خار گل
اور اس کے قہر کے نسیم سے خار و گل معدوم ہو گئے
زد قضا سیلی کہ بکشا دامن و بردار گل
قضا نے طمانچہ مارا کہ دامن پھیلا اور پھول اٹھا لے
گل کند از چشم اعمیٰ از در و دیوار گل
اس لیے نابینا آنکھ سے اور در و دیوار سے پھول ظاہر ہوتے ہیں
با رخ پر خون و خی بنشست نک بردار گل
یہ دیکھو دار پر پھول کا چہرہ پر خون ہے اور اس کے سینہ پر ہے
چشم می پوشد ز شرم از دیدن انہار گل
پھول نہروں کو دیکھنے سے شرم سے اپنی آنکھ چھپاتا ہے
پر شود در دامن لب، گاہ استغفار گل
دامن لب استغفار کے وقت پھول سے بھر جاتا ہے
بر لبان تبخالہ بیرون آرد از تکرار گل
تو اپنے ہونٹوں پر پھول بار بار تبخالہ نکالے
بی ادب چندین تماشا بود ای گلزار گل
اے گلزار اور گل، اتنا بے ادب نہ ہونا چاہیے
آب شبنم پر کند در چشم خود ہر بار گل
ہر دفعہ پھول اپنی آنکھوں میں شبنم کا پانی بھرتا ہے
در ریاض شب شود ہر ثابت و سیار گل
تو شب کے باغ میں ہر ثابت و سیار پھول بن جائے
میدمد از فیض او در دامن اسرار گل
اس کے فیض سے اسرار کے دامن میں پھول کھلتے ہیں
گردد از چرخ سپہر افسردہ و بیمار گل
تو آسمان کی گردش سے پھول افسردہ و بیمار ہو جائے

۲۸۔ سرورا والا سرا پیش تو رضوان آورد
ای عالی مرتبت سرور، رضوان آپ کے سامنے لاتا ہے

۲۹ گر برد یک خاصیت از رائی تو باد صبا
اگر باد صبا آپ کی رائے کی صرف ایک خاصیت لے جائے

۳۰۔ سرو والا در چمن گردد چمان، نرگس بصیر
تو بلند سرو چمن میں خراماں ہو جائے۔ نرگس بینا ہو جائے

۳۱۔ نرگس لطف تو گر سوی بیابان بنگرد
اگر تیرے لطف کی نگاہ بیابان پر پڑ جائے

۳۲۔ آسمان باشد ندیمی از برای خواب تو
آپ کے خواب کے لئے آسمان آپ کا ندیم ہے

۳۳۔ گر نسیم لطف تو بر ربع مسکون بگذرد
اگر آپ کا نسیم لطف ربع مسکون پر گزرے

۳۴۔ سرو را ذوقی غلام نست و در اطرای تو
اے سرور ذوقی آپ کا غلام ہے اور آپ کی مدح میں

۳۵. در گلستان ثنایت از میان کلک او
آپ کی ثنا کے گلشن میں اس کے قلم سے

۳۶۔ اصل گفتار ست شعرش چون ز گل شد زیب یافت
اس کا شعر اصل گفتار ہے اور جب وہ پھول سے زینت پا گیا

۳۷. تا شد از گلزار وصف لطف تو آسودہ دل
جب گلزار سے آپ کا لطف وصف آسودہ ہو گیا

۳۸۔ تا بود اندر بہار آسودہ جان انس و جان
جب تک بہار میں انس و جان کی جان آسودہ ہوتی رہے

۳۹۔ روی احباب تو بادا سرخ چون نارنج باغ
تیرے احباب کا چہرہ نارنج کی طرح سرخ رہے

از ریاض خلد بہر گوشۂ دستار گل
گوشۂ دستار مکرمۂ باغ جنت سے پھول

تا بیارا ید بزیب و زینت بسیار گل
تاکہ پھول کو نہایت زیب و زینت سے سنوارے

سوسن آزادہ گویا چشمۂ انوار گل
سوسن کی زبان میں نطق پیدا ہو جائے اور پھول چشمہ انوار بن جائے

برد مد از پنجۂ ضرغام و چشم مار گل
تو شیر کے پنجہ اور سانپ کی آنکھ سے پھول نمودار ہوں

از کواکب اندرو گسترده یک خروار گل
اس کے اندر ستاروں کے پھولوں کا ذخیرہ بچھا ہوا ہے

بشگفد اندر خزان در بیشۂ مضمار گل
تو خزاں میں جنگل اور میدان میں پھول کھل جائیں

برفروزد در میان گلشن اشعار گل
اشعار کے گلشن کے درمیان گل کھلاتا ہے

چون گہر از ابر میریزد درین افطار گل
اس افطار میں اس طرح پھول برساتا ہے جیسے بادل سے قطروں کے موتی

ریزد البتہ ز ہر لب نوبت گفتار گل
تو اب ہر لب سے گفتگو کے وقت پھول جھڑتے ہیں

آرد از خاری برون صد بار صد انبار گل
تو اب ہر کانٹے سے سینکڑوں بار پھول کے سینکڑوں ڈھیر نکالتا ہے

چونکہ اندر بوستان نارنج و در گلزار گل
جس طرح کہ بوستان میں نارنج اور گلزار میں گل

جان اعدایت شہا اندر خزان از خار گل
اے شاہ تمہارے دشمنوں کی جان خزاں میں کانٹوں سے خاموش

قصیدہ ۲۸۵ فی المنقبت

۱۔ از شرب شراب ناب توبہ — وز مستی و اضطراب توبہ
شراب ناب چھلکانے سے توبہ — اور بدمستی میں بل کھانے سے توبہ

۲۔ از نغمہ و ساز و عود و مضراب — وز راہ زنان و رباب توبہ
سرود و نغمہ و مضراب و بربط — رباب و چنگ پر گانے سے توبہ

۳۔ از ساقی و بادہ و خم و دَن — وز جام و مَی و کباب توبہ
ہے توبہ ساقی و ساغر سے مے سے — کباب و نقل کے کھانے سے توبہ

۴۔ در روز چو ترکتاز جہل است — از دیدن آفتاب توبہ
ہے دن کی روشنی میں جہل کا زور — ہے بزم جہل میں جانے سے توبہ

۵۔ چوں اصل خطا و عین آہو ست — از نافۂ مشکناب توبہ
خطا اور عین آہو اصل اس کی — ہے مشک ناب کے پانے سے توبہ

۶۔ چوں بالہب غضب بماند — از آتش و التہاب توبہ
غضب کے بولہب سے اس کا ہے ربط — غضب کی آگ بھڑکانے سے توبہ

۷۔ چوں حرف زبان حرف دارد — از حرف و خط و کتاب توبہ
بیان و حرف میں دل کا زیاں ہے — ہے شرح و بسط میں جانے سے توبہ

۸۔ چوں پیشۂ گرگ پیشہ ظلم است — از اشتلم و عتاب توبہ
ہے ظلم و جور کرنا گرگ کا کام — ڈرانے اور دھمکانے سے توبہ

۹۔ از ہر فعلی کہ ناصواب است — ہیچ شد با صواب توبہ
قسم جو بھی فعل ناروا ہے — گواہ لے شد وہاں جانے سے توبہ

۱۰۔ شاہی دو جہان عمر کہ چوں کش — کردہ است ز اجتناب توبہ
عمر شاہ جہاں کی بخششوں سے — کیا ہے ہاتھ کھٹانے سے توبہ

۱۱۔ شاہی کہ زبوی عطر خلقش
دل میکند از گلاب توبہ
ہے ان کے خلق کی خوشبو کا یہ فیض
کہ عطر و گل کے مہکانے سے توبہ

۱۲۔ از لمعۂ بسکہ برگ تیغش
خورشید کند ز تاب توبہ
چمک نیزے کی سورج نے جو دیکھا
کرے ہے خود کو چمکانے سے توبہ

۱۳۔ چون تیغ کشد بہ پیش دریا
تمساح کند ز آب توبہ
جو دیکھا تیغ شہ کو بولا گھڑیال
کہ دریا کے نہا نکلنے سے توبہ

۱۴۔ چوں تاب عتاب او ببیند
آتش کند از عتاب توبہ
غضب کو دیکھ کر آتش نے ان کے
کرے ہے خود کو بھڑکانے سے توبہ

۱۵۔ دل سوختن عدوی او را
صحرا کند از سراب توبہ
دل دشمن جلانے کو صحرا دی
ہے کرتا آب دکھلانے سے توبہ

۱۶۔ وز ہیبت او کہ جان گدازد
کردہ اسد از دواب توبہ
اثر ہے اس کی ہیبت کا کہ ضیغم
کرے ہے جانور کھانے سے توبہ

۱۷۔ چون آتش تیغ او بتابد
قارون کند از قراب توبہ
کیا قارون نے جب خنجر کو دیکھا
زمیں میں زر کو دفنانے سے توبہ

۱۸۔ ببیند چو عظمت عساکش
ضرغام کند ز غاب توبہ
جو دیکھی کاٹ نیزے کی اس نے
تو کی اب دشت میں جانے سے توبہ

۱۹۔ در پیش تجلی ردائش
صرصر کند از شتاب توبہ
تجلی تیغ کی ان کے جو دیکھی
کیا صرصر نے اٹھلانے سے توبہ

۲۰۔ در عہد لطفش کند ز عالم
ظاہر شد از خراب توبہ
ہو فیض عدل سے ان کا جہاں یا
خرابی نے کیا آنے سے توبہ

۲۱۔ در پیش حسام آبدارش
کرد آتش از التہاب توبہ
کیا آتش نے پیش نیزۂ شاہ
ہے اپنا شعلہ بھڑکانے سے توبہ

۲۲۔ کردند صفا ہای شہ [illegible]
نہ چرخ ز اضطراب توبہ
وہ ہیں ثابت قدم اور عاجز افلاک
کہ اب ہو گئے ہیں چکر لانے سے توبہ

۲۳. درعہد دی از صعود ہر صبح
شیطان کند از شہاب توبہ
شیاطیں نے کہا یوں خوف کھا کر
سوئے افلاک اب جانے سے توبہ

۲۴. شاہا بصفت نبرد ہیبت
صارم کند از قراب توبہ
بوقت جنگ شمشیر شہنشاہ
ہے کرتی نیام میں جانے سے توبہ

۲۵. در نوبت بخشش کفت تو
گوہر کند از سحاب توبہ
جو دیکھا آپ کی بخشش گہر نے
کیا بادل میں اڑ جانے سے توبہ

۲۶. از مرحمتت خبر چو یابد
دوزخ کند از عذاب توبہ
خبر رحمت کی پا جائے جو دوزخ
کرے فوراً وہ جھلسانے سے توبہ

۲۷. چون فضل ذ لطفت ببیند
مالک کند از عقاب توبہ
جہنم کا داروغہ بھی ہو با مہر
کرے دوزخ میں لے جانے سے توبہ

۲۸. در پیش تذرو ناوک تو
طیران کند از عقاب توبہ
ہو طائر دم آپ کے ناوک پہ قربان
کرے شاہیں کا کے منہ میں جانے سے توبہ

۲۹. دوبار روی کفت کند ابر
از شیوہ از انکاب توبہ
نزاکت ابر نے دیکھا تو بولا۔
برسنے اور برسانے سے توبہ

۳۰. ذوقی بجز از کتاب مدحت
ق کردہ ست ز ہر کتاب توبہ
ہے ذوقی کو تعلق مدح شہ سے
تملق، حرص، غم کھانے سے توبہ

۳۱. تا چرخ و زمین کند ہمیشہ
از آرام و شتاب توبہ
رہے دنیا میں جب تک گردش چرخ
کرے جب تک نہ چکرانے سے توبہ
زمیں جب تک رہے جائے سکونت
کرے جب تک نہ ٹھہرانے سے توبہ

۳۲. باد اعدای منکرت را
بر خوان عدم کباب توبہ
ترے دشمن رہیں خوار اور معدوم
ہے توبہ اُن کے جھٹلانے سے توبہ

حواشی

قصیدہ ۲۱

شعر۴۔ دھوئیں کی سیاہی کو مشکِ تتار سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ مشک کی سیاہی ہے۔ لیکن اگر مشکِ تتار سے مراد سیاہ زلفوں کو لیں اس کے معنی ہوں گے صاحبِ مشکِ تتار۔ یعنی محبوب کے آنے سے دنیا کا دل عشق کی آگ سے ایسا سوختہ ہوگیا کہ سب کے دلوں سے دھواں نکلنے لگا۔

شعر۹۔ انجمان۔ جمع الجمع عربی و فارسی آمیختہ۔ یہ خود شاعر کا تصرف ہے۔

انجمان انجمن میں اضافت مقلوب ہے۔

تاروں کو آسمان کے آنسوؤں کا قطرہ کہا ہے۔

شعر۱۰۔ جادو بمعنی ندی۔ چشمہ

ہلال کو آسمان کی گلگوں مونچھ کہا ہے۔

شعر۲۲۔ یعنی بر بندہ ای کہ زاد آمدہ است

شعر۲۶۔ شرزہ = غضبناک

مضمار = میدانِ جنگ

شعر۳۱۔ آسمان کا ہر قدم بھاری پتھر بن گیا یا اس کا گردش کرنا دشوار ہو گیا ممدوح کی تیغ کے خوف سے

شعر۳۲۔ نوّار بمعنی سفید پھول، مراد سفید

شعر۳۴۔ صبح کو سورج کی کرنیں صاف دکھائی دیتی ہیں اس لئے ان کو سورج کی زبان کہا ہے۔ جب روشنی تیز ہو جاتی ہے تو کرنیں نہیں دکھائی دیتیں گویا سورج کی زبان کاٹ لی گئی۔

شعر۳۶۔ مہر بمعنی مہرہ دار

شعر۳۷۔ ذُکاء بمعنی سورج

شعر۴۰۔ لجین بمعنی جھڑے ہوئے پتے یا جھاڑے ہوئے پتے۔ غروب کے وقت سورج کی کیفیت بیان کی ہے اور حسنِ تعلیل پیدا کی ہے۔

شعر۴۴۔ کست بمعنی ادنیٰ۔ دون، کمینہ، بے شرم

شعر۴۵۔ ریمن بمعنی اہرمن یعنی شیطان۔ شیطان کا سر کاٹ دیا یعنی ریمن کی ر کو کاٹ دیا تو یمن ہو گیا جسے یُمن پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر سر اور پہلو سے مراد ر اور ی لی جائے تو ان دونوں حرفوں کو دور کرنے کے بعد مَن بچتا ہے جس کے معنی ہیں دل (برہانِ قاطع) مفہوم یہ ہوگا کہ جب دل کو شیطان سے خالی کر دیا تو اس میں انوار آنے کی گنجائش ہو گئی۔ واللہ اعلم

شعر۴۶۔ آسمان کاسہ کی شکل میں ہے گویا یہ اپنا سر اپنے پاؤں پر رکھے ہوئے ہے کیونکہ کاسہ الٹا ہے۔

شعر۵۷۔ اگر آپ چاہتے کہ موتی کے حصول کے لئے لوگوں کو آبِ یم کی حاجت نہ رہے۔

شعر۷۰۔ آوار بمعنی گرمی اور آوارہ، یہاں آوارہ کے

معنی میں ہے

شعر ۶۲۔ رہی بمعنی غلام

شعر ۶۳۔ مَہین، میم بالفتح، بمعنی حقیر و خوار

قصیدہ ۲۲

شعر ۳۔ حسن تعلیل ہے۔ صبح کو سورج کی روشنی کم ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ معشوق اس کی آب کو اپنے ساغر میں لے رہا ہے اور گوہر کو دے رہا ہے۔

شعر ۴۔ ساغرِ آسمان سے مراد سورج ہے جس کی کرنوں سے پتھر بھی جواہر بنتا ہے لیکن جواہر جس لئے بنتا ہے کہ وہ آپ کے ساغر کا خیال کر کے شعاع انداز ہوتا ہے

شعر ۱۶۔ گرد کو تیر سے صاف کرنا محال ہے۔ یہاں اغراق سے کام لیا ہے۔

شعر ۲۵-۲۶۔ جب تک چاند پورا نمودار نہیں ہو جاتا ستارے کثرت سے نظر آتے ہیں اور جوں جوں چاند روشن ہوتا جاتا ہے ستارے غائب ہوتے جاتے ہیں۔ گویا ممدوح کی تیغ ستاروں کی آنکھ کو پھوڑ رہی ہے۔

شعر ۲۷۔ شفق کی طرف اشارہ ہے

شعر ۳۳۔ صبح کو سورج جس پہاڑی کے پیچھے سے نکلتا ہے اسے تیغ گرد بتایا ہے۔

قصیدہ ۲۳

تُنگ۔ ظرفی است مخصوص کہ گلاب و شراب امثال آں دراں کنند و سرش تنگ باشد

(آنندراج)

قصیدہ ۲۴

شعر ۵۔ شاعر ایں جا در حاشیہ چنیں اشارہ کردہ است:

(۱) قاعدہ است کہ چوں عنبر سودہ طبیوِد دہان شیریں می شود"

شعر ۱۵۔ طیلسان سے مراد غالباً یہاں شب ہے کیونکہ شب کے لئے کنایہ طیلسان مطرّا مستعمل ہے۔

(برہان قاطع)

قصیدہ ۲۵

شعر ۴۔ یعنی خوشی معدوم تھی، اب بتمام و کمال نمودار ہوئی۔

شعر ۱۳۔ خار خارہ بمعنی دغدغہ

شعر ۱۵۔ اس کے لطف کے ذر سے سنگریزہ، گہر و جواہر بن جاتا ہے، اسلئے زمانہ اپنی کلاہ کے لئے سنگریزوں کی طرف آنکھ لگائے ہے تاکہ جب وہ گہر بن جائیں تو اپنی کلاہ کو اُن سے آراستہ کرلے۔

حصا۔ بمعنی سنگریزہ۔

شعر ۱۶۔ چرخ زن۔ بمعنی رقاص یعنی آپ کی موجودگی میں رقاص یا سیاح نے آسمان کی طرف دیکھا گویا سورج کو چھوڑ کر تارے کی طرف نظر کی۔

شعر ۲۸۔ یعنی ماہ نو، ماہ کامل بن گیا۔